بفیضِ حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہ

مسلمانو! کیا یہ دیکھتے ہو کہ گمراہ اپنے دعوے پر آیت وحدیث پڑھ رہے ہیں؟... کون ایسا گمراہ ہوا جس نے نہیں پڑھا؟... یہ دیکھو کہ صحابہ تابعین اہلسنّت کے سلفِ صالحین کی اتباع میں پڑھ رہا ہے؟... یا خوارج وابنِ تیمیہ ونجدیہ وہابیہ کی اتّباع میں؟... عقیدے میں سوادِ اعظم اہلسنّت کی پیروی کا حدیثِ پاک میں حکم ہے تو محبوبانِ خدا علیہم الصّلوٰۃ والثنا، سے فریاد وندا، واستمداد اور انہیں بعدِ وصال بھی وسیلہ بنانے ان کے لیے نفع پہنچانے کا عطائی اختیار ماننے کے بارے میں قرآنِ کریم اور صحیح حدیثوں سے سوادِ اعظم اہلسنّت نے کیا مانا ہے؟... یہ دیکھو تاکہ آخرت میں محبوبانِ خدا کا سایہ نصیب ہو۔

اس کے لیے ملاحظہ ہو۔

آفتابِ اہلسنّت

بر

ظلماتِ وہابیّت

تالیفِ لطیف

فقیہ مبصّر حضرت علامہ مولانا اسرار احمد صاحب قبلہ نوری مدظلہ النورانی

شرف تلمذ یافتہ

حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد کوثر حسن صاحب قبلہ قادری رضوی

متّعنا اللہ تعالیٰ والمسلمین بطولِ بقائہٖ

باھتمام

نوری دار الافتاء

دار العلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹، گدرہوا بلرام پور، یوپی پن ۲۷۱۲۰۱

شائع کردہ

دار القضاء والافتاء لاہل السنۃ والجماعۃ

مینا بازار، خیراتی روڈ، کنڈہ پرتاب گڑھ، یوپی (الہند) پن ۲۳۰۲۰۴

بفیضِ حضور مفتیِ اعظم علامہ شاہ **محمد مصطفیٰ رضا** قادری برکاتی نوری قُدِّسَ سِرُّہٗ

مسلمانو! کیا یہ دیکھتے ہو کہ گمراہ اپنے دعوے پر آیت وحدیث پڑھ رہے ہیں؟..... کون ایسا گمراہ ہوا جس نے نہیں پڑھا؟..... یہ دیکھو کہ صحابہ تابعین اہلسنّت کے سلفِ صالحین کی اتباع میں پڑھ رہا ہے؟..... یا خوارج وابنِ تیمیہ ونجدیہ وہابیہ کی اتباع میں؟..... عقیدے میں سوادِ اعظمِ اہلسنّت کی پیروی کا حدیثِ پاک میں حکم ہے تو محبوبانِ خدا علیھم الصلوٰۃ والثناء سے فریاد ونداء واستمداد اور انہیں بعدِ وصال بھی وسیلہ بنانے اُن کے لیے نفع پہنچانے کا عطائی اختیار ماننے کے بارے میں قرآنِ کریم اور صحیح حدیثوں سے سوادِ اعظمِ اہلسنّت نے کیا مانا ہے؟..... یہ دیکھو تاکہ آخرت میں محبوبانِ خدا کا سایہ نصیب ہو

اس کے لیے ملاحظہ ہو

آفتابِ اہلسنّت

بر

ظلماتِ وہابیت

تالیفِ لطیف

فقیہِ مبصر حضرت علامہ مولٰینا **اسرار احمد** صاحب قبلہ نوری مَدَّ ظِلُّہُ النُّورَانِی

نوری دارالافتاء دارالعلوم نوری بلرامپور۔ یوپی

شرف تلمذ یافتہ

فقیہِ عصر حضرت علامہ مولٰینا شاہ **محمد کوثر حسن** صاحب قبلہ قادری رضوی

مَتَّعَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ وَالْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ

نام کتاب:

آفتابِ اہلسنّت برظلماتِ وہابیت

تالیف:

فقیہ مبصر حضرت علامہ مولٰینا اسرار احمد صاحب قبلہ نوری

مُدَّ ظِلُّہُ النُّوْرَانِی

صفحات: ۲۳۰

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

سنِ اشاعت: جُمادَی الاولٰی ۱۴۴۳ھ دسمبر ۲۰۲۱ء

شائع کردہ:

دار القضاء و الافتاء لاهل السنة و الجماعة

مینا بازار خیراتی روڈ، کنڈہ پرتاپ گڑھ یو پی۔ الہند

پن ۲۳۰۲۰۴ Mob.:8173896786

باهتمام:

نوری دار الافتاء

دارالعلوم نوری (نوری نگر) ۳۱۹ گدرہوا بلرامپور یو پی۔

پن ۲۷۱۲۰۱

E-mail: reza.kashif786@gmail.com

Mob.:9838599786

طبع : بارِ اول

مشمولات

فہرست آفتابِ اہلسنّت

☆

☆

حضورِانور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم ہر نعمت کے لیے **وسیلہ** ہیں حیاتِ ظاہری میں بھی اس سے پہلے بھی **آج بھی** اور کل قیامت کے دن بھی۔ یہ متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور **سوادِاعظم اہلسنّت** کا اس پر **اجماع** ہے ۱۲۹ تا ۱۳۶

امتِ محمدیہ کے یہ صحابہ وعلماء وعُرفاء آسمانِ ہدایت کے تارے علمبردارانِ سوادِاعظمِ اسلام جو محبوبانِ خدا سے غائبانہ نداء وفریاد کو حق جانتے ہیں گمراہوں کی نظر میں کیا ہیں؟... ۱۵۱ ، ۱۵۲

دعوتِ فکروہدایت۔ نجاتِ آخرت سوادِاعظم کی اتباع میں ہے ۱۳۶ تا ۱۳۸

منکرگمراہ یہ نہ سوچے کہ کل دیکھ کر پکاریں گے الخ ۱۵۲ ، ۱۵۳

☆

محبوبانِ خدا من دون اللّٰہ نہیں۔ قرآنِ کریم سے اس کا ثبوت اور گمراہوں کے زعم کا رد ۱۳۷ تا ۱۴۷

ظاہری اسباب اور نیک زندوں کی مدد کو گمراہ منھ سے بولتے ہیں مددِ الٰہی مگر گمراہوں کے نزدیک جب یہ سب من دون اللّٰہ ہیں تو گمراہوں کے طور پر ان کی مدد مددِ الٰہی کے علاوہ ہوئی اور ان سے مدد لینا روا جاننے سے شرک گمراہوں کے گلے کا ہار ہوا ۱۵۴ تا ۱۵۶ ، ۱۶۲

اہلسنّت بحمدہ تعالیٰ شرک سے محفوظ ہیں جو مانتے ہیں کہ مدد ایک مددِ الٰہی ہے ، ظاہری اسباب اُسی مدد کے مظہر ہیں ، اور محبوبانِ خدا ایسے مظہر ہیں جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں، مددِ الٰہی ہی ان میں تجلّی فرما ہے تو ان سے مانگنا اللّٰہ سے مانگنا اور مددِ الٰہی ہی کو لینا ہے ۱۵۶ تا ۱۵۸ ، ۱۳۸ تا ۱۵۱ ، ۵۵ ، ۴۶

گمراہوں کے نزدیک غیر سے مدد لینا شرک نہیں مگر منھ سے مانگ لینا شرک ہے	۱۵۹
گمراہوں کے طور پر ''یا سورج المدد یا پانی المدد'' کہنا شرک نہیں کیونکہ یہ غائب میں مدد مانگنا نہیں	//

☆

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے حضرتِ ابنِ عباس کو تعلیم فرمایا ((جب سوال کر تو اللہ سے کر)) گمراہوں نے اس کا مطلب یہ لیا کہ اوروں سے غائبانہ سوال شرک ہے تو لازم کہ حضرتِ ابنِ عباس اس تعلیم سے پہلے تک مومن نہ تھے کیونکہ توحید کیا ہے؟..... اسے نہیں جانتے تھے	۱۶۰ تا ۱۶۲
اہلِ حق کے نزدیک وہ اخلاص و توکل کی تعلیم ہے کہ اللہ سے غافل ہو کر کسی سے کچھ نہ مانگنا	۱۶۳ ، ۱۶۴
غافل ہو کر مانگنا مذموم ہے مگر شرک نہیں جب تک غیر کو معبود یا مستقل نہ مانے	۱۶۳ ، ۵۷

☆

اللہ تعالیٰ نے بارش کے فرشتے سے فرمایا : ((میرا خلیل تجھ سے مدد مانگے تو تو مدد کر)) گمراہوں کے نزدیک اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم اگر تجھ سے مدد مانگنے کا شرک کریں تو تو مدد کر کے شرک کی تائید کر	۱۶۵ تا ۱۶۶
اہلِ حق کے نزدیک فرشتوں سے مانگنا یہ انہیں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے اور حق ہے	۱۶۶
آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ مانے	//
سیدنا خلیل علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا نہ مانگنا اونچا مرتبہ ہے	۱۶۷

☆

حدیثِ پاکِ بخاری میں امت کے شرک سے محفوظ ہونے کی بشارت آئی ہے ، گمراہوں نے شرک کے نشہ میں اس سے امامِ عسقلانی کی بات صحیح غلط طور پر ملا کر امت کی اکثریت کا شرک میں مبتلا ہونا نکالا۔ یہ نجدی و دہلوی کی تقلید ہے	۱۶۷ ، ۱۶۸
((میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی)) گمراہوں نے گمراہی کو زبردستی شرک ٹھہرا لیا۔ ارشادِ حدیث ((بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں)) یہ بہتر بد مذہب ہیں جن کی بد مذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچی اپنی بد مذہبی کی سزا جھیل کر نجات پائیں گے۔ گمراہوں نے انہیں شرک میں مبتلا ٹھہرا کر ہمیشہ کا دوزخی بنایا تا کہ امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے کو کچھ صحیح باور کرا سکیں	۱۶۹ تا ۱۷۰
گمراہوں کے مذہب کا زمانۂ صحابۂ کرام میں نام و نشان نہیں صدیوں بعد تک نام و نشان نہیں تو ((ما انا علیه و اصحابی)) سے گمراہوں کو کیا علاقہ؟.....	۱۷۱
ہاں صحابۂ کرام کا مخالف خارجی فرقہ حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے زمانے میں ہوا ہے جس نے آپ پر شرک کی تہمت لگائی ، گمراہوں کو اس خارجی فرقہ سے ضرور علاقہ ہے	۱۷۱ تا ۱۷۲ ۔ ۷ ۔ ۴۵ تا ۴۶
نجدی و دہلوی کی تقلید سے گمراہوں کا امت کی اکثریت یعنی سوادِ اعظمِ اہلسنّت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے میں اندھا پن اور آیت و حدیث سے کورانہ استدلال	۱۷۳ تا ۱۷۵
ایک حدیثِ مسلم سے ایسی ہی اندھی جسارت کی خبر گیری	۱۷۵ تا ۱۸۲
کلمۂ حدیث اربعون رجلا لا یشرکون باللّٰه شیئا سے یہ مراد نہیں کہ صرف شرک سے محفوظ ہو اگر چہ کفر و گمراہی میں مبتلا ہو ، بلکہ مراد ہے: سچے مسلمان جو شرع کے مطابق ایمان رکھتے ہوں اور وہ ہم اہلسنّت ہیں	۱۷۹ تا ۱۸۱

☆

☆

کلمۂ برکت

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ المختار و علیٰ آلہ و اصحابہ الاطھار

عباداتِ کسے کہتے ہیں؟....

___" **عبادت** کسی کو اقصیٰ غایاتِ تعظیم [یعنی نہایت اونچے سے اونچے مرتبے کی تعظیم] کا مستحق [وحقدار] جان کر اُس کی تعظیم بجالانا [عبادت] ہے ، اور اِسی [تعظیم کے قبیل] سے ہے باعتقادِ مذکور [یعنی اقصیٰ غایاتِ تعظیم کا مستحق جان کر] اُس کے لیے تذَلُّل [یعنی فروتنی عاجزی وانکساری کرنا] ، نیز اُس کے اَمر کا اِمتثال [یعنی حکم کو بجالانا] اس حیثیت سے کہ [یہ] اُس کا امر [وحکم] ہے۔

یہاں بعض نُکَت [باریکیوں] کی طرف اِیماء [اشارہ] کریں فاقول و بہ استعین.

(ا) عبادتِ حقہ کہ مستحقِ عبادت عَزَّ جَلَالُہٗ کے لیے ہو اس میں اُس فعل کا واقعی تعظیم ہونا ضرور ، مجردِ زعمِ فاعل کافی نہیں۔ اور عبادتِ باطلہ میں اس [کرنے والے] کا زعم بس۔

مُکَاء و تَصْدِیَۂ مشرکین عبادتِ الٰہی نہ تھا ، اور بتوں کے سامنے اُن کا

سنکھ اور گھنٹی بجانا عبادت ، اگرچہ یہ بےہودہ افعال حقیقۃً تعظیم نہ ہوں۔

یونہی **امتثالِ امر** میں **عبادتِ حقہ** جب ہی ہے کہ واقعی وہ اُس کا امر ہو۔ کفار کا اَمَرَنَا اللّٰہُ بِھٰذا کہنا اگر واقعی اُن کے زعم میں بھی ہو مراد وہی [کہ "واقع میں وہ اللہ کا حکم ہو" یہ ضروری ہے] اور **عبادتِ باطلہ** میں صرف زعم کافی۔

(۲) عبادت کے لیے **نیت شرط** ہے اور **معرفتِ معبود** لازم ، جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے۔ اور کوئی کافر اصلاً رب عَزَّ وَ جَلَّ کو نہیں جانتا ، جس کی تحقیق ہمارے رسالہ باب العقائد والکلام میں ہے۔ اور امام رستغفنی نے تصریح فرمائی کہ الکفر ھو الجھل باللّٰہ تعالیٰ. ولہذا کافر نہ اہلِ نیت ہے نہ اہلِ عبادتِ حقہ کما نصوا علیہ قاطبۃً. اور مشرک عبادتِ باطلہ کرتا ہے کہ اپنے معبودِ باطل کا تصور کرکے اُس کی تعظیم کا قصد رکھتا ہے۔

(۳) عبادتِ باطلہ میں التزامِ عبادت و قول بہ الوہیتِ غیر ہی اُسے اقصیٰ غایاتِ تعظیم کا مستحق جاننے پر دلیلِ واضح ہے ، اگرچہ مرتکب عناداً منکر ہوکر

مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ط — ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں۔ [پ ۲۳ آیت ۳ الزمر]

کہے۔ رب عَزَّ وَ جَلَّ اُن کی تکذیب فرماتا ہے کہ

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ — پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں [دوسروں کو] [پ ۷ آیت ۱ الانعام]

خودمشرکین روزِقیامت اعتراف کریں گے

اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ جبکہ تمہیں رب العٰلمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

[پ ۱۹ آیت ۹۸ الشعراء]

(۴) **بعض افعال** کی **وضع** ہی **عبادت کے لیے** ہے تو اُن سے تعظیمِ غیر کا قصد اور اس قصدِ باطل سے اُنہیں کرنا ہی مطلقاً حکم شرک لائے گا ، جیسے صلاۃ و صوم۔ ورنہ قصدِ عبادت پر موقوف رہے گا ، جیسے **سجدہ** کہ **فی نفسہٖ عبادت نہیں** ، ولہذا غیر کے لیے سجدۂ عبادت کفر ہوا اور سجدۂ تحیت حرام وکبیرہ ہے کفر نہیں۔ كما فى الهندية و الدرر و غيرهما من الاسفار الغُرَر. "__ مختصراً

[فتاویٰ رضویہ ۲۹۲/۱۲ ، مترجم ۲۹/ ۶۴۸ ، ۶۴۹]

وضاحت

عبادت :- کسی کو سب سے اونچے درجہ کی تعظیم کا مستحق جان کر اُس کی تعظیم بجالانا عبادت ہے۔ یہی جان کر اُس کے لیے عاجزی انکساری کرنا یہ بھی عبادت ہے۔ اُس کے حکم کو اس لیے بجالانا کہ اُس کا حکم ہے یہ بھی عبادت ہے۔

عبادتِ حَقّہ:- جو اُس کے لیے ہو جو عبادت کے لائق اور عبادت کا حقدار ہے ، اوروہ صرف اللہ تعالیٰ ہے ، اورکوئی ہرگز نہیں۔

عبادتِ حقہ میں جو فعل کیا جائے اُس فعل کا واقعی تعظیم ہونا ضروری ہے صرف کرنے والے کا اُس فعل کو اپنے زعم میں تعظیم سمجھ لینا کافی نہیں۔ لہذا مُکاء و

تَـصْـدِیَـہ : سیٹی اور تالی جو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے مشرکین بجاتے تھے وہ عبادتِ حقہ یعنی عبادتِ الٰہی نہ تھا ، کیونکہ یہ بے ہودہ فعل واقعی تعظیم نہیں۔

عبادتِ باطلہ میں جو فعل کیا جائے اُسے کرنے والے کا اپنے زعم میں تعظیم سمجھ لینا کافی ہے۔ لہذا بتوں کے سامنے مشرکین کا سنکھ اور گھنٹی بجانا عبادت ہے یعنی عبادتِ باطلہ۔ اگرچہ یہ بے ہودہ افعال واقعی تعظیم نہ ہوں۔

اِمتثالِ امر :- حکم بجالانے میں **عبادتِ حقہ** جب ہی ہوگی کہ واقعی وہ اللّٰہ کا حکم ہو۔ کفار کسی حکم کو اللّٰہ کا حکم کہیں تو ایک تو یہ ہے کہ وہ خود جان رہے ہیں کہ یہ اللّٰہ کا حکم نہیں ، دوسرے یہ کہ کفار نے زعم کرلیا اور اپنے زعم میں سمجھ لیا کہ یہ اللّٰہ کا حکم ہے ، اور بہرحال واقع میں وہ اللّٰہ کا حکم ہے نہیں تو اُسے بجالانا **عبادتِ حقہ نہیں**۔

اور کفار کسی حکم کو اپنے معبودانِ باطل کا حکم زعم کرکے اسی لیے بجالائیں کہ اُن کے معبودانِ باطل کا حکم ہے تو اُن کا زعم کافی ہوگا اور اُن کا وہ حکم بجالانا عبادتِ باطلہ ٹھہرے گا۔

التزامِ عبادتِ غیر:- اپنے قصد سے غیر کو پوجنا اور **قول بہ اُلوہیتِ غیر**:- غیر کو خدا کہنا یہ کھلی دلیل ہے کہ وہ کہنے پوجنے والا اُس غیر کو سب سے اونچے درجہ کی تعظیم کا حقدار جانتا ہے یعنی اللّٰہ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ کے برابر مانتا ہے ، اگرچہ سچے مسلمانوں کی دشمنی میں اس سے انکار کرے اور کہے کہ میں ایسا نہیں جانتا مانتا۔ قرآنِ کریم نے مشرکین کی بولی نقل فرمائی کہ مشرکین اپنے بتوں کی عبادت

کے بارے میں کہتے تھے کہ

﴿ہم انہیں نہیں پوجتے ہیں مگر اس لیے کہ یہ اللہ کے پاس ہمیں نزدیک کر دیں﴾

[پ ۲۳ آیت ۳ الزمر]

اس میں مشرکین کی طرف سے عبادتِ غیر کا انکار نہیں ہے ، بلکہ اقرار ہے۔ جیسے کہتے ہیں

ہم تمہارے پاس نہیں آئے مگر اس لیے کہ تم کچھ دو

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نہیں آئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آئے۔

دور کیوں جایئے کلمۂ توحید ہی کو لیجیے

لا الہ الا اللہ : نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ

اِلَّا کا معنی ہے : مگر۔ مگر سے پہلے نہ تھا اور مگر کے بعد ہاں ہے۔

یونہی مشرکین کی بولی جو قرآنِ عظیم نے نقل فرمائی اسے دیکھو

ہم انہیں نہیں پوجتے ہیں مگر اس لیے کہ یہ اللہ کے پاس ہمیں نزدیک کر دیں۔

اس بولی میں پہلے نہ تھا کہ نہیں پوجتے ہیں

اِلَّا یعنی مگر کے بعد ہاں ہے یعنی پوجتے ہیں

تو مشرکین کو اعتراف تھا اور اُن کا یہ ماننا تھا کہ وہ بتوں کو پوجتے ہیں ، اور بتوں کی عبادت کا اُن کی طرف سے قصد وارادہ تھا۔ یہ مشرکین کی طرف سے التزامِ عبادتِ غیر ہے ، یعنی غیر کی عبادت کا قصد واعتراف۔

اور یہی قول بہ الوہیتِ غیر ہے یعنی غیرِ خدا کو خدا کہنا ماننا بھی ہے۔

کیونکہ آدمی عبادت جس کی کرے گا لامحالہ اُسے اپنا معبود مانے گا۔

تو عبادتِ غیر کا اعتراف والتزام یہ غیرِ خدا کو خدا کہنا خدا ماننا ہوا۔

اب مشرکین نے جو آگے کہا ﴿اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ﴾ جس سے یہ بتانا چاہا کہ ...... وہ بتوں کو خدا کے برابر نہیں مانتے ، بلکہ نازل درجہ مانتے ہیں ، جب تو انہیں خدا سے نزدیکی کے لیے وسیلہ بناتے ہیں ...... یہ اُن کا انکار عناداً ہے سرکشانہ انکار ہے۔ کیونکہ **مشرکین جب بتوں کی عبادت کا التزام واعتراف کر چکے** ، اس **التزام** سے **بتوں کو خدا** کہہ چکے اور خدا وہی ہے جسے اقصیٰ غایاتِ تعظیم کا مستحق مانا جائے تو

مشرکین کا بتوں کی عبادت ماننا

اور یوں بتوں کو خدا کہنا

یہ کھلی دلیل ہے کہ وہ بتوں کو خدا کے برابر مانتے تھے۔

اگرچہ بزورِ زبان برابر ماننے کا انکار کرتے تھے

اس انکار میں رب عَزَّ وَ جَلَّ نے اُنہیں جھوٹا ٹھہرایا ، فرماتا ہے

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر [دوسروں کو] ٹھہراتے ہیں [پ ۷ آیت ۱ الانعام]

خود **مشرکین** قیامت کے دن اس **برابر ٹھہرانے کا اعتراف** کریں گے کہ

تَـالـلّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں رب العلمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ [پ ۱۹ آیت ۹۸ الشعراء]

کچھ عمل وہ ہیں جو **عبادت ہی** کے لیے **متعین** ہیں ، جیسے نماز روزہ۔ ان سے معاذ اللہ غیر کی تعظیم کا قصد کرنا اور غیر کی تعظیم کی نیت سے انہیں کرنا ، اس پر بہر حال حکمِ شرک آئے گا ، یعنی اگرچہ کرنے والا یہ کہے کہ وہ غیر کو خدا نہیں مانتا جب بھی اُس پر حکمِ شرک آئے گا۔

کچھ عمل وہ ہیں جو **عبادت** کے لیے **متعین نہیں** ، جیسے سجدہ۔ یہ عبادت جب ہی ہوں گے کہ عبادت کی نیت سے کیے جائیں۔

فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ و علیہم الصلوٰۃ وا لسلام کو جو سجدہ کیا وہ معاذ اللہ آپ کی عبادت کی نیت سے ہرگز نہ تھا بلکہ آپ کی تعظیم کی نیت سے تھا۔ یونہی حضرتِ یوسف کو آپ کے والدینِ کریمین اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا تعظیم کی نیت سے کیا۔ علیہم الصلوٰۃ و السلام.

......'' ہماری شریعت میں سجدہ غیر کے لیے بقولِ راجح حرام ہے ، اس کے کرنے سے ایسا نہیں کہ بہرحال شرک لازم آئے۔ بلکہ جب غیر کی عبادت کی نیت سے کیا جائے گا تو ضرور شرک ہوگا۔

کیونکہ سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا ، اور واقع بھی ہوا ، اور شرک کسی وقت جائز نہیں ہوتا کیونکہ قبیحِ عقلی ہے ''...... [اقتباس از اصول الرشاد ص ۴۳]

☆

مسلمانانِ اہلسنّت محبوبانِ خدا علی سیدھم و علیہم الصلوٰۃ و الثناء سے غائبانہ خواہ بالمشافہہ فریاد و نداء کرتے ہیں تو کوئی جاہل سے جاہل سنی مسلمان بھی اُسے محبوبانِ

خدا کی **معاذ اللّٰہ** عبادت اور محبوبانِ خدا کو اس فریاد و نداء سے **معاذ اللّٰہ** عبادت کے لائق ہرگز نہیں سمجھتا۔

اور فریاد و نداء نماز روزہ کی طرح بھی نہیں ، یعنی عبادت ہی کے لیے متعین نہیں ، کہ اس سے خواہی نخواہی سچے سنی مسلمانوں پر حکمِ شرک لانے کی راہ نکلے۔

یعنی **ایسا نہیں** کہ شرع نے **فریاد و نداء** کو عبادت ہی کے لیے متعین کیا اور مقرر فرمایا ہو ، اور یوں جن محبوبانِ خدا سے فریاد و نداء کی جائے وہ خواہی نخواہی اُن محبوبانِ خدا کی عبادت ٹھہرے ، ہرگز نہیں۔

اس پر دلیل ہیں صحیح حدیثیں

صحیح حدیثیں ثابت فرما رہی ہیں کہ حضراتِ صحابۂ کرام نے **اللّٰہ کے پیارے محبوب** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم کے **تعلیم فرمانے** سے بحالِ حیاتِ ظاہری بھی اور **بعدِ وصال** بھی فریاد و ندائے غائبانہ کی۔ یہ دلیل ہے کہ محبوبانِ خدا سے فریاد و ندائے غائبانہ بھی اُن محبوبانِ خدا کی عبادت ہرگز نہیں۔

مزید برآں اس **فریاد و ندائے غائبانہ و بالمشافہہ** کے **جائز** ہونے بلکہ **اچھا نیک عمل** ہونے پر **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کا **اجماع** ہے ، جیسا کہ یہ سب باحوالہ بالتفصیل والتحقیق آپ کتابِ ھٰذا میں ملاحظہ کریں گے۔

اگر یہ فریاد و ندائے غائبانہ محبوبانِ خدا کی **معاذ اللّٰہ** عبادت ہوتی تو اس کے جائز و نیک عمل ہونے پر اجماع ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔

کیونکہ **احادیثِ متواتر المعنی** کی **شہادت** ہے کہ سوادِ اعظمِ اہلسنّت کا

اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا۔

تو محبوبانِ خدا سے فریاد وندائے غائبانہ خواہ بالمشافہہ کو محبوبانِ خدا کی معاذ اللہ عبادت ٹھہرانے اور سرے سے شرک قرار دینے والے خود سوادِ اعظم کے مخالف ، اہلسنّت سے خارج ، اور گمراہ بددین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اپنے پیارے محبوب اور اُن کے شاہزادۂ کریم کے صدقے جیسے اپنے نیک بندوں کے کلمات کی برکات سے یہ مضامینِ حقہ صادقہ رائقہ فائقہ اُس نے القاء فرمائے ہیں ویسے ہی انہیں اہلسنّت کے دلوں کا سرور اور حق کے متلاشیوں کے لیے مَنارۂ نور فرمائے گا۔

آمین یا ارحم الرحمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللّٰہ تعالیٰ و بارک و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ و حِزْبہ و ابْنِہ الکریم الغوث الاعظم الجیلانی اجمعین و الحمد للّٰہ رب العلمین.

فقط

فقیر محمد کوثر حسن قادری رضوی غفرلہ

۱۷؍ جُمادَی الاُولیٰ روزِ ایمان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۴۴۳ھ ۱۳؍ دسمبر ۲۰۲۱ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اتباعِ سوادِ اعظمِ اہلسنّت

مسلمانو! دلیل ہے دلیل ، حجت ہے حجت سوادِ اعظم اہلسنّت کا اتفاق یعنی اجماعِ اہلسنّت۔ امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سَخاوی [م ۹۰۲ھ] نے مقاصدِ حسنہ میں حدیثِ پاک لکھی [۱۲۸۸]

لا تجتمع امتی علی ضلالۃ : میری امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی

پھر کئی کتبِ احادیث میں متعدد سندوں سے اس کی روایت ہونا بیان فرمایا یعنی حضرتِ ابوبصرۃ غِفاری حضرتِ ابو مالک اشعری حضرتِ ابنِ عمر حضرتِ انس حضرتِ ابنِ عباس سے مرفوعاً اور حضرتِ ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے موقوفاً اور امام حسن بصری سے مرسلاً۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین. اسی میں حلیہ [۴۲/۳ ۔ ۳۰۸۸] و مستدرک [۲۰۰/۱ ۔ ۳۹۱] و شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ [۱۵۴] وغیرہ کی حضرتِ ابنِ عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما سے روایت یہ بیان فرمائی

ان اللّٰـہ لا یَـجْمَع ھذہ الامۃ علی ضلالۃ ابدا ، و ان ید اللّٰـہ مع الجماعۃ ، فاتبعوا السواد الاعظم ، فانہ من شَذَّ شَذَّ فی النار .

یقین جانو اللہ پاک کبھی بھی اس امت کو ایسا نہ کرے گا کہ یہ امت گمراہی پر اجماع و اتفاق کرے ، اور بیشک اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر [کہ وہ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے گا] ، تو **سوادِ اعظم** [یعنی بڑے گروہ] **کی پیروی کرو** ، کیونکہ جو [سوادِ

[المقاصد الحسنة ص۲۱۶] | اعظم سے] الگ ہوا وہ الگ ہوکر جہنم میں گیا۔

اور ابنِ ماجہ [۳۹۵۰] کی حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت یہ بیان فرمائی

ان امتی لا تجتمع علی ضلالة فاذا رأیتم الاختلاف فعلیکم بالسواد الاعظم. [ایضاً ص۲۱۶]

میری امت ہرگز کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی ، توجب اختلاف دیکھو تو تم پرلازم ہے کہ **سوادِ اعظم** سے چمٹ جاؤ۔

پھر آخر میں فرمایا

و بالجملة فهو حديث مشهور المتن ذو اسانيد كثيرة و شواهد متعددة فی المرفوع وغيره.

[المقاصد الحسنة ص۲۱۷]

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث مشہور المتن ہے اس کی کئی سندیں ہیں اور حدیثِ مرفوع و غیر مرفوع میں اس کے کئی شواہد ہیں۔

ولہذا حضرت شیخ الاسلام علامہ سید احمد زینی دحلان [م ۱۳۰۴ھ] نے اپنی مبارک کتاب الدُرَرُ السَّنِیّةُ فِی الرَدّ علی الوهابية میں فرمایا

فعليک باتباع الجُمهور و السَّواد الاعظم و الا کنت مشاقق اللّٰه و رسوله ومتبعا غير سبيل المومنين و قد قال تعالیٰ ﴿وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ

تو اے مسلمان تجھ پر جمہور سوادِ اعظم کی پیروی واجب ہے ، ورنہ تو اللہ و رسول سے مخالفت کرنے والا اور ایمان والوں کی راہ سے جدا راہ چلنے والا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا اور مسلمانوں

جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ○ ﴾

[پ ۵ ایت ۱۱۵ النساء]

[الدُرَرُ السَّنِيّة ص۳۲]

کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ﴾

اور مسلّم الثبوت پھر اس کی شرح فَوَاتح الرَّحموت میں زیرِ دلیلِ ثانی فرمایا

استدلّ بقوله صلى الله عليه وسلم (لا تجتمع امتى على الضلالة ، فانه متواتر المعنىٰ) ، فانه قد ورَد بالفاظ مختلفة يفيد كلها العصمة ، وبلَغت رُواة تلك الالفاظ حدَّ التواتر. [فواتح الرحموت اصل ثالث اجماع ۲/۲۶۵]

اجماع حجت ہے ، اس کی دلیل **یہ حدیثِ پاک** ہے کہ

—" میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی "—

کیونکہ

یہ معنیً متواتر ہے ، کہ مختلف الفاظ سے آئی ہے ، اور اُن سب سے یہ معنیٰ ثابت ہے کہ ..... یہ امت خطا سے معصوم ہے ..... اور اُن مختلف الفاظ کے راوی حدِّ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔

ولہذا **سوادِاعظم** کے ترجمان **محدثین** و **ناقدین** اور **فقہاء** و **متکلمین** کے علوم واقوال کی گہرائیوں پر دسترس کے حامل امام اہلسنّت سیدی شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین نے فرمایا

—" جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں کتاب سنت اجماع قیاس ،

[یونہی]

عقائد میں **چار اصول** ہیں **کتاب**[۱] **سنت**[۲] **سوادِ اعظم**[۳] **عقلِ صحیح**[۴]. تو جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلۂ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کہ

بے دلیل محض تقلیداً۔

[یعنی یہ جاننا اپنی آنکھ بند کر کے صرف اِن کے کہے پر اعتماد کر کے جاننا نہیں ہے]

اہلسنّت ہی **سوادِ اعظمِ اسلام** ہیں [یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت] **تو ان پر حوالہ** دلیل پر حوالہ ہے ، نہ کہ تقلید۔ یونہی **اقوالِ ائمہ** سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہلسنّت کا مذہب ہے۔ ولہذا ایک دو دس بیس علمائے کِبار ہی سہی اگر جمہور و سوادِ اعظم کے خلاف لکھیں گے اُس وقت اُن کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد ، کہ اب یہ تقلید ہوگی ، اور وہ عقائد میں جائز نہیں۔

اس دلیل اعنی **سَوادِ اعظم** کی طرف ہدایت اللہ و رسول جَلَّ وَعَلَا وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی کمالِ رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں۔ ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی۔ لہذا یہ **واضح و روشن دلیل** عطاء فرمائی کہ **سوادِ اعظمِ مسلمین** جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے۔

اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے وقت میں تو کوئی بد مذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بد مذہب ملا کر کبھی **اہلسنّت** کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

فقہ میں جس طرح اجماع اَقْـوَی الْاَدِلَّة [سب سے قوی دلیل] ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب و سنت سے اُس کا خلاف پاتا ہو یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطاء ہے یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اگرچہ مجتہد کو اُس کا ناسخ نہ معلوم ہو۔

یونہی اجماعِ امت تو شیٔ عظیم ہے **سوادِ اعظم** یعنی **اہلسنّت** کا کسی مسئلۂ عقائد پر **اتفاق** یہاں [بابِ عقائد میں] اَقْوَی الْاَدِلَّة ہے ، کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو **فہم کی غلطی** ہے ، **حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے**۔ ‘‘ــــ

[فتاوی رضویہ ۵۶/۱۱ ، ۵۷ ، مترجم ۲۱۴/۲۹ ، ۲۱۵]

جیسے خارجیوں نے آیتِ کریمہ

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط [پ ۷ ایت ۵۷ الانعام] حکم نہیں مگر اللہ کا

اس کا وہ معنی سمجھ لیا جس سے اُس تحکیم پر معترض ہوئے جس پر امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی اور آپ کے ہمراہی نیز حضرتِ امیر معاویہ اور اُن کے ہمراہی دونوں گروہِ صحابہ و تابعین یعنی سوادِ اعظمِ مسلمین راضی تھے۔ تو حق وہ تھا اور وہ ہے جس پر سوادِ اعظم مسلمین تھا ، اور غلط و باطل و گمراہی ہے وہ جو خارجیوں نے قرآنِ کریم سے سمجھا۔

[اس کی باحوالہ تفصیل اور اس معنی کا بیان ص۱۷۱ تا ۱۷۲ میں آرہا ہے]

یونہی معتزلہ نے آیتِ کریمہ

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ز [پ ۷ ایت ۱۰۳ الانعام] آنکھیں اُسے احاطہ نہیں کرتیں

سے جو سمجھا وہ غلط و باطل و گمراہی ہے اور حق وہ ہے جو سوادِ اعظمِ مسلمین یعنی اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں ایمان والوں کو دیدارِ الٰہی ہوگا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

ایسا ہی نئے گمراہوں کا کتاب وسنّت سے دلیل پکڑنا ہے جس میں یہ گمراہ صحابۂ کرام سے لے کر آج تک کے **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** سے جدا پڑے اور گمراہی میں گرے ، جیسا کہ **صحیح احادیث** اور **سوادِ اعظم** کی **تصریحات** سے ہم دکھا رہے ہیں۔

صحیح و ضعیف

گمراہ کہتے ہیں

” جامع ترمذی سنن ابی داؤد سنن نسائی سنن ابنِ ماجہ الموطاللما لک مسند احمد میں قریباً 80٪ احادیث صحیح جبکہ کچھ ضعیف سندوں والی احادیث بھی موجود ہیں “ [پرچۂ گمراہاں ص۸]

اقول :- جب ان میں ضعیف سندوں والی احادیث ہیں اور ایک دو نہیں بلکہ ان کی تعداد ہزاروں کو پہنچے گی تو ان میں صحیح اور ضعیف کو پرکھنے کا معیار کیا ہے؟..... خود گمراہوں نے جو ان کتابوں اور ان کے علاوہ کتبِ حدیث سے بھی احادیث پیش کی ہیں اُن کے صحیح ہونے کی ضمانت کیا ہے؟...... مثلاً گمراہوں نے **مسند احمد** سے پیش کیا

” **جعلتنی للّٰه عدلا بل ما شاء اللّٰه وحده** [مسند احمد:۳۲۴۷ ۱/۳۴۷] “

جامع ترمذی سے پیش کیا

” **اذا سألت فاسئل اللّٰه** [ترمذی: ۲۵۱۶] “

ان کے صحیح ہونے اور ضعیف سند والی نہ ہونے کی کیا ضمانت ہے؟....

[**انتباہ**:- ان دونوں حدیثِ پاک کے بارے میں تفصیلی گفتگو ص۱۶۰ اور ص۱۸۵ سے آرہی ہے]

ترمذی [۲/۲۳۳] **میں ہے**

جمیع ما فی هذا الکتاب من الحدیث هو معمول به ، و به اخذ بعض اهل العلم ، ما خلا حدیثین.

اس کتاب میں دو حدیثوں کو چھوڑ کر باقی تمام احادیث ایسی ہیں جن پر عمل ہے اور کسی نہ کسی **عالمِ دین** نے انہیں سند بنایا ہے۔

یہ ہیں حدیث کا علم رکھنے والے صحاح ستہ میں سے ایک کے مصنف جو علمائے دین سے حدیث کے معتمد و معتبر ہونے پر دلیل لا رہے ہیں۔

امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں

__" اہلِ علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو

مرقاۃ [۱۰۲/۲] میں ہے

رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب و العمل علی ھذا عند اھل العلم ، قال النَوَوِی و اسنادہ ضعیف ، نقلہ میرک ، فکأنّ الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم.

امام **ترمذی** نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ، اور **اہلِ علم** کا اس پر عمل ہے ، سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ تو گویا امام ترمذی **عملِ اہلِ علم** سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں۔

امام سُیُوطِی تعقبات میں امام بَیْہَقی سے ناقل

تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض و فی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع.

اسے **صالحین** نے ایک دوسرے سے اخذ کیا [حاصل کیا اور **قبول** کیا] اور اُن کے اخذ میں حدیثِ مرفوع کی تقویت ہے۔

اُسی میں فرمایا

حدیث ((من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر)) اخرجہ الترمذی و قال

[یہ حدیث کہ ((جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اُس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا))

حسین : ضعفه احمد و غیره ، و العمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم ، فاشار بذلک الی ان الحدیث اعُتُضِدَ بقول اهل العلم ، و قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به ، و ان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله.

[تعقبات السیوطی ص۹۰]

اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔ اور حسین کہتے ہیں: امام احمد وغیرہ نے اس روایت کوضعیف کہا جبکہ اہلِ علم کا اس روایت پرعمل ہے۔ تو یہ اشارہ ہے کہ حدیث **اہلِ علم** کی موافقت سے قوت پالیتی ہے اور]

متعدد علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ **اہلِ علم** کی **موافقت صحتِ حدیث** کی **دلیل** ہوتی ہے ، اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشادِ علماء احادیثِ احکام کے بارے میں ہے "___ مختصراً

[فتاوی رضویه ۴۵۰/۲ ، ۴۵۱ ، مترجم ۴۷۵/۵ تا ۴۷۷]

مگر گمراہوں کو علمائے دین سے فرار ہے گمراہوں کے نزدیک علمائے دین کا قبول کرنا مقبول رکھنا عمل میں لانا حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ، کیونکہ گمراہوں کو دعویٰ ہے کہ

اللّٰه جل جلاله نے علماء کی تعلیمات کے بجائے صحیح احادیث کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے

[پرچۂ گمراہاں ص۸]

توگمراہ ان چھ کتبِ حدیث میں صحیح کا ضعیف سے امتیاز اور صحیح کی تعیین کیسے کریں گے؟..... اگر ان کے مصنفین یا ناقدین کے کہے سے تو اُن مصنفین و ناقدین کا کہا وحی

نہیں قرآن نہیں حدیث نہیں ، لامَحالہ خوداُن مصنفین وناقدین کی **تعلیم** ہے ، اور ہیں وہ علمائے دین تو علمائے دین کی تعلیمات کا محتاج ہونا ہوا ، علمائے دین کے فیصلے پر اعتماد کرنا ہوا۔

اور یہ اعتماد گمراہوں کو گوارا ہے تو وہ مصنفین علمائے دین ہوتے ہوئے اپنے سے بلند جن علمائے دین پر اعتماد کررہے ہیں اوراُن کے قبول وعمل کو صحتِ حدیث کی سند ودلیل ٹھہرارہے ہیں [جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ محدثین کا فرمان گذرا] اُن اعلیٰ علمائے دین پراعتماد میں کیا زہر گھل گیا ہے؟..... کہ گمراہوں کو اُس اعتماد سے بَیر ہے۔

ہاں یہ کہیں کہ ان کی دلی تمنا یہ ہے کہ بلا دلیل اپنی خواہش سے یہ گمراہ جس قول و روایت کو چاہے جس معنی پر سند ٹھہرالیں شامت کے مارے آنکھیں بند کر کے ان گمراہوں کی تقلید کریں اور ان کی بات کو وحی ٹھہرا کر اُس پر ایمان لے آئیں۔

اوراگر ایسا نہیں ہے تو جس طرح محدثین وناقدین پر اعتماد سے چارہ نہیں یونہی ان سے اعلیٰ حدیث وفقہ کے جامع علماء وائمۂ دین پر اعتماد سے چارہ نہیں جو فرماتے ہیں کہ

ــــ" ان وصف الحسن و الصحیح و الضعیف انما هو باعتبار السند ظنا ، اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحة الضعیف.	حدیث کو حسن صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے ، واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اورضعیف صحیح ہو۔

[اور فرماتے ہیں]

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر ، بل ما لم یثبُت بالشروط المعتبرة عند اھل الحدیث ، مع تجویز کونہٖ صحیحا فی نفس الامر ، فیجوز ان یقترن قرینۃً تحقّق ذلکؑ و انؑ الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین ، فیُحکم به.	ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے ، **بلکہ** یہ کہ جو **شرطیں** اہلِ حدیث نے اعتبار کیں **اُن پر نہ آئی** ، اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو۔ تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راویِ ضعیف نے یہ حدیثِ خاص اچھے طور پر ادا کی ہے ، اُس وقت باوصفِ ضعفِ راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔ "—

[فتح القدیر ۱/۴۶۳ ، فتاوی رضویہ ۴۵۸/۲ ، مترجم ۴۹۰/۵]

پھر علمائے قلب عُرَفائے رب ائمۂ عارفین ساداتِ مکاشفین اللہ پاک اُن کے انوار کا ہمیں صدقہ دے وہ تو ان طعنہ زنوں سے [بشرطیکہ یہ مومن ہوں مسلمان ہوں] کئی درجہ زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اللہ کو جاننے والے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے اور اسے ارشادِ رسول بتانے میں بہت احتیاط فرمانے والے تھے ، تو اُن پر اعتماد کیوں نہ ہو؟.....

—" عارفِ ربانی امام علامہ عبد الوھاب شَعْرانی [م ۹۷۳ھ] قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی میزان الشریعة الکبریٰ میں حدیث

اصحابی کالنجوم بِاَیِّھِمُ اقتدَیتم اھتدیتم.	میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کسی کی پیروی کروگے راہ پالوگے۔

کی نسبت فرماتے ہیں

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عند اهل الكشف. [میزان الشریعة الکبریٰ ۱/۱۴۷]	اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے مگر وہ اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

نیز اپنے شیخ سیدی علی خَوّاص قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز سے نقل فرماتے ہیں

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسَّنَد الصحيح المتصل ينتهي بسنده الى حضرة الحق جَلَّ وَعَلَا فكذلك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة.	جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سندِ صحیح متصل سے روایت کیا اُس کی سند حضرتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علمِ حقیقت سے **صحیح کشف** والوں نے نقل فرمایا اُس کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا۔ [کہ اس کی سند بھی حضرتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ تک پہنچتی ہے] ”—

[میزان الشریعة الکبریٰ ۱/۱۸۵ ، فتاوی رضویه ۲/۴۵۹ ، ۴۶۰ ، مترجم ۵/۴۹۱ تا ۴۹۳]

گمراہ کہتے ہیں

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی 100% احادیث صحیح ہیں۔ [پرچۂ گمراہاں ص۸]

پھر حجة الله البالغه مترجم [۱/۴۵۱] سے نقل کرتے ہیں

”صحیحین کے متعلق محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی متصل الاسناد مرفوع

احادیث ہیں وہ سب قطعی الصحت ہیں اور بلا شبہ صحیح ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کتب ان کے مصنفین تک تواتر کے ساتھ منقول ہیں'' [پرچۂ گمراہاں ص۸]

اقول :- یہ 100٪ صحیح کہاں سے جانا؟..... حجۃ بالغہ میں بھی صرف مرفوع ومتصل الاسناد کو صحیح کہا ہے ، کُل کو نہیں۔

جبکہ مسلمانانِ اہلسنّت کے **محقق** علمِ حدیث اور دیگر علوم دینیہ میں جن کے اعلیٰ پایۂ تحقیق سے اہلسنّت کے علاوہ وہابیہ بہ جمیع اقسامہا کو بھی انکار نہیں ہوسکتا حالانکہ وہ چمنِ سنیت کی بہار اور وہابی خیالوں کے بیخ کَن ہیں یعنی ــــ'' شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشقِ رسول اللہ برکۃ المصطفیٰ فی ہذہ الدیار سیدی شیخ محقق مولٰنا **عبد الحق محدث دہلوی** قُدِّسَ سِرُّہٗ ــ [الامن و العلیٰ ص۱۵۰] ــ وہ شرحِ صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں

دریں شش کتاب کہ آں را صحاح ستہ گویند ہمہ بہ اصطلاحِ ایشاں صحیح نیست بلکہ تسمیۂ آنہا صحاح باعتبارِ تغلیب ست ''ـــ

[شرح سفر السعادۃ ص۵۰۲ ، فتاوی رضویہ ۴۳۲/۲ ، مترجم ۴۳۹/۵]

یہ چھ کتابیں جو **صحاح ستہ** کہلاتی ہیں ان میں بھی محدثین کی اصطلاح پر سب صحیح نہیں ہیں ، ہاں ان کی **اکثر احادیث** صحیح ہیں ، انہی کے اعتبار سے ان کو صحاح کہا جاتا ہے۔

بالفرض یہی سہی کہ سوفیصد صحیح ، مگر علمائے محدثین کے کہنے سے صحیح ماننا یہ اُن علمائے محدثین پر **اعتماد** ہے۔

خود ان علمائے محدثین نے بخاری ومسلم کے راویوں کا معتمد یا غیر معتمد ہونا

اعتماد ہی کی راہ سے جانا ، ورنہ یہ سب علمائے محدثین اُن راویوں کے زمانہ میں تو تھے نہیں کہ ہرراوی کے حالات مشاہدہ کرکے جان لیں ، اور بعد میں بھی ہرراوی کے حالات پر خبرِ متواتر انہیں نہیں ، لامَحالہ ناقدین کی براہِ راست یا واسطہ در واسطہ خبر سے جانا ، تو یہ عادلین وعلمائے دین پر اعتماد براعتماد براعتماد ہوا۔

اگر کہیں یہ اعتماد ایک بالائی بات میں ہے یعنی الفاظ وکلمات کی نقل و روایت میں۔ اللہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ صحابہ سے لے کر بعد کے راویوں نے امام بخاری وغیرہ محدثین تک پہنچا دیا۔

رہا ارشادِ حضور کا معنی ومطلب تو اس میں راویوں کی تعلیم پر اعتماد نہیں ہے۔

اقول اولاً :- کیا یہ بالائی بات دین سے خارج ہے؟...... دین سے باہر ہے؟...... ہرگز نہیں بلکہ دین ہی ہے تو دین کے معاملہ میں علمائے دین کا محتاج ہونا اور وہ جو تعلیم کریں اُس پر اعتماد کرنا ہوا۔

ثانیاً :- اگر راویوں نے صرف کلمات پہنچا دیے ہیں معنی ومطلب نہیں بیان کیا ہے کہ ارشادِ پاک کا معنی ومطلب سمجھنے میں راویوں کی تعلیم پر اعتماد ہو تو پھر معنی ومطلب سمجھنے میں کس کی تعلیم پر اعتماد ہے؟..... امام بخاری کی تعلیم پر اعتماد ہے۔ کیونکہ امام بخاری کا مقصود صرف کلماتِ حدیث کو جمع کرنا نہیں۔

شارحِ بخاری علامہ عَسقَلانی [م ۸۵۲ھ] کہتے ہیں

التزم فيه الصحة و انه لا يورد فيه | امام بخاری نے بخاری شریف میں صرف صحیح

الا حدیثا صحیحا ، هذا اصل موضوعه. ثم رأى ان لا يخليه من الفوائد الفقهية و النكت الحكمية ، فاستخرج بفهمه من المتون معانی كثيرة فرقها فی ابواب الكتاب بحسب تناسبها.

مختصراً [ھدی الساری مقدمة فتح الباری ص۱۰]

احادیث کولانے کا اہتمام کیا ، یہ آپ کا **اصل** موضوع ہے۔ پھر آپ کی رائے یہ ہوئی کہ بخاری شریف فوائدِ فقہیہ یعنی شرعی احکام ومسائل سے نیز حکمت کی باریک باتوں سے خالی نہ رہے ، تو **اپنی سمجھ کے ذریعے** کلماتِ حدیث سے **بہت معانی نکالے** اور **استنباط کیے** ، اور ہر جگہ متعلقہ احادیث سے پہلے اُنہیں ''باب'' کے تحت عنوان کی شکل میں لکھ دیا۔

اسی میں آگے ہے

قد يوجد ان يكون الاحتمال فی الحديث و التعيين فی الترجمة ، و الترجمة هنا بيان لتاويل ذلک الحديث نائبة مناب قول الفقيه. [ھدی الساری مقدمة فتح الباری ص۱۷]

کبھی ایسا بھی ہے کہ جو حدیث امام بخاری لا رہے ہیں اس میں احتمال ہے مراد متعین نہیں ہے اور **امام بخاری** باب کا عنوان جو دیتے ہیں اُس میں **مراد کو متعین کرتے** ہیں ، تو یہ عنوان اس حدیثِ پاک کی **تاویل** کا بیان ہوتا ہے ، جیسے **مجتہد** کا **قول** حدیثِ پاک کی تاویل کا **بیان** ہوتا ہے۔

یہ تو خاص امام بخاری کا اجتہاد اُن کی نظر اُن کی تعلیم ہے ، تو خاص بخاری شریف سے دلیل لانے میں بھی گمراہوں کو علمائے دین کی تعلیم پر اعتماد کرنے سے مفر نہیں۔

ثــالثــاً:- قطعِ نظر اس سے کہ روایت بالمعنیٰ اہلِ علم کے لیے اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے — " **تغییر المتن بالمرادف لعالم** [ای] **الروایة بالمعنی فالخلاف فیه شهیر و الاکثر علی الجواز** "— ملخصاً

[نزهة النظر شرح نخبة الفکر کلاهما للامام العَسقَلانی ص٦٦ ، ٦٧]

مگر کلماتِ کریمہ نہ صرف حدیثِ پاک کے بلکہ قرآنِ عظیم کے بھی ان سے مراد کیا ہے؟..... اسے جاننے کے لیے اللّٰہ و رسول جَلَّ وَ عَلَا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم نے عامّۂ امت کو **علماء** و **مجتہدینِ** ملت کے در کا بھکاری کیا اور ان اُمَنائے شریعت کی **تعلیمات** کا محتاج بنایا ہے۔ فرماتے ہیں میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم

صحیح حدیثِ ترمذی وغیرہ

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَیْرِ فَقِیْهٍ ،وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلیٰ مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ.

[ابن ماجه : افتتاح الکتاب فی الایمان و

اللّٰہ تعالیٰ اُس بندے کو سر سبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچا دی ، کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر اس کے فہم و فقہ کی لیاقت [اسے سمجھنے اُس سے حکمِ الٰہی معلوم کرنے]

ــــــ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو بھی جہاں مرادِ حدیث پر جزم نہ ہوا ، احتمال دیکھا تعارض دیکھا اہلِ نظر علمائے دین کا اختلاف دیکھا وہاں سوالیہ انداز میں عنوانِ باب قائم کر کے [جیسا کہ هدی الساری ص۱۸ میں ہے] حدیث کو علمائے دین تک پہنچا دیا ، اور **امت کو علمائے دین کی تعلیم کے حوالہ** کیا ہے۔

فضائل الصحابة و العلم باب من بلغ علمًا ص ۲۱ رقم ۲۳۶] نہیں رکھتے ، اور بہتیرے اگر چہ لیاقت رکھتے ہیں دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں۔

اخـرجـه الامـام الشَـافِعِی و الامام احمد و الدَارِمِی و ابو داؤد [۳٦٦۰] و التِرمِذِی [۲٦۵٦] و **صححه.** [الفضل الموھبی ص۱۱ ، ۱۲ ، فتاویٰ رضویہ مترجم ۷۳/۲۷]

اور حق سُبحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ فرماتا ہے

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ [پ ۱۱ اٰیت ۱۲۲ التوبة]

مسلمان سب کے سب تو باہر جانے سے رہے تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ایک ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقہ سیکھے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ خلافِ حکم کرنے سے بچیں۔

دیکھو! ''تَفَقُّه فِی الدِّیْن : دین کی سمجھ احکامِ الٰہیہ کی سمجھ'' رکھنے والوں کا عام لوگوں کو محتاج بنایا ہے ، صرف عربی کلمات کا اپنے عرف ومحاورہ کے مطابق معنیٰ جاننے یا عربی کلمات کی اردو فارسی ترکی کر لینے یا ترجمہ پڑھ لینے والے کا نہیں ، کہ یہ معنیٰ تو تمام صحابہ اپنی مادری عربی زبان سے جانتے ہی تھے مگر یہ تفقه فی الدین نہ تھا ، تفقه فی الدین وہ تھا جسے صحابہ نے بارگاہِ رسالت میں زانوئے ادب تہ کر کے سیکھا جسے قرآنِ عظیم نے فرمایا

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ [پ ۴ ایت ۱٦۴ الِ عمران]

یہ نبی مسلمانوں کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

اور جن صحابہ کو تفقہ فی الدین نہ تھا اور تفقہ فی الدین والے کی طرف رجوع بھی نہ کیا

اُن پر اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عتاب فرمایا کہ

قتلوہ قَتَلھم اللّٰہ اَلّا سأَلوا اِذ لم یعلموا فانما شفاء العِیِّ السُّؤال. [ابو داؤد کتاب الطہارۃ ۱/۴۹ ۔ ۳۳۶]

ان لوگوں نے اُسے قتل کر ڈالا اللہ انہیں قتل کرے کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہی ہے۔

[انتباہ پوری حدیث شریف اور تفصیل ملاحظہ ہو کشفِ وحید ص ۱۸ ، ۱۹ میں]

دیکھو! جب عام صحابہ اپنے میں کے اہلِ علم واجتہاد صاحبانِ تفقہ فی الدین کے محتاج اور اُن کی تعلیم کے دست نگر ہیں تو بعد والے کیسے محتاج نہ ہوں گے؟.....

تو فرمانِ قرآنِ عظیم اور ارشادِ حدیثِ پاک تو عام لوگوں کو علمائے دین کا دریوزہ گر اور علمائے دین کی تعلیم کا محتاج بتاتا ہے۔

البتہ گمراہوں کے پیشوا نے اپنے وہابی پیروؤں کو پروانۂ آزادی دیا ہے کہ

خدا اور سول کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہیں نہ اُس کے لیے بڑا علم چاہیے کہ قرآن تو اَن پڑھوں کے سمجھانے کو اترا ہے۔ [تقویۃ الایمان ص ۳]

اور گمراہوں کے سر میں اپنے انہی نجدی دہلوی وہابی پیشواؤں کی تقلید سے شرک کا سودا سمایا ہے اس کے زیرِ اثر وہ علمائے دین سے آزاد ہو کر چلنے پر مجبور ہیں۔

امام بخاری نے بخاری شریف سولہ سال میں لکھی [ھدی الساری ص ۷۵۹]

اور گمراہوں کو زعم ہے کہ وہ اُسے پڑھ کر بلکہ عربی سے جاہل محض اُس کا ترجمہ پڑھ کر منٹوں میں احکامِ الٰہی سبحانہ کے تحقیقی جانکار ہو جائیں گے۔

دنیاوی اصول وفنون تو ایسے نہیں کہ جاننے والے سے سیکھے بغیر نہ آئیں پھر بھی عموماً قانون کی کتاب پڑھ کر کوئی بیرسٹر نہیں ہوتا انجینئری کی کتابیں دیکھ کر کوئی انجینئر نہیں بن جاتا۔ مگر علومِ دینیہ میں گمراہوں کے نزدیک دنیاوی اصول وفنون کے برابر بھی گہرائی اور باریکیاں نہیں علومِ دینیہ کے کلمات والفاظ بلکہ ان کے اردو ہندی انگریزی ترجمے دیکھ کر آدمی محقق مذہب داں ہوجاتا ہے۔

یہ ہے گمراہوں کے دل میں دین کی قدر اور علومِ دین کی عظمت۔

اصل میں جاہل کیا جانے علم کی قدر؟..... کفار جو دنیاوی علوم وفنون میں ایسے ڈوبے کہ اہلِ دنیا سے اپنے علم وذہانت کا لوہا منوایا انہوں نے علمائے اسلام کی کتابیں جب دیکھیں تو دنگ رہ گئے اور ان کے علم وذہانت کا اعتراف کیا، کیونکہ اُنہیں یہ گوارا نہیں کہ انصاف کا خون کرنے والوں میں اُن کا شمار ہو۔ مگر دنیا میں وہ لوگ بھی ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں جو زندانِ الناس اعداء لما جهِلوا کے اسیر ہوتے ہیں۔

پھر ــــ" امام بخاری کو ایک لاکھ احادیثِ صحیحہ حفظ تھیں، صحیح بخاری میں [مکررات کو چھوڑ کر] کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں "ــــ

[مقدمة فتح الباری ۷۵۷، ۴۲۸ ـ فتاوی رضویه ۴۸۵/۲، مترجم ۵۴۶/۵]

تو انہوں نے اپنے علم ونظر سے یہ انتخاب کیا۔ راویوں کے بارے میں بھی یہ فیصلہ کہ اُس کی روایت لی جائے یا نہیں؟..... یہ بھی اُن کے علم ونظر کے بغیر نہیں ہے، ولہذا امام مسلم کا فیصلہ اُن سے مختلف بھی ہوا ہے، بہت احادیث امام بخاری نے لکھیں امام

مسلم نے نہیں ، امام مسلم نے لکھیں امام بخاری نے نہیں۔ تو بخاری کی کل احادیث کو صحیح ماننا علمائے دین کی تعلیمات پر اعتماد کے بغیر نہیں ہوا ، اور اس اعتماد میں گمراہوں نے امام بخاری کی آنکھ بند کر کے پوری پوری تقلید کی۔ کیونکہ اسے بھی چھوڑ دیں تو جاہلوں ناواقفوں کو شکار کرنے کا کونسا حربہ ان کے ہاتھ میں رہ جائے گا؟.....

اور **بخاری** پر **تواتر احادیثِ** بخاری **کا تواتر نہیں**۔

تواتر صرف اس پر ہے کہ صحیح بخاری شریف امام بخاری کی تالیف ہے اس میں انہوں نے یہ یہ احادیث جمع و روایت کی ہیں ، اس سے وہ سب احادیث متواتر نہ ہوگئیں۔

حدیث کے متواتر ہونے کو منتہائے سند تک حدِّ تواتر پر راوی درکار ہیں ، [1]

[1] الخبر اما ان یکون له طرق ای اسانید کثیرة تکون العادة قد احالت تواطؤهم علی الکذب من ابتدائه الی انتهائه فهذا هو المتواتر. ملخصاً [نزهة النظر للامام العَسقَلانی ص۵ تا ۸]

جس حدیث کے از اول تا آخر اتنے زیادہ راوی ہوں کہ اُن کا کذب پر ایکا کرلینا عادۃً محال ہو تو وہ حدیث متواتر ہے۔

اور بخاری و مسلم کی سب کیا اکثر احادیثِ پاک بھی ایسی نہیں کہ ان کے **اولین** راوی حضراتِ صحابۂ کرام جنہوں نے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی آله و اصحابه وسلم سے سنا حدِّ تواتر پر ہوں ، **پھر** صحابہ سے امام بخاری و مسلم تک سلسلہ وار سننے والے راوی بھی حدِّ تواتر پر ہوں ، **نیز** امام بخاری بھی جماعتِ تواتر سے سننے میں یونہی امام مسلم بھی تنہا نہ ہوں بلکہ ان کے ساتھ بھی جماعتِ تواتر ہو۔

ایک یا معدودے چند کی خبر و روایت خبرِ متواتر نہیں۔ بلکہ خبرِ واحد ہے اور

الآحاد لا تفید الا الظن. [شرح المسلم للنووی ۲۰/۱]	خبرِ واحد جو بھی ہو اُس سے صرف ظن ہوتا ہے [یقین نہیں]۔

جیسے " زید نے کہا یا لکھا کہ میں نے چاند دیکھا " اس کے ہزاروں راوی ہیں جو براہِ راست زید کو کہتے لکھتے دیکھ سن کر خبر دے رہے ہیں ، یہ زید کے کہنے لکھنے پر تواتر ہوا ، رویتِ ہلال پر تواتر نہیں۔

ایسا ہی بخاری و مسلم پر تواتر ہے جو حجتِ بالغہ سے گمراہوں نے پیش کیا۔ اور یہ تواتر صرف بخاری و مسلم پر نہیں اور کتبِ صحاح وغیرہ پر بھی ہے۔

پھر اگر بخاری و مسلم کی ٪100 احادیث صحیح ہیں اور اسی سے وہ حفاظت ظہور میں آئی جو گمراہوں نے بتائی کہ

> اللہ جل جلالہ نے علماء اور درویشوں کی تعلیمات کے بجائے اپنی وحی (قرآن اور اُس کی تفسیر یعنی صحیح حدیث) کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے [پرچۂ گمراہاں ص۸]

تو امام بخاری امام مسلم تو تیسری صدی ہجری میں ہیں ان سے پہلے صحیح احادیث کی حفاظت کیسے تھی؟..... خصوصاً ایسے حالات میں کہ کثرت سے ضعیف اور منکر روایات آموجود ہوئی تھیں ، جیسا کہ گمراہوں کا اقرار ہے کہ

" تیسری صدی ہجری کے مشہور محدث امیر المسلمین فی الحدیث امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱ھ) نے اپنے شہرہ آفاق مجموعۂ

احادیثِ صحیح مسلم کے مقدمہ میں اپنی کتاب تصنیف کرنے کی بنیادی وجہ کثرت سے ضعیف و منکر روایات کی موجودگی ہی بتائی '' [پرچۂ گمراہاں ص ۷]

تو اس زمانے میں مسلمانوں کو احادیث پر عمل کرنے کی کیا صورت تھی؟..... علماء اور درویشوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے کی تو گمراہوں کے نزدیک صورت نہیں علماء اور درویشوں کی تعلیمات کو تو یہ گمراہ ، قرآنِ عظیم کی آیت سے ساقط مانتے ہیں۔

بلکہ گمراہ جب یہ کہتے ہیں کہ

'' صحیح احادیث کی 8 بہترین کتابیں: محدثین کرام رحمہم اللہ نے صحیح احادیث کے مجموعے جمع فرمائے۔ صحیح بخاری صحیح مسلم جامع ترمذی سنن ابی داؤد سنن نسائی سنن ابنِ ماجہ الموطأ للمالک مسند احمد '' [پرچۂ گمراہاں ص ۸]

تو یہ جو —'' **امام بخاری** کتاب **الادب المفرد** میں اور امام ابن السُّنِّی و امام ابنِ بَشکُوال روایت کرتے ہیں

ان ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیک فصاح **یا محمداه** فانتشرت.	حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا کسی نے کہا اُنہیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں حضرت نے بآوازِ بلند کہا **یا محمداه** فوراً پاؤں کھل گیا۔ ''—

[کتاب الادب المفرد ۹۶۴ _ فتاوی رضویہ ۱۲/۱۰۱ ، مترجم ۲۹/۵۵۲]

یہ گمراہوں کے نزدیک کیا ہے؟..... کیا یہ کتاب ضعیف و من گڑھت روایات مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے امام بخاری نے لکھی؟.....

ـــ حوالہ ص ۵۰ پر۔

اور مصیبت کے وقت **پیارے آقا** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **بعدِ وصال** کی گئی اس نداء وفریاد کو گمراہ کسی اور معنی کی طرف پھیریں تو **اولاً**:- یہ ان گمراہوں کی تعلیم ہوئی ، نہ کہ حدیث کا ارشاد۔ اور علمائے دین و صوفیۂ صافیین جب ان کے بقول حجت نہیں تو خود یہ گمراہ کیا حجت ہیں؟..... **ثانیاً**:- یہی یَذْکُرُنِیْ کا لفظ تو نمازِ غوثیہ میں بھی ہے کہ بعد نماز حضورغوثِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کو یاد کرے ، تو وہاں شرک کا سودا کیوں اچھلتا ہے؟..... [**انتباہ**:- تفصیلی کلام آئندہ ص۹۶ سے آرہا ہے]

نیز کیا یہ گمراہ قرآنِ عظیم کی حفاظت بھی اسی طرح مانتے ہیں؟.... کہ معاذ اللّٰہ کثرت سے لوگوں کا بنایا گڑھا کلام قرآنِ کریم میں مل جائے پھر کوئی بندۂ خدا کھڑا ہو اور صحیح منزل من اللّٰہ قرآن کی نشاندہی کرے؟....

جیسا کہ صحیح احادیث کی حفاظت گمراہ ایسی ہی مانتے ہیں۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اللہ انہیں قتل کرے کہاں اوندھے جاتے ہیں [پ ۱۰ اٰیت ۳۰ التوبة]

نیز

قرآنِ عظیم کی حفاظت تو ہر مسلمان کے لیے **بدیہی** ہے مسلمان کا بچہ بچہ دیکھ رہا ہے کہ کوئی بد باطن اپنی ملاوٹ مسلمانوں کے بیچ نہیں چلا پاتا۔

گمراہوں کے طور پر صحیح احادیث کی حفاظت بخاری و مسلم میں منحصر ہے کہ صرف دو ہی کتابیں ضعیف سند کی روایات کی ملاوٹ سے پاک اور 100٪ صحیح

احادیث پر مشتمل ہیں

تو صحیح احادیث کی حفاظت کی یہ واحد صورت مسلمانوں کے لیے بدیہی تو ہے نہیں ،
اب اس پر کون سی آیتِ قطعی الدلالۃ ہے؟.... یا کون سی حدیثِ متواتر ہے؟.... کہ
محفوظ صحیح احادیث بے آمیزش بس وہ ہیں جو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں لکھیں؟....
اور حق بے آمیزش انہی دو میں منحصر ہے لہذا صرف یہی معتبر ہیں؟....
اور ہزاروں ائمہ وفقہاء و مجتہدین اور خود محدثین جو اُس زمانے میں اور اُن سے پہلے
تھے اُن سب کی ہزاراں ہزار دینِ متین کی تدریس وتصنیف وتبلیغ کی کوششیں لائقِ اعتبار
وقابلِ اعتماد نہیں؟.... کہ وہ سب ضعیف سندوں کی آمیزش سے دوچار ہیں؟....
یہ ہے ہلدی کی گانٹھ پاکر پنساری بن بیٹھنے کا انجام کہ گمراہوں نے ہزاروں ائمۂ دین
اور خود بیشمار محدثین کی ہزاراں ہزار دینی خدمتوں کو ایک جملے میں دریا برد کردیا۔

ورنہ جاننے والوں حدیث کی پرکھ حدیث کی سمجھ رکھنے والوں پر وہاں اعتماد
کرنا جہاں اپنے مطلب کی بات نکلتی معلوم ہو ، اور جہاں مطلب نکلتا نہ معلوم ہو بلکہ
مطلب جل کر خاکستر ہوا جاتا ہو وہاں اہلِ علم وفہم کی بات پھینک دینا یہ دین پرستی نہیں
، خواہش پرستی ہے ، دلیل کی اتباع نہیں بلکہ اپنے من کی تقلید ہے۔ اور من کی تقلید
پر قرآنِ عظیم فرماتا ہے

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط کیا تم نے اُسے دیکھا جس نے اپنے
[پ ۱۹ ایت ۴۳ الفرقان] جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا

اوراس سے بچنا ہے اور اپنی جان کوجہنم کے دہکتے انگاروں کا ایندھن نہیں بنانا ہے تو سوا اس کے کوئی راستہ نہیں کہ جاننے والوں پر اعتماد کرو۔ اور جاننے والے جہاں بخاری ومسلم کی مرفوع ومتصل الاسناد کل یا اکثر احادیث کو صحیح بتاتے ہیں تو باقی چار چھ کتب بلکہ اور بھی کتبِ احادیث سنن و جوامع و معاجیم کی احادیث کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ ان میں یہ حدیث صحیح ہے یہ حدیث صحیح ہے یہ حدیث حسن ہے۔ جیسے **حدیث**

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسئَلُکَ و اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیُقْضیٰ لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

[سنن کبریٰ نَسَائِی ۱۰۴۲۰ ، جامع تِرْمِذِی ۳۵۷۸]

اسے امام ترمذی وغیرہ محدثین کا **صحیح** فرمانا اور امام منذری اوردیگرائمۂ نقدو تنقیح کا صحیح فرمانے کو **مُسَلَّم** وبرقراررکھنا ، **نیز حضور سیدِ عالَم** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو پکارنا نداءبالغیب کرنا اور حضور سے شفاعت مانگنا اس حدیثِ پاک میں تعلیم ہے اس پر **بعدِ وصالِ اقدس** بھی صحابہ نے عمل کیا اسے امام طبرانی کا کئی سندوں سے بیان کرکے فرمانا و الحدیث صحیح : **یہ حدیث صحیح ہے۔**

[جیسا کہ یہ سب بالتفصیل آرہاہے]

تو یہاں صحیح ماننے سے فرار کا کیا جواز ہے؟.....

آج کون ہے؟..... جو راویوں کے حالات کھنگال سکے اور ان کے معتمد یا نامعتمد ہونے کا اپنی نظر سے بصیرانہ فیصلہ کرسکے؟.....

جو کچھ ہے اعتماد ہے محدثین وناقدین نے جس جس راوی کو معتمد کہا ان کے کہنے پر اعتماد کر کے اُس اُس راوی کو معتمد مانتے ہیں۔

تو راویوں کے بارے میں معتمد یا نامعتمد ہونے کے فیصلے کی نظر کیا صرف امام بخاری و امام مسلم کو ملی ہے؟..... یا ان کے ساتھ باقی چار چھ کتبِ صحاح کے مصنفین کو ملی ہے؟..... باقی پوری امت کے لیے ان گیارہ بارہ سو برس میں صرف آنکھ بند کر کے ان کی تقلید ہے؟..... ہزاروں ہزار ائمۂ دین وعلمائے محدثین نے اس مدت میں جو ہزاروں تصنیفیں علمِ دین کی خدمت میں فرمائیں یہ سب عبث وباطل و بےکار وضائع ہیں؟.....

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو

__" **جس طرح** امام احمد یا یحییٰ کا هذا الحديث صحيح فرمانا یا بخاری یا مُسلِم یا ابنِ خُزَیمة یا ضِیَا کا صِحاح میں لانا [احکام میں حجت ہے]

یونہی امامِ معتمد ناقد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلیل غیر معروف بالتساهل کا [یہ] کہنا: قال رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم فعل رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم. حجت فی الاحکام ہے۔

امام ابن الصَّلاح و امام طَبَرِی و امام نَوَوِی و امام زَرْکَشِی و امام عِرَاقِی [شرح التبصرة و التذکرة ۱/۱۱۸] و امام عَسْقَلانی و امام سَخَاوِی [فتح المغیث ص۶۰] و امام زَکَرِیا اَنْصَاری [فتح الباقی ۱/۱۱۴] و امام سُیُوطِی [تدریب الراوی ۱/۱۶۶] وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ

اگر **امامِ معتمد** نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی [اسے صراحةً **صحیح کہا**]

یا کتابِ **ملتزم الصحۃ** میں اسے روایت کیا اسی **قدر اعتماد** کے لیے بس ہے اور احتجاج [یعنی اس سے دلیل لانا] روا۔ **کما ذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث.** ”__

ملخصاً [فتاوی رضویہ ۲/۵۲۹ ، ۵۳۰ ، مترجم ۵/۶۲۷ ، ۶۲۸]

اور یہ احتمال کہ راوی سے خطاء ہوئی یا صحیح قرار دینے والے سے خطاء ہوئی اول تو یہ احتمال ہے اور ظاہراً جو ثابت ہے وہ اس احتمال سے زائل نہیں ہوتا۔

جیسے ہلالِ رمضان میں ایک عادل کی خبر۔

اور یہ احتمال تو صحیحین کے راویوں اور ان کے مصنفین میں بھی ہے۔ کیونکہ ان میں قطعاً کوئی معصوم نہیں ، اور نہ اس احتمال کے زائل ہونے یعنی اُن سے خطاء کا امکان نہ رہ جانے پر اجماعِ امت یا اتفاقِ سوادِ اعظم ہوسکتا ہے۔ (۱)

---

(۱) جیسے __” بعد وضوحِ صواب و کشفِ حجاب بحمد الوھاب امامت وولایت و جلالتِ شان و رفعتِ مکانِ حضراتِ عالیہ **ائمۂ اربعہ** علیھم الرضوان پر **امتِ اجابت** [اہلسنّت] کا **اجماع** منعقد ہولیا ، خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین امتِ اجابت سے **نہیں** کافروں کی طرح امتِ دعوت سے ہیں ، ولہذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں۔

لان المبتدع و ان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار.

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ [۵/۶۵۴]

اور اجماعِ امت بلاشبہ حجت ہے ، تو حضراتِ ائمۂ اربعہ خصوصاً امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امامِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے امامِ امت واجلۂ اولیائے حضرتِ عزت سے ہونے کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بددین یا ملحد بیدین مرتد بالیقین۔ ”__

←

بالفرض یہی سہی کہ صحیحین کی 100٪ صحت اور ان کے راویوں کے معتمد ہونے پر تواتر ہے مگر ان میں قطعاً کوئی معصوم نہیں تو تواتر سے احتمالِ خطاء تو زائل ہوا نہیں۔

جیسے زید کے عادل وثقہ ومعتمد ہونے پر اگر تواتر ہو تو اس سے زید معصوم عن الخطاء ثابت نہیں ہوگا کہ جو وہ کہہ دے اُس پر یقینِ کلامی ہوجائے اور احتمالِ خطاء زائل ہوجائے۔

وہ تو جب زائل ہو کہ کسی روایت کے راوی از اول تا آخر حدِّ تواتر پر ہوں کہ تواتر میں احتمالِ خلاف نہیں ہوتا ، یا پھر کسی روایت کے مضمون پر اتفاقِ سوادِ اعظم ہوجائے کہ **خطاء سے معصوم ہونے کی شہادت امت و سوادِ اعظم کے لیے آئی ہے** ، ایک یا چند افراد واشخاصِ امت کے لیے نہیں۔

← [فتاوی رضویه ۳۴/۶ ، مترجم ۲۸۶/۱۴]

تاہم اس اجماعِ اہلسنّت سے ان حضراتِ عالیات کے اجتہادیات میں احتمالِ خطاء زائل نہیں ہوگیا

......" امـام نَسَفِی [م ۷۱۰ھ] آخرِ مُصَفّٰی میں فرماتے ہیں: جب ہم سے پوچھا جائے کہ فروع [یعنی احکامِ فرعیہ فقہیہ عملیہ] میں ہمارا مذہب درست و صـــواب ہے یا دیگر ائمۂ مجتہدین کا جو ہمارے برخلاف ہیں؟..... تو ہم پر یہ جواب دینا واجب ہے کہ ہمارا مذہب صواب ہے مُحْتَمِلِ خطاء ، اور دیگر ائمہ کا خطاء ہے مُحْتَمِلِ صواب۔ "......

[شرح الحموی علی الاشباہ و النظائر ۲۳۶/۳ ، الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۳۶/۱]

لا تجتمع امتی علی ضلالة.	میری **امت** گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔
فاتبعوا السَّواد الاعظم.	**توسوادِ اعظم** کی پیروی کرو

[مقاصد حسنة ص٤١٦]

[جیسا کہ اجماع وسوادِ اعظم کا تفصیلی بیان شروع میں گذرا]

اور یہ اجماعِ امت یعنی اتفاقِ سوادِ اعظم و اجماعِ اہلسنّت صحیحین کی ہر روایت کے مضمون پر قطعاً نہیں، تو احتمالِ خطاء تو ضرور لگا ہوا ہے۔

ہاں توسل وغیرہ **عقائدِ اہلسنّت** میں یہ **احتمال زائل** ہے۔ کیونکہ جب **سوادِ اعظمِ مسلمین** مسلمانوں کی بڑی جماعت، صحابہ تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین بزرگانِ دین علمائے ربانیین نسائی وترمذی وغیرہ کی اس روایتِ صحیحہ کو مقبول ومسلّم رکھتے اُسی کے مطابق عقیدہ کرتے اسی کے مطابق عمل کرتے چلے آرہے ہیں [جیسا کہ بالتفصیل والتحقیق ہم اسے بیان کریں گے] تو **حدیثِ متواتر المعنی** لا تجتمع الخ فاتبعوا السواد الاعظم. کی شہادت سے روایتِ نَسَائِی و تِرمِذی وغیرہ سے ثابت نداء وتوسلِ غائبانہ میں احتمالِ خطاء نہیں ہے۔

[اس کی تائید دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو محدّثِ جلیل الشان امام نَوَوِی [م ٦٧٦ھ]

کی شرح مسلم [۲۰/۱] وغیرہ شروحِ حدیث وکتبِ اصول]

افادہ

___" شیخ مولٰینا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرحِ صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں

حکم بعدمِ صحت کردن بحسبِ اصطلاحِ محدثین چنداں غرابت ندارد
چہ صحت در حدیث درجۂ اعلیٰ ست دائرۂ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکورست
حتی دریں شش کتاب کہ آنرا **صحاح ستہ** گویند ہمہ بہ اصطلاحِ ایشاں صحیح نیست
بلکہ تسمیۂ آنہا صحاح باعتبارِ **تغلیب** ست۔ "— [شرح سفر السعادة ص ۵۰۲ ، فتاوی رضویه ۴۳۲/۲]

یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ محدثین اپنی اصطلاح کے مطابق یہ کہہ دیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔
کیونکہ صحیح ہونا یہ حدیث کا اعلیٰ مرتبہ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں لکھی گئی ہیں اُن میں سب سے تنگ دائرہ صحیح کا ہے۔
یہاں تک کہ ان چھ کتابوں میں بھی جو **صحاح ستّہ** کہلاتی ہیں محدثین کی اصطلاح پر سب صحیح نہیں ہیں۔
انہیں جو صحیح کہا جاتا ہے وہ اس اعتبار سے کہ ان کی **اکثر احادیث** مرتبۂ صحیح پر ہیں۔

مگر —" حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع [یعنی من گڑھت] ہونا لازم نہیں آتا۔ **امام ابنِ حَجَر عَسْقَلانی "القول المسدّد فی الذب عن مسند احمد"** میں فرماتے ہیں : **لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً.** "—

[القول المسدد ص۶۰ ۔ فتاوی رضویه ۴۳۲/۲ ، مترجم ۴۴۱/۵]

صحیح اور موضوع کے بیچ حدیث کی کئی قسمیں ہیں **حسن لذاته حسن لغیرہٖ** وغیرہ ، اور —" **مرقاۃ شرح مشکوٰۃ** میں امام محقق علی الاطلاق سیدی **کمال الحق و الدین محمد بن الھُمام** [م ۸۶۱ھ] **رحمه الله تعالیٰ** سے منقول

و قول من يقول فى حديث انه لم — کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ
يصح ان سلم لم يقدح لان — صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا
الحجية لا تتوقف على الصحة — کہ حجیت [یعنی دلیل ہونا] کچھ صحیح ہونے پر
بل الحسن كاف. — موقوف نہیں بلکہ حَسَن کافی ہے۔ "—

[مرقاة المفاتيح ۲/۴۱ ـ فتاوی رضویہ ۲/۴۳۲ ، مترجم ۵/۴۳۹]

سند الحفاظ امام ابنِ حجر عَسْقَلانی [م ۸۵۲ھ] رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نزهة النظَر فی توضیح نخبة الفكر میں فرماتے ہیں

هذا القسم من الحسن — **حدیث حسن لذاته** اگرچہ صحیح سے
مشارک فی الاحتجاج به — کم درجہ میں ہے مگر **حجت** [ودلیل]
وان كان دونه. — ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

[نزهة النظر للعلامة العسقلانی ص۳۳ ـ فتاوی رضویہ ۲/۴۳۱ ، مترجم ۵/۴۳۸]

اور —" امام ابنِ حَجَر مَکّی [م ۹۷۳ھ] صواعقِ محرقه میں فرماتے ہیں

و الحسن لغيره يحتج به كما بين — حسن اگرچہ لغیرہٖ ہو حجت ہے جیسا کہ
فى الحديث. — علمِ حدیث میں بیان ہو چکا۔ "—

[الصواعق المحرقه ۲/۵۳۶ ـ فتاوی رضویہ ۲/۴۳۱ ، مترجم ۵/۴۳۷ ، ۴۳۸]

ظلمتِ گمراہاں

ان گمراہوں کا دن دہاڑے آنکھوں میں دھول جھونکنا تو دیکھو! مسلمان آج تک یہی

جانتے تھے کہ قرآنِ عظیم کی حفاظت کا اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے کہ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ [پ ۱۴ آیت ۹ الحجر] بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

ان گمراہوں نے ائمۂ دین سے آزاد ہو کر چلنے کی خاطر صحیحین کو اس میں داخل کرنے کے لیے آیت کی یہ تفسیر کی

''اللہ جل جلالہ نے علماء اور درویشوں کی تعلیمات کے بجائے اپنی وحی (قرآن اور اُس کی تفسیر یعنی صحیح احادیث) کی ذمہ داری خود لی ہے [سورہ الحجر آیت نمبر ۹]'' [پرچۂ گمراہاں ص ۸]

اور یہ تفسیر بھی کیسی جرأت اور کیسی دیدہ دلیری سے کی کہ قدم قدم پر حوالۂ حدیثِ صحیح کا نام کرنے والے یہاں صحیحین تو صحیحین کسی کتابِ حدیث سے اس پر کچھ حوالہ نہ پیش کر سکے ، صرف آیتِ کریمہ کا حوالہ دے دیا ، جیسے آیتِ کریمہ کا صاف واضح قطعی یقینی یہی معنی ہو

یہ ہے گمراہوں کا دھوکہ فریب

مگر اس فریب نے گمراہوں کو اُن دجّال کذّاب لوگوں میں شامل کر دیا جن کے بارے میں غیبی خبر حدیثِ مسلم میں آئی ہے۔ وہ کیسے؟.... یوں کہ حدیث کو گمراہوں نے اقرار کیا کہ قرآن کی تفسیر ہے ، تو آیتِ حجر ۹ کی جو تفسیر گمراہوں نے کی وہ حدیث ہوئی ، اور کیسی حدیث جو آج تک مسلمانو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے نہ سنی تھی۔ اب دیکھ لو! وہ حدیثِ مسلم جو خود گمراہوں نے پیش کی کہ

'' ترجمہ صحیح حدیث : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: آخری دور میں فریب کار جھوٹے لوگ ہوں گے وہ تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جو نہ تم نے اور نہ ہی تمہارے آباء و اجداد نے سنی ہوں گی پس خود کو اُن سے دور رکھنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں مبتلا نہ کر دیں [صحیح مسلم المقدمۃ حدیث نمبر ۱۶] ''

[پرچۂ گمراہاں ص ۷]

یہ گمراہوں پر ہی صادق آئی کہ خود یہ گمراہ آیتِ بالا کی وہ تفسیر کرکے اُن نت نئ من گڑھی حدیثیں لانے والوں میں ہوئے جن سے دور رہنے کا حکم اس حدیثِ مسلم میں ارشاد ہوا ہے۔

اور حدیثِ پاک ہے

اخوف ما اخاف علی امتی رجل متأول للقرآن یضعه فی غیر موضعه. [صحیح ابن حِبَّان کتاب العلم ۸۱ ، مسند البَزَّار ۲۷۹۳ ، شرح مشکل الآثار ۸۶۵ ، دُرَر سَنِیّه ص۵۱]

مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ اُس شخص کا ہے جو قرآنِ کریم کے معنی کو پھیرے اور بے محل اُسے منطبق کرے۔

یہ گمراہ اپنی اس تفسیر سے قرآنِ کریم کو بے محل منطبق کرنے والے اُنہی مُفسِدوں میں ہوئے جن سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈر تھا کہ میری امت میں وہ فتنہ پھیلائیں گے۔

اللّٰہ پاک اپنے حبیب صاحبِ لولاک کے صدقے ہر باطل و مُفسِد سے اس امت کی حفاظت فرمائے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم

اور **دیکھو!** گمراہ [ص ۸ میں] حجۃ بالغہ مترجم [۴۵۱/۱] سے پیش کرتے ہیں کہ

’’علمائے کرام کا قول ہے کہ جو کوئی بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو

حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اہلِ بدعت میں سے ہے ‘‘

اقول:- اولاً:- کیا یہاں علماء کی تعلیم گمراہوں کے لیے شیرِ مادر ہوگئی؟..... جبکہ جہاں ان کے شرک کا دربار جلا رہی ہے وہاں زہر ہلاہل ہے۔

ثانیاً:- اور جو صحابہ کو ائمہ کو اولیاء کو علماء کو غرضیکہ سوادِ اعظمِ ملت سچے مبارک اہلسنّت گروہِ ناجیۂ امتِ اجابت کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ گمراہوں کے نزدیک کیا ہے؟..... وہ گمراہ نہیں؟..... بدعتی نہیں؟..... وہ مسلمان سنی ہے؟.....

بحمدہٖ تعالیٰ ہم مسلمانانِ اہلسنّت بخاری شریف مسلم شریف بلکہ اور بھی کتبِ احادیث کو عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں ، اور اپنی خواہش اپنی غرض کے لیے نہیں ، بلکہ اس لیے کہ اُن میں ہمارے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات وفرمودات ہیں۔ ہاں اپنی بساط سے زیادہ پاؤں پھیلا کر جہالت کے ٹٹو پر سوار ابلیسِ لعین کا لٹو نہیں بنتے ، اور ان احادیث سے جو بجا بے جا سمجھ میں آجائے اُسے عقیدہ اور عمل کے بارے میں اللّٰہ و رسول کا حکم وفرمان ٹھہرا دینے کی جرأت نہیں کرتے ، بلکہ سوادِ اعظمِ مسلمینِ اہلسنّت اور ائمۂ مجتہدین پر اعتماد کرتے ہیں ، اور یہی ہمیں اللّٰہ و رسول جَلَّ وَ عَلَا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے ، جیسا کہ اس عنوان اور اس سے پہلے کے عنوان میں گذرا ، اور اسی میں ہمارے دونوں جہاں کا بھلا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اسی پر ثابت قدم رکھے اسی پر دنیا سے اٹھائے واسطہ اُس کے پیارے محبوب دانائے غیوب کا جو ہم پر ہماری جان سے بڑھ کر مہربان ہیں۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و سلم. آمین.

دعــاء

اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے

وَاِذَا سَـأَلَکَ عِبَـادِیْ عَـنِّیْ فَـاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْـبُ دَعْـوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَـلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

[پ ۲ آیت ۱۸۶ البقرۃ]

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو اُنہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ [کنز الایمان]

ظلمتِ گمراہاں

دعاء سے متعلق اس جیسی آیات سے گمراہوں کو زعم ہے کہ

> غائب میں مدد کے لیے پکارنا عطائی غیر مستقل بذات اور محدود کا فرق رکھنے کے باوجود مخلوق میں ماننا خالصتاً شرک اور نا قابلِ معافی گناہ ہے۔ مختصراً [پرچۂ گمراہاں ص۳]
>
> جو انسان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بنادے گا [ایضاً ص۱]

اسی زعم میں کہتے ہیں کہ

> اسلام میں دعاء کی تعریف کیا ہے؟ شریعتِ محمدیہ کی اصطلاح میں دعاء کا مطلب ہے ہر حال میں خواہ مشکل ومصیبت ہو خواہ راحت وآسانی تو غائب میں صرف ایک اللّٰہ جل جلالہ ہی کو پکارنا یعنی اللّٰہ جل جلالہ ہی سے مدد مانگنا اور اللّٰہ جل جلالہ ہی

سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے درخواست وسوال کرنا۔ [ایضاً ص۲]

''غائب میں'' سے گمراہوں کا زعمِ شرک

اقول :- یہ ''غائب میں'' کی قید کہاں سے آئی؟.... کیا اس سے کہ عام بندوں کو زیستِ دنیا میں بے دیکھے ہی اپنے رب سے مانگنے دعاء کرنے کی صورت ہے؟..... تو

اولاً :- جنت میں تو دیکھ کر بھی اللہ سے مانگیں گے۔

—" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان اهل الجنة ليحتاجون الى العلماء فى الجنة و ذلک انهم يزورون اللّٰه تعالىٰ فى كل جمعة فيقول لهم تمنّوا علىّ ما شئتم فيلتفتون الى العلماء فيقولون ما ذا نتمنى فيقولون تمنوا عليه كذا كذا فهم يحتاجون اليهم فى الجنة كما يحتاجون اليهم فى الدنيا.	بیشک اہلِ جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا مولیٰ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علماء کی طرف منھ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں۔
رواه ابن عَسَاكِر عن جابر بن عبد اللّٰه رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما "—	اسے ابنِ عساکر نے حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

[فتاویٰ رضویہ ۳/۵۷۴ مترجم ۷/۲۰۶]

[تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۰/۵۱ ـ الجامع الصغیر للامام السیوطی ۵۸۴۴ ، ۳۴۲/۲]

تو اب دیکھے بے دیکھے ہر طرح سے طلبِ مدد و پکار اللّٰہ ہی کے ساتھ خاص ہوئی اور ’’غائب میں‘‘ کی قید بے کار و ضائع گئی۔

ثانیاً:- جب دعاء کی تعریف ہی میں یہ ہے کہ ’’ اللّٰہ ہی کو پکارنا اللّٰہ ہی سے درخواست وسوال کرنا دعاء ہے ‘‘ جیسا کہ گمراہوں نے یہی تعریف کی۔

تو سنی مسلمان جو محبوبانِ خدا کو پکارتے اور اُن سے مانگتے ہیں تو کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ یہ اللہ ہیں۔ تو **گمراہوں** کے **طور** پر ’’ اللہ کو پکارنا اللہ سے درخواست وسوال کرنا ‘‘ نہیں پایا گیا ، تو دعاء نہیں ہوئی ، تو شرک نہیں ہوا۔

بلکہ مشرکین جن معبودانِ باطل کو پکارتے اور اُن سے مانگتے ہیں وہ بھی یہ نہیں سمجھتے کہ وہی اللہ ہیں ، وہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ جس نے زمین وآسمان بنائے وہ اللّٰہ ہے۔

وَ لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

[پ ۲۱ ایت ۲۵ لقمان]

اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللّٰہ نے تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ اُن میں اکثر جانتے نہیں۔ [کنز الایمان]

تو مشرکین کا معبودانِ باطل کو پکارنا اور اُن سے مانگنا یہ ’’اللّٰہ کو پکارنا اور اللّٰہ سے مانگنا‘‘ نہیں ہے ، تو گمراہوں کے نزدیک یہ بھی دعاء نہیں ہوئی ، تو شرک نہیں ہوا۔

ثالثاً :- مشرکین جن زندوں کو دیوتا ٹھہرا لیتے ہیں اور بالمشافہہ اُن سے فریاد کرتے ہیں یہ گمراہوں کے یہاں شرک نہیں ہوگی ، کیونکہ یہ غائب میں پکارنا مدد مانگنا تو ہے نہیں ، بلکہ آنکھوں دیکھے پکارنا مانگنا ہے۔ تو کیا یہ گمراہ سنی مسلمانوں کی دشمنی میں مشرکین پر مہربانی کریں گے؟..... جیسا کہ حدیثِ پاک بخاری میں وہابیہ کی نشانیوں میں غیبی خبر آئی ہے کہ

یقتلون اهل الاسلام و یَدَعُون اهل الاوثان [بخاری شریف حدیث ۳۳۴۴ ، الدرر السنیة ص۵۵]	وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اگر کہیں مشرکین کی ان زندوں سے فریاد و پکار معبود مان کر ہے اس لیے شرک ہے۔

تو ایسے میں **فریاد** و **پکار** کے **شرک ہونے** کا **مدار** ''غائب میں'' پر **نہیں** ہوا بلکہ **معبود ماننے** پر ہوا۔

اور سنی مسلمان محبوبانِ خدا کو پکارتے اُن سے فریاد کرتے ہیں تو معبود ہرگز نہیں مانتے لہذا یہ فریاد و پکار ہرگز شرک نہیں ہوئی۔

رابعاً :- دراصل فریاد و پکار سن کر باطنی غیبی مدد کرنے کا دارومدار علم وقدرت پر ہے۔ جیسے ظاہری عادی مدد کرنے کا دارومدار علم وقدرت پر ہے ، آدمی کسی کی فریاد و پکار کو سن لیتا جان لیتا ہے اور مدد کرنے سہارا دینے کی اُسے طاقت وقدرت ہوتی ہے تو مدد کر دیتا ہے۔

یہ علم وقدرت ذاتی صرف اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کو ہے ، اور عطائی اُس کے بندوں کو۔

پھر عام بندوں سے ظاہری عادی مدد ظاہری ذرائع سے ہوتی ہے ، اور سننا جاننا بھی ظاہری ذرائع سے ہوتا ہے۔ جیسے کسی کی فریاد و پکار کو اُس سے یا خبر رساں سے سن لیا یا تحریر سے جان لیا تو اُسے گرتے سے سنبھال دیا کھانا کپڑا دے دیا۔

باطنی غیبی مدد باطنی طور سے سننے جاننے سے **بھی** ہوتی ہے۔ جیسے دوسرے خلیفۂ راشد سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے مدینۂ امینہ میں جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے میلوں دور نہاوند میں اپنے لشکر کو دشمنوں کی زد میں عنقریب آجانے والا باطنی طور سے دیکھ کر جان لیا ، اور یہیں سے اُسی وقت باطنی غیبی مدد کی کہ امیرِ لشکر سے فرمایا "یا ساریۃُ اَلْجَبَلَ یا ساریۃُ اَلْجَبَلَ : ساریہ پہاڑ پہاڑ پہاڑ کو اپنے پسِ پشت لو کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرسکے۔ جیسا کہ **امام بیہقی** [م ۴۵۸ھ] نے **دلائل النبوۃ** [۳۷۰/۶] میں روایت کیا ، نیز **شرحِ عقائد** [طبع مجلس برکات ص۱۴۵] وغیرہ میں بھی ہے۔

یہ **باطنی طور سے سننا جاننا** اور باطنی غیبی **مدد کرنا** اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے **محبوب بندوں** کو عطاء فرمایا اور اُنہیں اپنے علم و قدرت کا مظہر بنایا ہے جو علم و قدرت میں اصل و **مستقل** ہرگز **نہیں** بلکہ اپنے رب کی مشیت اور اُسی کی مرضی سے اُسی کے علم و قدرتِ ذاتی کے **تابع و ظل** ہوتے ہوئے باطنی طور سے سنتے جانتے اور باطنی غیبی مدد فرماتے ہیں۔ [اس کا اعلیٰ ثبوت و واضح بیان ص۴۸ تا ۵۱ اور ۹۶ تا ۱۵۲ میں آرہا ہے]

مگر کچھ محبوبانِ خدا کو کافروں نے اپنے زعم میں معبود ٹھہرالیا ، اور **معبودیت بغیر استقلال کے** نہیں ہوسکتی ، تو لامحالہ اُنہوں نے محبوبانِ خدا کو **علم و قدرت** میں **مستقل** مانا ، یعنی اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ کا **محتاج نہیں جانا**

، اب جو انہیں پکارا تو معبود و مستقل سمجھ کر پکارا ، اس معبودیت اور استقلال کے ماننے سے اُن پر کفر و شرک آیا ، نہ کہ محض پکارنے سے۔

جبکہ سنی مسلمانانِ اہلِ حق محبوبانِ خدا کو ہرگز ہرگز معبود نہیں جانتے ، محبوبانِ خدا کو علم و قدرت وغیرہ کسی صفت میں مستقل نہیں مانتے ، بلکہ واسطہ و وسیلہ و فیض رساں سمجھتے اور بہ اذنِ الٰہی عطائے الٰہی پہنچانے والا اعتقاد کرتے ہیں۔

اسے کفر و شرک سے کیا علاقہ؟....

اور محبوبانِ خدا کے لیے یہ منصب جیسے دنیوی زندگی میں ہے **وصال کے بعد** بھی ہے۔

__" **امام بخاری** کتاب **الادب المفرد** میں اور امام ابن السُّنِّی[ع] و امام ابن بَشْکُوال[ہ] روایت کرتے ہیں[ے]

ان ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت.	حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سوگیا کسی نے کہا اُنہیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں حضرت نے بآوازِ بلند کہا **یا محمداہ** فوراً پاؤں کھل گیا۔ "__

[کتاب الادب المفرد ۹۶۴ _ فتاوی رضویہ ۱۰۱/۱۲ ، مترجم ۵۵۲/۲۹]

یہاں ملاحظہ ہو ص ۲۳۔ اور مزید ثبوت اجمالاً ص ۴۸ تا ۵۱ میں۔ اور تفصیل آئندہ ص ۹۶ سے۔

ع __ و السُّنِّیون بالضم و کسر النون المشدَّدة ، من المحدّثین جماعة منهم : الحافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق الدِّیْنَوَرِی بن السُّنِّی ذو التصانیف المشهورة. [القاموس المحیط و تاج العروس]   ہ __ بفتحٍ فسکونٍ و ضَمّ الکاف. [تاج العروس]   ے __ حوالہ ص ۵۰ پر۔

☆

ظلمتِ گمراہاں

دعاء کی تعریف میں ''ہی'' سے گمراہوں کا زعمِ شرک

اقول :- آیتِ کریمہ بالا سے نیک بندگانِ خدا کو پکارنے کا شرک ہونا ثابت نہیں۔ چنانچہ **دیکھو!** قرآنِ کریم نے سورہ نجم آیت ۶۲ میں فرمایا

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ۩ تو اللّٰہ کو سجدہ کرو اور اُس کی عبادت کرو

یہاں سجدہ کا حکم فرمایا اور عبادت کا۔ عبادت اللّٰہ کے سوا کسی کی بھی ہو یقیناً اجماعاً شرک ہے۔ مگر **سجدہ** اُس کے سوا کسی **معظّمِ دینی** کو شرک نہیں جب تک بہ نیتِ عبادت نہ ہو۔ اگر صرف بہ نیتِ تحیت و تعظیم ہو تو **ہماری شریعت میں حرام** ہے ، **اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔** حضرتِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کے بھائیوں نے سجدہ کیا

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ [پ ۱۳ آیت ۱۰۰ یوسف] اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لیے سجدہ میں گرے۔ [کنز الایمان]

یونہی حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ [پ ۱ آیت ۳۴ البقرۃ] اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ [کنز الایمان]

سجدہ اگر مطلقاً شرک ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ

—" شرک کسی وقت جائز نہیں ہوتا [کیوں] کہ **قبیحِ عقلی** ہے "—

[اصول الرشاد ص۴۳]

اور **دیکھو** نماز میں قیام بھی ہے اور قیام تعظیم ہے جیسا کہ پوری نماز تعظیم ہے۔
مگر ایسا نہیں کہ اللّٰـــہ کے سوا کسی کے لیے قیام کیا جائے تو بہرحال شرک ہوجائے ،
بلکہ معظّمِ دینی کی آمد پر قیام مستحب ہے۔

......" مجمع بحار الانوار میں فرمایا : حدیث شریف میں ہے

((قوموا الی سیدکم)) ((اپنے سردار کے لیے قیام کرو))

[مشکاۃ المصابیح حدیث ۳۹۶۳]

اس سے معظّمِ دینی کی آمد پر قیام کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علامہ طِیْبی شارحِ
مشکوٰۃ نے فرمایا : یہ وہ قیام نہیں جس کی ممانعت ہے۔ "...... مترجماً

[فتاویٰ رضویہ مترجم ۲۳۵/۹ ، ۲۳۶]

توجیسے اللّٰـــہ کو سجدہ کرنے کا حکم ہے ، پھر بھی محبوبانِ خدا و معظّمانِ دینی کو سجدۂ
تحیت و تعظیم کرنا شرک نہیں۔ اور جیسے اللّٰـــہ کے حضور کھڑے ہونے قیام کرنے کا حکم
ہے ، پھر بھی معظّمانِ دینی کے لیے کھڑا ہونا شرک نہیں۔

یونہی اللّٰہ سے دعاء کرنے کا حکم ہے ، اس سے محبوبانِ خدا کو خدا کا بندۂ مُقرَّب جان
کر اور عطائے الٰہی ملنے کا واسطہ و وسیلہ مان کر پکارنا کیوں شرک ہوجائے گا؟....

☆

گمراہ یہاں شرک ثابت کرنے کی کوشش میں یہ آیت پیش کرتے ہیں

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ ؕ [پ ۲۰ آیت ۶۲ النمل]

یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اُسے پکارے اور دور کردیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کے وارث کرتا ہے کیا اللّٰہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔ [کنز الایمان]

ظلمتِ گمراہاں

پھر کہتے ہیں

دعا کو قبول کر کے تکلیف دور کردینا صرف ''معبود'' کے ساتھ ہی خاص ہے اس لیے اللّٰہ جل جلالہ کے علاوہ کسی اور سے ''دعا'' کرنا گویا اُسے ''معبود'' بنالینے کے ہی مترادف ہے۔ [پرچۂ گمراہاں ص۲]

اقــــول:- اولاً:- یہ اور اس سے پہلے کی آیات مشرکین کو زَجر [جھڑک] اور دعوتِ غور و فکر اور ہدایت ہیں جس پر

ءَاِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ [پ ۲۰ آیت ۶۲ النمل] کیا اللّٰہ کے ساتھ اور خدا ہے

صاف دلیل ہے۔ اور مشرکین نے اللّٰہ کے سوا جنہیں مدد کے لیے پکارنا ٹھہرالیا تھا اُنہیں وہ **اپنا معبود مانتے تھے** ، تو مشرکین کا اُنہیں پکارنا **معبود جان کر پکارنا تھا** ، اس لیے شرک تھا۔

ب وہابیہ کے امامِ ہندی نے لکھا

'' بتوں کو پکارنا [وغیرہ] ان کا کفر و شرک تھا '' [تقویۃ الایمان طبع نولکشور ۱۸۷۶ء ص۸]

اور آیتِ کریمہ نے خاص بتایا تو اس کو خاص بتایا کہ معبود جان کر پکارنا صرف اللہ ہی کو ہوسکتا ہے۔

جبکہ سنی مسلمانانِ اہلِ حق محبوبانِ خدا کو ہرگز ہرگز معبود نہیں جانتے ہرگز ہرگز مستقل بالذات نہیں جانتے ہرگز ہرگز حقیقۃً بالذات انہی کو اپنے سے عطاء دینے والا نہیں مانتے ،

بلکہ واسطہ و وسیلہ و فیض رساں سمجھتے اور عطائے الٰہی پہنچانے والا مانتے ہیں

اوراسے آیتِ کریمہ نے شرک ہرگز نہیں ٹھہرایا۔

ہاں گمراہوں نے شرک تھوپنے کی کوشش میں وہ آیت جو مشرکین کے حق میں اتری تھی سچے اہلِ حق سنی مسلمانوں پر ڈھالی ، یہ وہ **بدعتِ سیئہ** اور وہ **گمراہی** ہے جو خارجیوں [۱] نے ایجاد کی۔

— " صحیح بخاری شریف [باب قتل الخوارج] میں تعلیقاً اور شرح

---

[۱] خارجی وہ گمراہ فرقہ ہے جو خلیفۂ راشد سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھه الکریم کے دورِ خلافت میں ابھرا اورآپ نے اس گمراہ فرقے سے جہاد کیا اور اس فرقے کے تہِ تیغ فرمانے سے لوگوں نے جب یہ سمجھا کہ یہ ختم ہوگئے تو فرمایا : ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں ، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا

حتی یخرج اٰخرھم مع الدجال. یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ [الملفوظ ۱/۵۶ ، ۵۷]

[البدایة و النهایة ۷/۳۴۰ ، ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴]

اسی خارجی فرقے کا ترکہ نجدی وہابی اماموں اوراُن کے سپوتوں نے پایا ہے۔

السنة امام بَغَوِی [۲۵۵۷] و تهذیب الآثار امام طَبَرِی میں موصولاً وارد

کان ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما یری الخوارج شرار خلق اللّٰہ و قال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المومنین. "__

عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللّٰہ کی مخلوق میں سے بدترین مخلوق جانتے تھے کیونکہ خارجیوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

[فتاوی رضویه ۲۸۴/۳ ، مترجم ۶۵۶/۶ ، ۶۵۷]

حالانکہ کھلا فرق ہے

مسلمان اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعاء مانگتے ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ کو اپنا معبود مالکِ حقیقی قادر بالذات اور مستقل علی الاطلاق مانتے ہیں

جبکہ نیک بندگانِ خدا کو پکارتے اُن سے کچھ مانگتے ہیں تو ...... مشرکوں کی طرح ...... نیک بندگانِ خدا کو اپنا معبود **یا** مالکِ حقیقی قادر بالذات مستقل **ہرگز نہیں مانتے۔**

بلکہ **واسطہ** و **وسیلہ** و فیض رساں **سمجھتے ہیں** ، **مددِ الٰہی** کا **مَظْہَر** و **ظل** مانتے ہیں اور **جو ملے** اُسے **عطائے الٰہی** ہی جانتے ہیں۔

تو یہ پکارنا **حقیقت** میں **اللّٰہ** عَزَّ وَجَلَّ **ہی سے مانگنا** اور اُسی سے دعاء کرنا اور اُسی کی مدد و عطاء چاہنا ہے۔ اُس کو **چھوڑ کر** کسی **اور سے** مانگنا اور اُس کی مدد و عطاء سے **جدا** کسی **اور کی مدد** و عطاء چاہنا **نہیں ہے۔**

[**انتباہ**:- اس کی مزید تفصیل و تحقیق آئندہ ص ۱۳۸ سے آ رہی ہے]

ثانیاً :- **اگر** گمراہوں کے زعم میں اس آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ فریادی کی پکار سن کر مصیبت دور کردینا اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا خاص ہے کہ کسی بھی اور کے لیے کسی طرح یہ مانا جائے تو لامَحالہ یہ معبود بنا لینے کے مترادف اور شرک ہی ہوگا **تو** اسی کی نظیر ہے یہ آیتِ کریمہ

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ [پ ١١ اٰیت ٣١ یونس]

اے نبی! ان کافروں سے فرما وہ کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہیں گے کہ اللّٰہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

یہ آیتِ کریمہ بھی مشرکین کو زجر اور دعوتِ غوروفکر اور ہدایت ہے ، اس میں کاروبارِ عالَم کی تدبیر فرمانے کو قرآنِ عظیم نے اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کی ایسی خاص صفت بتایا جسے کافر مشرک تک اللہ ہی کی خاص صفت جانتے ہیں۔

—" اُن سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے؟..... تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے "— [الامن و العلیٰ ص٨٦]

تو کیا گمراہ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ عالَم کی تدبیر فرمانا اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ ایسا ہی خاص ہے کہ کسی اور کو کسی بھی طرح تدبیر کرنے والا ماننا بہرحال اُسے خدا ٹھہرا لینے کے مترادف اور خالصتاً شرک ہے؟......

حالانکہ خودقرآنِ عظیم یہ صفت اپنے مقبول بندوں کے لیے ثابت فرماتا ہے کہ

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۵ قسم اُن فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے [پ ۳۰ ایت ۵ النّٰزعات]

اور تدبیرِ عالَم کی صفت مقبول بندوں کے لیے ماننا **اگر** اس لیے شرک نہیں کہ یہ عطائی ہے ، اور اللّٰہ رب العزت جَلَّ جَلَالُہٗ کی صفتِ تدبیرِ عالَم ذاتی ہے

تو فریادرس کر تکلیف دور کردینے کی صفت بھی تو محبوبانِ خدا کے لیے اہلِ حق سنی مسلمان عطائی ہی مانتے ہیں۔

اور یہ **صحیح حدیث** سے **ثابت** ہے۔

چنانچہ **صحیح حدیثِ** تِرمِذی [۳۵۷۸] و نَسَائِی [۱۰۴۲۰] و ابنِ مَاجَه [۱۳۸۵] و ابنِ خُزَیمَه [۱۲۱۹] و طَبَرَانِی [المعجم الکبیر ۸۳۱۰] و حَاکِم [المستدرک ۱۱۸۰] و بَیْهَقِی دلائل النبوۃ [۱۶۶/۶] جسے **صحیح** حدیث **قرار دینے** کو امام حافظ الحدیث **عبد العظیم** مُنذِری وغیرہ **ائمۂ نقد و تنقیح** نے برقرار رکھا جس میں ہے کہ

__" حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نابینا کو دعاء تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے [و یدعو بھذا الدعاء اور یہ دعاء مانگے]

اللّٰھُمَّ اِنّی اَسئَلُکَ واَتَوَجَّہُ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ ہوں تیرے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے

الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِيُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ [شِفاء السَّقام ص۱۲۳ ۔ الدُّرَرُ السَّنِيّة ص۹]	وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللّٰہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو۔ الٰہی انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ ‘‘ ـــ

[الامن والعُلیٰ ص ۱۵۲ ، ۱۵۳ ، فتاویٰ مترجم ۴۹۶/۳۰ ، ۴۹۸]

اور امام فقیہ محدّث علامہ تقی الدین سُبْکی شافعی [م ۷۵۶ھ] فرماتے ہیں

ان عثمان بن حنیف وغیره استعملوا ذلک بعد موته صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم [شفاء السقام ص۱۲۴]	راویِ حدیث سیدنا **عثمان بن حُنَیف وغیرہ** نے **بعدِ وصالِ** اقدس بھی اسے برتا۔

چنانچہ راویِ حدیث صحابیِ رسول سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه نے حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کے **وصال کے بعد** یہی دعاء ایک دوسرے صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی جسے امام طَبَرانی نے کئی سندوں سے ذکر کرکے فرمایا: **و الحديث صحيح** : یہ حدیث صحیح ہے۔

[المعجم الصغیر ۳۰۶/۱ ، ۳۰۷ ، فتاویٰ رضویه مترجم ۴۹۹/۳۰]

[یہ سب بالتفصیل آئندہ ص۹۶ سے آرہا ہے]

پھر امام سُبْکی فرماتے ہیں

عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ	سیدنا **عثمان** بن حُنَیف اور جو **صحابہ** آپ کے ساتھ

عنــه و مـن حـضَـره هم اعلم باللّٰه و رسوله.

مختصراً

[شفاء السقام ص۱۲۵]

بیٹھے تھے [جنہوں نے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ دعاء تعلیم فرمانا اور اُس دعاء سے نابینا صحابی کا بینا ہونا دیکھا] رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم وہ **ہم سے زیادہ اللّٰہ و رسول** کو **جاننے والے** ہیں۔

نیز **سیدنا بلال بن الحارث** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے **خشک سالی کی مصیبت** دور ہونے کے لیے **بعدِ وصال** حضورِ انور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی **تربتِ اطہر پر** بارش کی دعاء کے لیے **نداء وفریاد کی** ، اور خشک سالی کی مصیبت دور ہونے کی نعمت پائی۔

[**صحیح حدیث** دلائل النبوة امام بَیْہَقی ۷/۴۷۔ و مصنف ابنِ اَبی شَیْبَہ ۳۲۰۰۲ ۔

و فتح الباری ۳/۵۸۲]

سیدنا عبد اللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے **پیرسُن ہوجانے کی مصیبت میں** بعدِ وصال نداء وفریاد کی **یا محمداہ** اور وہ **مصیبت** دور ہوگئی۔

[کتاب الادب المفرد امام بخاری ۹۶۴۔ عمل الیوم و اللیلة امام ابن السُّنِّی ۱۶۸۔

القربة الی رب العلمین بالصلاة علی محمد سید المرسلین امام ابن بَشْکُوال ۱۰۱]

حضرتِ بلال بن الحارث رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے **قحط کی پوری قوم پر آئی جان لیوا مصیبت** سے نجات کے لیے **بعدِ وصال** نداء وفریاد کی **یا محمداہ** ، اور **خواب میں** حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **بشارت پائی**۔ [الکامل ۲/۳۹۷]

امام ابنِ جوزی نے **بسندِ مسلسل** تین اولیائے کرام دلاورانِ شام سے **مصیبت کے وقت** **یا محمداہ** کی نداء وفریاد روایت کی۔ [عیون الحکایات ص۱۹۷ ، ۱۹۸]

امام شَطَّنَوْفِی مصنفِ بھجة الاسرار شریف جن کی تعریف امام **ذَھَبِی** نے کی ، اور امام محمد جَزَرِی جن کے شاگرددرشاگرد ہیں ، اور بھجة الاسرار اپنے استاذ سے پڑھی اور اس کی سندواجازت حاصل کی ، وہ جلیل القدر عظیم الفضل **امام شَطَّنَوْفِی** بہ **سندِ صحیح** حضورسیدنا **غوثِ اعظم** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا **ارشاد** روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

......'' جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریادکرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرانام لےکر نداء کرے وہ سختی دورہو۔ ''...... [بھجة الاسرار ص۱۰۲]

[تفصیل آئندہ ص۹۶ سے آرہی ہے]

حدیثِ ترمذی [۱۷۵/۲ ۔ ۳۳۷۲] و ابوداؤد [۲۰۸/۱ ۔ ۱۴۷۹]

عن النعمان بن بشير عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الدعاء هو العبادة ، ثم قرأ

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۠ ﴾

[پ۲۴ آیت۶۰ المومن]

نعمان بن بشیر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صَحبہ وسلم سے راوی کہ فرمایا: دعاء ہی عبادت ہے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی

﴿اورتمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعاء کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جومیری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبرکرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر﴾

اس آیت وحدیث سے استناد کرتے ہوئے گمراہ کہتے ہیں

ظلمتِ گمراہاں

دعاء عبادت کی ایک اعلیٰ قسم ہونے کے باعث صرف اور صرف ایک اللہ جل جلالہ کی ہستی کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی بھی اور ہستی سے دعاء کرنے والا متکبر انسان شرک میں مبتلا ہونے کے باعث ذلیل و خوار ہوکر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

[پرچۂ گمراہاں ص۲]

حدیثِ بالا سے استناد پر کلام

اقــول:- حدیثِ بالا میں جس دعاء کو عبادت بتایا گیا وہ **وہ دعاء ہے جو بارگاہِ الٰہی میں** ہے ، مطلقاً ہر پکارنے کو عبادت نہیں کہا گیا ہے۔

چنانچہ **اولاً**:- یہاں میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی اس میں دیکھو کہ جس دعاء کا حکم ہے وہ کس کی بارگاہ میں ہے؟.....

ثانیاً :- خود امام ابو داؤد جنہوں نے باب الدعاء باندھا اور اس کے تحت یہ حدیثِ پاک بیان کی انہوں نے یہی سمجھا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے فریاد۔ لہٰذا جو احادیث امام نے اس باب میں لائیں اُن میں میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی دعاء وفریاد بہ بارگاہِ الٰہی سبحانہ کے احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں۔

ثــالثاً:- امام ترِمذِی نے اسے باب ما جاء فی فضل الدعاء یعنی فضیلتِ دعاء میں روایت کیا تو یہ سمجھا کہ یہ ارشادِ اقدس ((الدعاء ھو العبادۃ : دعاء ہی عبادت ہے)) دعاء کی فضیلت واہمیت کو بتاتا ہے۔

جیسے

عبادت بغیر تعظیم کے نہیں ہوتی تو اگر کہا جائے تعظیم ہی عبادت ہے تو یہ عبادت میں تعظیم کی اہمیت کو بتائے گا۔

یہ نہیں کہ تعظیم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ ایسی خاص ہے کہ اُس کے مقربانِ بارگاہ کی اگر تعظیم کی جائے تو وہ شرک ہوجائے ، ہرگز نہیں۔

خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی ان مکانات کی تعظیم ہی ہے اور شرک ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اسلام وایمان ہے۔

عین نماز میں حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر درود وسلام عرض کرنا ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیمِ حضور ہے اور شرک ہرگز نہیں بلکہ اسلام وایمان ہے۔

ــــ ولہذا وہ جنہیں اللہ نے **حدیث کی واقعی سمجھ** اور **دین** کی باتوں پر گہری نظر دی وہ فرماتے ہیں

__" حقیقی مستحقِ ہر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عَزَّ جَلالُہٗ ہے۔

معظّمانِ دینی کی تعظیم اُس کی طرف نسبت وعلاقہ سے ہے۔ وہ غایتِ عظمت میں ہے تو غایتِ تعظیم اعنی عبادت اُسی کے لائق۔ دوسرے کہ اُس سے منتسِب [نسبت رکھنے والے] ہیں اپنی اپنی نسبتوں کے قدر اُس کے حکم سے دیگر معظّماتِ نازلہ کے مستحق [ہیں]۔ تو یہ ←

ــــه **معظّمات** : مصدرِ میمی یعنی تعظیمات۔ **نازِلہ** : یعنی کم درجہ۔

یونہی ((دعاء ہی عبادت ہے)) یہ دعاء کی اہمیت کو بتاتا ہے یہ نہیں کہ اللہ کے کسی نیک بندے کو پکارا جائے تو وہ اس کی عبادت اور شرک ہوجائے۔

آیتِ بالا سے استناد پر کلام

اولاً:- آیتِ کریمہ میں اِستِکبَار کا کلمہ ہے ، اور اِستِکبَار و تَکَبُّر کا معنیٰ ہے : خودکو بڑا سمجھنا۔ [القاموس المحیط للعلامة مَجُدُ الدین الفیروز آبادی] اور جسے اللہ سے دعاء کرنے میں تکبر ہو وہ کافر ہے۔ فتح الباری میں ہے

فالوعید انما ھو فی حق من ترک الدعاء استکبارا ، و من فعل ذلک کفر. [فتح الباری ۱۴/ ۱۴۸]	جہنم کی وعید اُس کے لیے ہے جو براہِ تکبر دعاء سے باز رہے ، اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے۔

← تعظیمیں اعطاء کل ذی حق حقه [: ہر حقدار کو اُس کا حق دینا۔ بخاری شریف رقم۱۹۶۸] کے قبیل سے ہوئیں ، **بلکہ حقیقۃً اُسی کی تعظیم ہیں** ، ولہذا حضور سید العالمین اعظم المعظَّمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشَّیْبَة المسلم	بوڑھے مسلمان اور سنی عالم
و حامل القرآن غیر الغالی فیه و الجافی عنه	اور عادل بادشاہ کی تعظیمیں
و اکرام ذی السلطان المُقْسِط.	اللہ ہی کی تعظیم ہیں۔

رواہ ابو داؤد [۴۸۴۳] بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه. ”——

[فتاوی رضویه نصفِ آخر ۵۳/۹ مترجم ۵۹۹/۲۴ ، ٦٠٠]

تو گمراہوں کا زعم کہ ..... ’’تکبر کرنے والا شرک میں مبتلا‘‘..... یہ تو آیتِ بالا سے نہ نکلا۔

ثــانیــاً :- سنی مسلمانوں کا محبوبانِ خدا کو پکارنا یہ بارگاہِ الٰہی میں دعاء سے فرار ہے ہی نہیں ، متکبرانہ فرار تو بہت دور کی بات ہے۔ بلکہ اس سے سنی مسلمانوں کی بارگاہِ الٰہی میں عاجزی انکساری ثابت ہے۔

کیونکہ محبوبانِ خدا سے عاجزانہ فریاد سنی مسلمان کس لیے کرتا ہے؟..... اس لیے کہ یہ جانتا ہے کہ انہیں اللّٰــہ سے نسبت ہے علاقۂ قرب ہے یہ اُس کے محبوب بندے ہیں ، تو جس ذات سے نسبت دیکھ کر ان صاحبِ نسبت کے سامنے جھک پڑا خود اُس ذات کے لیے عاجزی انکساری کے جذبہ سے کیسے خالی ہوگا؟......

اور سنی مسلمانوں کی محبوبانِ خدا سے نداء وفریاد ، بارگاہِ الٰہی جَلَّ وَ عَلَا میں دعاء سے فرار اس لیے نہیں ہے کہ یہ حقیقت میں اللہ ہی سے نداء وفریاد ہے کیونکہ

__’’ یہ اُسی کے ظل ہیں ان سے مانگنا بعینہٖ خدا سے مانگنا ہے ‘‘__

[تکمیلاتِ الاستمداد ص۱۰۵]

آئینہ کے توسط سے سورج کی روشنی گھر میں لو تو یہ سورج سے روشنی لینے سے فرار نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت میں سورج ہی سے روشنی لینا ہے۔ اسی سے جہالت گمراہوں کو شرک سکھاتی ہے۔

انتباہ:- اس کی تفصیل اور گمراہوں کی ظلمت کا کامل قلع قمع آئندہ [ص۱۳۸ تا ۱۴۷ میں] آرہا ہے۔

☆

قرآنِ کریم فرماتا ہے

وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ھُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ○ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَھُمۡ اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ○ [پ ۲٦ ایت ۵ ، ٦ الاحقاف]	اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔

ظلمتِ گمراہاں

گمراہ ان آیاتِ کریمہ سے کہتے ہیں

> نمازِ غوثیہ کا انجام: قرآنِ حکیم نے واضح طور پر اُن لوگوں کے انجام کا ذکر بھی کر دیا ہے جو اولیاء اور بزرگانِ دین وغیرہ کو اللہ جل جلالہ کے علاوہ دعا کے لیے پکارتے ہیں۔ [پرچۂ گمراہاں ص۳ ، ۴]

اقول :- گمراہوں کی ظلمت انہیں کھینچ کر یہاں لائی ہے۔ گمراہوں نے ''غائب میں'' کی قید لگا کر ہر فریاد و پکار کو ''دعاء'' بمعنی ''عبادت'' زعم کر لیا ، یعنی جسے پکارا جائے اُس کی عبادت۔ اس کا باطل ہونا [ص۳٦ سے یہاں تک] ہم دکھا چکے۔ مزید دیکھو! دعاء کا معنی ہے ''پکارنا'' اور ہر پکارنا عبادت نہیں۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ	رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا

كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ [پ ۱۸ ایت ۶۳ النور]	نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت میں ''دعـــاء'' کا کلمہ ہے جو پکارنے کے معنی میں ہے۔ اور عبادت نہیں ہے

یونہی ہر غائبانہ فریاد و پکار بھی عبادت نہیں ہے۔ حدیثِ ترمذی و نسائی و طبرانی و بیہقی میں حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غائبانہ **خطاب** و **نداء** و فریاد کو ''**دعاء**'' فرمایا گیا [ملاحظہ ہو ص۹۶ ، ۱۰۰]۔ وہ بھی پکارنے کے معنی میں ہے ، اور عبادت نہیں ہے۔ حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی [م ۱۳۰۴ھ] رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

و انما النداء الذی یکون عبادة ھو نداء من یعتقد الوھیتہ و استحقاقہ للعبادة فیرغبون الیہ و یخضَعون بین یدیہ.

جو پکارنا عبادت ہے وہ صرف یہ ہے کہ خدا مان کر پکارے عبادت کے لائق اعتقاد کر کے پکارے اسی اعتقاد سے اس کا دل اُدھر کھنچے اور یہ وہاں جھکے۔

فالذی یوقع فی الاشراک ھو اعتقاد الوھیة غیر اللّٰہ تعالیٰ او اعتقاد التاثیر لغیر اللّٰہ تعالیٰ.

تو وہ چیز جس سے شرک آتا ہے وہ ہے اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عبادت کے لائق جاننا خدا ماننا یا اُس کے سوا کسی کو مؤثّر ماننا۔

و اما مجرد النداء لمن لا یعتقدون الوھیتہ و تاثیرہ او

رہا اللّٰہ کے سوا کسی کو صرف پکارنا جو عبادت کے لائق جان کر نہ ہو اُسے خدا مان کر

استحقاقه للعبادة فانه ليس عبادة و لو كان ميتا او غائبا.

[الدُرَر السَنِیّة ص۳۴]

نہ ہو اُس کے مؤثّر ہونے کا عقیدہ رکھ کر نہ ہو تو یہ عبادت نہیں اگرچہ جسے پکارا وہ دنیا سے گذر چکا ہو یا نگاہوں سے اوجھل ہو۔

اور آیاتِ کریمہ جو جاہل ظالم گمراہوں نے پیش کی خود ان میں آیتِ ثانیہ میں **بِعِبَادَتِهِمْ** کا کلمہ ہے جو صاف بتا رہا ہے کہ دعاء سے آیتِ کریمہ میں مراد ہے : عبادت ، یعنی معبود جان کر پکارنا ، نرا پکارنا مراد نہیں ہے۔

یہ دلیل یوں ہے کہ حشر کے دن وہ اس کے اُسی برتاؤ سے اپنی بیزاری و ناراضگی ظاہر کریں گے جو برتاؤ اس نے دنیا میں اُن کے ساتھ کیا ہے ، اور وہ برتاؤ کیا ہے؟...... اسے قرآنِ کریم نے فرمایا **عبادتهم** اس نے اُن کی عبادت کی اُنہیں معبود جان کر پکارا۔

تو آیتِ کریمہ غیر کی عبادت کرنے غیر کو پوجنے اور خدا ماننے والے مشرکین کے بارے میں ہے جسے گمراہوں نے اپنی نرالی شرک بیں آنکھ سے دیکھ کر بزرگانِ دین کو بغیر قصدِ عبادت صرف وسیلہ کے طور پر پکارنے والے سچے مسلمانوں سنیوں پر ڈھال دیا

یہ حدیثِ بخاری وغیرہ کے مطابق وہی گمراہ خارجیوں کا ترکہ ہے جو ان کے نجدی و دہلوی اماموں نے اور خود انہوں نے پایا ہے جیسا کہ [ص۴۵ ، ۴۶ میں] گذرا اور [حاشیہ ص۱۷۱ ، ۱۷۲ میں] آرہا ہے۔

نیز یہ گمراہوں کا وہ فتنہ ہے یعنی قرآنِ کریم کی اپنی خواہش کے مطابق تفسیر

کرنا جس سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے نقصان کا سب سے زیادہ اندیشہ تھا جیسا کہ [ص۳۴ میں] گذرا۔

محبوبانِ خدا علی سیدھم و علیھم الصلوٰۃ والثناء کو سچے مسلمانوں کا پکارنا اُن سے فریاد کرنا اُن کی عبادت نہیں ہے ، یہ اوپر گذرا۔ اور آیتِ کریمۂ بالا میں فریاد سننے اوردادرسی کرنے کی نفی بتوں سے فرمائی گئی ہے جیسا کہ اکثر تفاسیر میں ہے۔

اور وہ محبوبانِ خدا مراد ہوں جنہیں مشرکین نے معبود ٹھہرالیا تو بھی مشرکین کے مزعوم وموہوم وخیالی سے نفی ہے جن کا صفحۂ ہستی پر قطعاً کوئی وجود نہیں۔

کیونکہ ایسے محبوبانِ خدا کہ معاذ اللّٰہ معبود ہوں یہ محض مشرکین کے زعم ووہم وخیال میں ہیں ، واقع میں ہرگز نہیں۔

اور جو واقع میں ہیں وہ معبود ہرگز نہیں ، اور من دون اللّٰہ بھی نہیں [جیسا کہ ص۱۳۸ سے آرہا ہے] اور اُن سے فریاد سننے اور دادرسی فرمانے کی نفی نہیں۔ [اس کا ایضاح ص۱۳۸ سے آرہا ہے]

محبوبانِ خدا تو اپنے نام لیواؤں کی فریاد وپکار سنتے اوردادرسی فرماتے ہیں جس کا اجمالی ثبوت [ص۲۳ ، ۴۱ اور ص۴۸ تا ۵۱ میں] گذرا ، تفصیلی [ص۹۶ سے] آرہا ہے۔

ظلمتِ گمراہاں

نیک بندگانِ خدا سے فریادو پکار کو شرک ٹھہرانے کی دھن میں گمراہ کہتے ہیں کہ

من دون اللہ سے دعا کرنا شرک ہے کیونکہ وہ نفع ونقصان کے مالک نہیں

[پرچۂ گمراہاں ص۲]

اوراس پر ان آیات سے سندلاتے ہیں

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ○

[پ ۱۵ آیت ۵٦ ، ۵۷ بنی اسرائیل]

تم فرماؤ پکاروانہیں جن کو اللّٰہ کےسوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیارنہیں رکھتے تم سے تکلیف دورکرنے اور نہ پھیر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اُس کی رحمت کی امید رکھتے اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ [کنز الایمان]

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا

مسیح ابنِ مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہوگذرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھوتو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لیے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں تم فرماؤ کیا اللہ کےسوا ایسے کو پوجتے

نَفۡعًا ؕ وَ اللّٰہُ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ○ ہو جوتمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

[پ ٦ ایت ٧٥ ، ٧٦ المائدة] [کنز الایمان]

ان آیات سے گمراہ یہ دعویٰ کرتے ہیں

> مندرجہ بالا آیت میں اللّٰـہ جل جلالـہ نے نہ صرف اپنے نیک بندوں کو من دونہ فرمایا بلکہ ساتھ ہی اُن نیک بندوں کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے کی بھی ٪100 نفی فرمادی۔
> نہ صرف عیسی بن مریم علیہ السلام اور اُنکی والدہ کو ''من دون اللہ'' فرمایا بلکہ اُنکے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے کی بھی ٪100 نفی فرمادی۔ [ص ۲ ، ۳]

اقول :- **اولاً** :- یہ پکارنے والے وہ تھے جو محبوبانِ خدا کو معبود مانتے اور اُن کی عبادت کرنے کا اعتراف کرتے تھے۔

چنانچہ پچھلی آیت میں خود ہی ''عبادت'' کا کلمہ موجود ہے کہ

محبوب فرمادو کیا اللہ کے سوا ایسے کو **پوجتے** ہو الخ

تو وہ لوگ پوجتے تھے اور محبوبانِ خدا کو اپنے زعم میں خدا ٹھہرائے ہوئے تھے۔

اور پہلی دو آیتوں کی **تفسیر** میں **صحیح حدیثِ بخاری** نے یہی بتایا کہ وہ پکارنے والے پوجنے والے تھے اور مقبولانِ خدا کو معبود ٹھہرائے ہوئے تھے۔

اور معبود کہنا اور عبادت کا اعتراف کرنا کھلی دلیل ہے کہ وہ مقبولان ومحبوبانِ خدا کو خدا کے برابر ٹھہرائے ہوئے تھے۔ کیونکہ معبودیت ومحتاجی میں تضاد ہے۔ جو محتاج ہو وہ معبود نہیں ہوسکتا ، اور جو معبود ہوگا وہ محتاج نہیں ہوسکتا ، بلکہ مستقل ہوگا۔

ملاحظہ ہو کشفِ وحید ص۱۷۳ ، ۱۷۴ ۔ فتاوی رضویہ مترجم ۶۴۹/۲۹۔

تو وہ پکارنے والے ضرور محبوبانِ خدا کے لیے سننے جاننے مدد کرنے بلا ٹالنے مصیبت دور کرنے وغیرہ کی **مستقل** طاقت وقدرت مانتے تھے ، یعنی اس طاقت و قدرت میں انہیں اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ کا **محتاج نہیں** سمجھتے تھے ، بلکہ **مستقل** جانتے تھے۔

تو ان **آیات** نے اسی **استقلال کی نفی** کی ، یعنی مقبولانِ خدا مستقل طور پر نفع کے مالک نہیں۔

چنانچہ امام بخاری نے پہلی آیتِ کریمہ کو عنوانِ باب میں لیا اور اس کے بعد حدیث روایت کی کہ

قال عبد اللّٰه : کان ناس من الانس یعبدون ناسا من الجن. [حدیث ۴۷۱۴ ۔ فتح الباری ۱۰/۳۷۱]	حضرتِ عبداللہ ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ [تفسیرِ آیت میں] فرماتے ہیں کہ کچھ قبائلِ عرب ایک گروہِ جن کو **پوجتے تھے** الخ

تو معنیٔ آیت یہ ہوئے کہ

اللہ کے سوا جنہیں تم معبود زعم کرتے اور خدا سمجھتے ہو اُنہیں پکار دیکھو

اور آگے دوسری آیت سے ایک باب باندھا اُس میں بھی سیدنا ابنِ مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کی کہ

عن عبد اللّٰه رضی اللّٰه عنه فی هذه الآیة قال: ناس من الجن یُعْبَدُوْن فاسلموا. [فتح الباری ۱۰/۳۷۲]	انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا : کچھ جنوں کی **پرستش کی جاتی تھی** پھر وہ جن ایمان لے آئے۔

تو یَدْعُوْنَ عبادت کے معنی میں ہے۔ اور امام عَسْقَلانی نے یہ فرمایا کہ

مفعول یدعون محذوف تقدیرہ اولئک الذین یدعونھم آلھۃ یبتغون الی ربھم الوسیلۃ.

[فتح الباری ۱۰/۳۷۲ ، ۳۷۳]

یَدْعُوْنَ کا مفعول محذوف ہے۔ تقدیرِ عبارت یہ ہے کہ وہ جنہیں تم خدا پکارتے ہو خدا کہتے ہو وہ اپنے رب کے حضور وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

یہ ہے صحیح بخاری شریف میں ان دو **آیتوں** کی **تفسیر** کہ جن سے نفع نقصان کے مالک ہونے کی نفی فرمائی گئی وہ وہ ہیں جنہیں کافر اپنے زعم میں معبود سمجھتے تھے۔ تو اُنہیں ذاتی و مستقل طور پر نفع نقصان کا مالک جانتے تھے ، اسی کی آیاتِ کریمہ نے نفی فرمائی۔

ثانیاً :- خود یہ آیات دلیل ہیں اس پر کہ ..... '' مقبولانِ بارگاہِ الٰہی نفع کے مالک نہیں '' ..... سے مراد کیا ہے؟..... یہ کہ بطورِ استقلال نفع کے مالک نہیں۔

چنانچہ دیکھو! آخرِ آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا

وَ اللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ اور اللّٰہ ہی سنتا جانتا ہے

یہ سننا جاننا اُس کی صفت ہے ، اور اُس کی صفت عطائی نہیں ہوسکتی ، اُس کی ہر صفت ذاتی ہے ، اور اپنی ہر صفت میں وہ مستقل ہے۔

لہذا معنیٔ آیت یہ ہوئے کہ ذاتی اور مستقل طور پر صرف وہی سنتا جانتا ہے ، کوئی اور نہیں۔

تو اُس کے محبوب بندوں سے ذاتی اور مستقل طور پر سننے اور جاننے کی نفی ہوئی۔

اور نفع پہنچانا [تکلیف دور کردینا] سننے جاننے پر موقوف ہے ، تو ذاتی و مستقل طور پر نفع پہنچانے [اور تکلیف دور کردینے] کی نفی ہوئی۔

اور مَا لا یَمْلِکُ سے مراد یہ ہوئی کہ وہ اپنی ذات سے مستقل طور پر تمہیں نفع نہیں پہنچاسکتے۔ اور جو اپنی ذات سے مستقل طور پر نفع نہ پہنچاسکے وہ خدا نہیں ہوسکتا ، تو پھر تم کیسے اُنہیں خدا ٹھہراتے اور اُن کی عبادت کرتے ہو؟......

یہ ہے ان آیات کی خود **کلماتِ آیات** نیز **حدیثِ صحیح** اور **کھلی دلیلِ عقلی** کی روشنی میں تفسیر کہ مقبولانِ خدا سے ذاتی و مستقل طور پر نفع نقصان کے مالک ہونے کی نفی مراد ہے۔

ثالثاً :- آیتِ کریمہ میں رد ہے تو کس کا؟.... مذمت ہے تو کس کی؟.... زجر و توبیخ ہے تو کس پر؟.... دعوتِ غور و فکر ہے تو کسے؟.... جس نے محبوبانِ خدا کو معبود ٹھہرالیا۔

تو اُن پر حجت تو اسی سے قائم ہوگی کہ معبود ہونے کو جو سننا جاننا جو علم و طاقت وقدرت لازم ہے ...... یعنی ذاتی ...... وہ مقبولانِ خدا میں نہیں ہے پھر تم کیسے اُنہیں معبود ٹھہرا رہے ہو۔

رہا عطائی علم و طاقت تو اس کی نفی سے حجت قائم نہیں ہوگی ، **عطائی علم و طاقت کی نفی** تو ہم ہمارے رب جَلَّ وَعَلَا سے ضروریِ دینی مانتے ہیں۔

پھر عطائی علم و طاقت تو ہر آدمی اپنے میں اور دوسروں میں دیکھ رہا ہے ، اور

اس عطائی میں باہم نابرابری بھی دیکھ رہا ہے۔ کوئی طبیب ہے کوئی اُس کا محتاج مریض ، کوئی داتا ہے کوئی منگتا ، کوئی حاکم ہے کوئی محکوم۔ مگر مریض و منگتا و محکوم طبیب و داتا و حاکم کو اُس میں علم و طاقتِ عطائی دیکھ کر معبود نہیں سمجھتا۔

یونہی محبوبانِ خدا میں عام بندوں سے اونچا علم و طاقتِ عطائی ہو تو عقلِ سلیم رکھنے والا اُن کا علم و طاقتِ عطائی دیکھ کر اُنہیں معبود کیوں سمجھ لے گا؟......

ہاں حد سے بڑھنے والے دو فرقے ہوئے

ایک نے عام بندون کے علم و طاقت کو بلکہ دانہ پانی آگ ہوا دواء وغیرہ عام چیزوں کی عام طاقت کو ازخود ٹھہرادیا۔ یہ دہریے ہوئے ، خدائے تعالیٰ کے وجود سے سرے سے منکر۔

دوسرے نے محبوبانِ خدا کے عام بندوں سے اونچے علم وقدرت کو مستقل ٹھہرادیا اور اُنہیں معبود سمجھ لیا۔ یہ یہود و نصاریٰ و مشرکین ہوئے۔

ان کے بعد

وہابیہ آئے انہوں نے محبوبانِ خدا میں عام بندوں سے اونچی عطائی صفات و طاقت ماننے کو شرک اور سنی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرادیا۔

یہ اُن دونوں فرقوں سے بڑھ کر احمق ہوئے۔ دہریوں کو اتنی عقل تھی کہ عطائِ غیر مستقل اگر مانیں گے تو عطاء کرنے والی مستقل ہستی ماننا پڑے گی۔ یہود و نصاریٰ و مشرکین کو اتنی عقل تھی کہ عطائِ غیر مستقل مانیں گے تو محبوبانِ خدا کو خدا کا محتاج

ماننا پڑے گا اور محتاج معبود نہیں ہوتا تو محبوبانِ خدا کو معبود نہیں مان سکیں گے۔

وہابیہ کو اتنی عقل بھی نہ رہی

کہ صفت اگر عطائی غیر مستقل ہوئی تو خدائی نہ ہوئی ، اور خدائی اگر ہوگی تو عطائی غیر مستقل کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ ان گمراہوں نے حدیثِ مسند امام احمد [۳۲۴۷] پر عقل و خرد سے بیگانہ اور سنی مسلمانوں کی دشمنی میں کورانہ ہوکر صاف بول دیا کہ

> اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عطائی اختیار کا مالک اور غیر مستقل بذات کا عقیدہ'' رکھ کر ہی تو ماشاء اللہ و ما شئت کہا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرک قرار دیا

[پرچۂ گمراہاں ص ۳]

جیسا کہ ان کے امامِ ہندی نے عقل کی آنکھ پر مکابرہ کی پٹی باندھ کر صاف کہہ دیا کہ

> پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے

[تقویۃ الایمان طبع نولکشور ۱۸۷۶ء ص ۱۰]

اس تاریک ظلمت اندھی جسارت پر کلام آئندہ ص ۱۸۵ سے آ رہا ہے۔

رابعاً:- پہلی دو آیات میں سے پچھلی میں ہے

یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اپنے رب کے حضور وسیلہ ڈھونڈتے ہیں

وسیلہ کیا ہے؟.... گمراہوں نے وسیلہ کا قوسین میں معنی کیا

" (نیک اعمال کے ذریعے قرب) " [پرچۂ گمراہاں ص۲]

نیز ایک عنوان دے کر کہا ہے

" اللّٰہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: "نیک اعمال" اللّٰہ جل جلالہ کی مدد حاصل کرنے کا ایک بہترین "ذریعہ و وسیلہ" نیک اعمال بھی ہیں " [ایضاً ص۵]

اقول :- " امام احمد و حاکم اور طَبَرانی کبیر میں اور ابن ابی الدنیا اور بَیْہَقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : **روزہ** و قرآن بندہ کے لیے **شفاعت کریں گے**۔ روزہ کہے گا اے رب! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما ، قرآن کہے گا اے رب! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے بارے میں قبول کر ، دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی "۔

[مسند امام احمد حدیث ٦٦٣٧ ۔ بھارِ شریعت ۹۳/۵ ، ۹۴]

تو نیک اعمال میں قُربِ الٰہی کا نفع ہے ، مددِ الٰہی کا نفع ہے ، نیک اعمال شفاعت کرنے اور عذاب سے رہائی دلانے جیسے نفع کے مالک ہیں۔

لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۘ — لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔ [پ ١٦ ایت ٨٧ مریم]

روزہ عہد و قرار والوں میں سے ہے ، لہذا بحکمِ آیتِ بالا شفاعت جیسے نفع کا مالک ہوا۔

اور یہ نفع رسانی ذاتی و مستقل ہرگز نہیں ، تو ضرور عطائی غیر مستقل ہے ۔ اور نیک اعمال اللہ ہرگز نہیں ، بلکہ مخلوق ہیں

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ○ اورالـلّٰہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

[پ ۲۳ ایت ۹۶ الصّٰفّٰت]

تو گمراہوں کے نزدیک نیک اعمال ضرور من دون الـلّٰہ ہیں۔ تو آیتِ کریمہ نے گمراہوں کے من دون اللہ اور ہمارے مقبولانِ بارگاہ یعنی نیک اعمال کے لیے عطائی نفع کا مالک ہونا ثابت کیا ، اور گمراہوں نے جو کہا تھا کہ

من دون اللہ نفع ونقصان کے مالک نہیں

[ص ۲]

اسے خاک میں ملا دیا۔

خامساً :- گمراہوں نے

" اللّٰہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: نیک اعمال "

کے تحت جو **صحیح حدیث** صحیح مسلم پیش کی وہ خود اللّٰہ کے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کو نفع کا مالک ثابت فرما رہی ہے ، اور گمراہوں کے دعوے کہ

الـلّٰہ جل جلالہ کے نیک بندے من دون اللّٰہ ہیں۔ نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ ان کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے کی ٪100 نفی فرمادی ہے

[پرچۂ گمراہاں ص۲]

کو خاک میں ملا رہی ہے۔ چنانچہ

—" صحیح مسلم شریف [۱/۱۹۳] و سنن ابی داوٗد [۱/۱۸۷] و سنن ابن ماجه و معجم کبیر طَبَرَانی [۵/۵۶] میں سیدنا ربیعه بن کعب اسلمی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه سے ہے

قال کنت اَبِیْت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فَاَتَیْتُه بوَضوئه وحاجته ، فقال لی سَلْ (ولفظ الطبرانی فقال یوما رَبِیْعَةُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیَکَ رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت **اَسْئَلُکَ** مُرَافَقَتَکَ فی الجنة ، فقال اَوَ غَیْرَ ذالک قُلْتُ هُوَ ذاک	میں حضور پرنور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب حضور کے لیے آبِ وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا (رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا مانگ ! کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی میں **حضور سے سوال کرتا ہوں** کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے۔
قال فَاَعِنِّیْ عَلیٰ نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْد	سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

شیخ شیوخِ علماء الہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکة المصطفیٰ فی هذه الدیار سیدی شیخ محقق مولیٰنا عبد الحق **محدثِ** دہلوی [م ۱۰۵۲ھ] قُدِّسَ سِرُّهُ الْقَوِی شرحِ مشکوة شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں

از اطلاقِ سوال کہ فرمود سَـــلْ | یہ نہیں فرمایا کہ اپنی فلاں قسم کی مراد [مثلاً دنیوی

بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کارِ ہمہ بدستِ ہمت وکرامت اوست صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر چہ خواہد وہر کرا خواہد باذنِ پروردگارِ خود بدہد

[اشعة اللمعات كتاب الصلوة باب السجود وفضله ۱/۱۹۹]

آسائش وغیرہ کی کوئی مراد ہم سے طلب کر] .... بلکہ مطلقاً **بلا قید** فرمایا طلب کر مانگ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ایسا بلندو بالا اختیار عطاء فرمایا کہ مخلوق کی سب حاجتیں مرادیں حضور کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جسے چاہیں اپنے رب کے اذن سے عطاء فرمائیں۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اگر خیریتِ دنیاوعقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن

[اگر دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو حضور کی بارگاہ میں آ اور جو جی چاہے مانگ]

شعر حضرتِ شیخ محقق [عبد الحق محدثِ دہلوی] رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہ کا ہے۔

[اور] سیدی امام اَجَلّ محمد بُوصِیْرِی [م ۶۹۵ھ] قُدِّسَ سِرُّہٗ حضور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کرتے ہیں

فاِنّ مِنْ جُوْدِکَ الدنیا وضَرَّتَھا وَمِن علومِکَ عِلْمَ اللوح والقلمِ

یا رسول اللّٰہ دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوانِ جود و کرم سے ایک حصہ ہیں اورلوح و قلم کے تمام علوم .... جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہوا اورجو کچھ قیامِ قیامت تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے .... حضور کے علوم سے ایک پارہ ہیں۔

الحمد للّٰہ یہ **عقیدے** ہیں **ائمۂ دین کے**

محمد رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جنابِ عالَم تاب میں۔

برخلاف اُس سرکش **طاغی** شیطانِ لعین کے بندۂ داغی کے جو ایمان کی آنکھ پر کُفران کی ٹھیکری رکھ کر کہتا ہے

جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں [تقویۃ الایمان طبع نولکشور ۱۸۷۶ء ص۴۲]

اَلَا صَلّٰی ربُّ محمد علی محمد و اٰلہ وسلم ، واَخزیٰ منتقصیہ ، واعاذنا من حالھم و شرھم ، اٰمین. ''۔

سنتے ہو اللہ کی طرف سے حضور اور آلِ حضور پر درود و سلام۔ اور گستاخوں پر ذلت و پھٹکار۔ اللہ پاک ایسوں کے حالِ بد مآل سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

مختصراً [الامن و العلیٰ ص۱۴۸ تا ۱۵۲ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۴۹۳ تا ۴۹۵]

ہاں ہاں

گمراہوں کے نزدیک جب

محبوبانِ خدا بھی من دون اللّٰہ ہیں اور نفع و نقصان کے مالک نہیں اور

ان کے مشکل کشا و حاجت روا ہونے کی ۱۰۰ر فیصد نفی کردی گئی ہے

تو حضرتِ ربیعہ نے حضور سے جنت کیسے مانگ لی؟..... اور نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت کیسے مانگ لی؟..... کیا جنت اور جنت میں یہ اعلیٰ رفاقت نفع کی چیز نہیں؟.....

اچھا حضرتِ ربیعہ کو نہیں معلوم تھا جو ان گمراہوں کو معلوم ہے۔ میرے آقا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی حاجت کا سوال سن کر کیوں نہ فرمایا؟..... کہ میں جنت اور اُس میں یہ رفاقت جیسی اعلیٰ نفع کی چیز دینے کا مالک نہیں معمولی چیزیں جو میرے پاس ہیں بس اُن میں سے کچھ مانگ لو؟.....

نہیں نہیں یہ سب کہنا کہاں بلکہ گمراہوں کی ناک خاک میں رگڑ دی کہ حضرتِ ربیعہ کے اتنے بڑے سوال کے بعد مزید فرمایا **اور کچھ**؟.....

پھر یہ ارشاد کہ ((کثرتِ سجود سے میری مدد کرو)) یہ بھی صاف بتاتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو یہ اختیار دیا ہے کہ جنت میں اپنی رفاقت جیسی اعلیٰ نعمت کا اپنے غلاموں کو **نفع بخشیں**۔

گمراہوں نے آدھا دیکھا کثرتِ سجود کی طرف رہنمائی اور آدھا نہ دیکھا میری مدد کرو نہیں نہیں بلکہ اپنی گمراہی کے نشہ میں اس سے آنکھیں اندھی کرلیں۔ اور اس پر صرف یہ عنوان دیا کہ

''اللہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: نیک اعمال'' [پرچۂ گمراہاں ص۵]

اقول:- اگر کثرتِ سجود ہی حضرتِ ربیعہ کی تمنا برآئی کا واحد ذریعہ تھا تو میری مدد کرو فرمانے کا کیا معنیٰ؟..... اپنے رب کی عطاء اور اُس کے اذن سے یہ اعلیٰ نفع دینے کا بار اگر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دوشِ ہمت پر نہیں لیا ہوتا تو پھر بغیر بار لیے حضرتِ ربیعہ سے مدد کرنے کو کیوں ارشاد فرماتے؟.....

تو یہ ارشاد ظاہراً یہ بتاتا ہے کہ معنی یہ ہے کہ

ربیعہ! تمہاری عرضی قبول اور التجا مقبول ہے ، ہم نے تمہیں نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اپنی رفاقت دی ، ساتھ ہی تمہیں ارشاد و ہدایت کرتے ہیں کہ کثرتِ سجود سے ہماری مدد کرو ، یعنی بہ کثرت نوافل پڑھو ، تا کہ تمہارے اندر اس **اعلیٰ نعمت** کی **صلاحیت** آجائے ، اور ہمیں اس صلاحیت کے لیے کوشش نہ کرنا پڑے۔

یا پھر جو مصلحت شایانِ شانِ حضور ہو۔ ورنہ ہمتِ حضور تو وہ ہے کہ

جس کو بارِ دو عالَم کی پروا نہیں ایسے بازو کی ہمت پہ لاکھوں سلام

بہرحال اس ارشاد سے ظاہراً بھی یہ ثابت نہیں کہ خود میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے رب جَلَّ وَ عَلَا کی عطاء و اذن سے اس اعلیٰ نعمت کا نفع دینے کی طاقت نہیں ، جیسا کہ گمراہوں کا زعم ہے۔

بلکہ مطلق ((سَـــلْ : مانگ)) فرمانے سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے جس کی حضرت شیخ **محقق محدث** دہلوی نے تصریح فرمائی کہ

__" حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں ، دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے **اختیار** میں ہیں "__

[الامن و العلیٰ ص۱۴۹ ، ۱۵۰ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۴۹۴]

تو گمراہوں کی پیش کردہ یہ **صحیح حدیثِ** صحیح مسلم [۱۰۹۴] حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نفع کا مالک ثابت فرما رہی ہے ، اور گمراہوں کے زعم کو خاک میں ملا رہی ہے۔

کیا اندھیر ہے

یہاں طَبرَانی کی روایت میں ہے کہ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ ربیعہ سے فرمایا ((سَلنِی فَاُعطِیکَ : **ہم سے مانگ** کہ ہم تجھے عطاء فرمائیں)) اور مسلم میں اگرچہ یہ الفاظ نہیں ، صرف اتنا ہے ((سَلْ : مانگ)) مگر روایتِ مسلم سے بھی ثابت وہی ہے جو طَبرَانی کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرتِ ربیعہ نے ''سَلْ'' سے یہی سمجھا کہ مجھے حضور سے سوال کرنے مانگنے کا ارشاد ہوا ہے، لہذا عرض کی ہے **اَسئَلُکَ** میں **حضور سے** مانگتا ہوں۔

گمراہوں نے حوالہ تو صحیح مسلم کا دیا مگر اسئلک میں صرف اَسئَلُ کا ترجمہ کیا ''**ک**'' کو چھوڑ دیا اور یہ ترجمہ کیا

''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں'' [پرچۂ گمراہاں ص۵]

کس سے سوال کرتا ہوں اسے نہیں لائے یہ کیا اندھیر ہے؟....

سادساً :- نیز خود گمراہوں نے

'' اللہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: ''**معجزات**'' '' [پرچۂ گمراہاں ص۶]

کے تحت جو احادیث پیش کیں کہ

'' نبی ﷺ کے ہاتھ مبارک پھیرنے کی برکت سے سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی اُسی وقت بالکل صحیح ہوگئی۔ [صحیح بخاری ۴۰۳۹]

نبی ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ نکلا تو 1500 صحابۂ کرام نے پیا وضو بھی کیا اور محفوظ بھی کرلیا۔ [صحیح بخاری ۴۱۵۲ ۔ صحیح مسلم ۶۳۹۷]

نبی ﷺ کی شفاعت سے میدانِ محشر میں گنہگاروں کی نجات ہوگی۔

[صحیح بخاری ۴۷۱۲ ۔ صحیح مسلم ۴۸۰] ''

یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کو **نفع کا مالک** ثابت فرمارہی ہے۔ کیونکہ معجزہ صرف انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے ہوسکتا ہے ، عام لوگوں سے نہیں۔ اورمعجزات بکثرت انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے کسب سے ہیں یعنی عطائی قدرت عطائی اختیار سے ہیں ، اور معجزہ میں امت کا نفع ہے ، تو انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کی **عطاء و اذن** سے امت کے ایسے نفع کے مالک ہیں جس کے عام لوگ مالک نہیں۔ تو گمراہوں کا دعویٰ کہ

> اللہ جل جلاله نے اپنے نیک بندوں کومن دون اللہ فرمایا۔ من دون اللّٰــه نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ ان کے مشکل کشااور حاجت روا ہونے کی 100% نفی فرمادی ہے
>
> [پرچۂ گمراہاں ص۲]

یہ انہی کی پیش کردہ احادیثِ بالا سے باطل ہوا۔

ایضاح

__ '' اہلِ حق کے نزدیک جیسے **بعض** معجزے محض فعلِ الٰہی سے ہیں ، **بکثرت** نبی کے فعل نبی کی قدرتِ عطائیہ سے ہیں۔ عیسیٰ علیه الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ مادرزاد اندھے اور برص والے کو **میں** اچھا کردیتا ہوں [پ ۳ ایت ۴۹ الِ عمران]

اور فرمایا

وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ [پ ۳ اٰیت ۴۹ اٰلِ عمران] میں مردے جلا دیتا ہوں اللہ کے حکم سے

اور فرمایا

وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ [پ ۳ اٰیت ۴۹ اٰلِ عمران] میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو۔

دیکھو یہ مسیح کے افعال ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ "— [تکمیلاتِ الاستمداد ص۱۰۹]

توانہیں ان معجزاتی کاموں کی قدرت ہوئی اختیار رہوا۔ جبکہ

—" امام الوہابیہ [مولوی اسماعیل دہلوی] نبی کو معجزہ میں عاجزِ محض بتاتا ہے کہ جو خدا کی دی ہوئی قدرت مانے اُسے بھی بیشک کافر مشرک کہتا ہے ، یہ قرآنِ عظیم کی صریح تکذیب ہے۔ "— [ایضاً ص۱۰۹]

کہ عاجزِ محض کہنے والے وہابیہ نے قرآنِ عظیم کی اس آیت اور آئندہ سب آیتوں کو جھٹلایا۔ چنانچہ دیکھو!

—" رب عَزَّ وَ جَلَّ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا

فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ [پ ۱۶ اٰیت ۷۷ طٰہٰ] موسیٰ تم ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دو کہ بنی اسرائیل پار ہو جائیں

ـــ کہ —" اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے اُن کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے "— [تقویۃ الایمان طبع نولکشور ۱۸۷۶ء ص۱۰]

[اور] فرماتا ہے

وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ○ [پ ۲۵ آیت ۲۴ الدخان]

اے موسیٰ تم دریا کو یونہی کھلا چھوڑ دینا پار اتر کر پانی ملا نہ دینا کہ فرعونی اس میں اتریں اس کے بعد پانی ملے اور وہ ڈوبیں۔

[دریا میں سوکھا راستہ نکال دینا پار اتر کر بھی پانی کو رُکا رکھنا **معجزہ** ہے اور] یہاں اللّٰہ تعالیٰ نبی کو [ان معجزوں کا] حکم ہی دے رہا ہے ، اگر موسیٰ [علیہ الصلوٰۃ والسلام] کو اس کی [یعنی ان خارقِ عادت کاموں کے کرنے کی] قدرت نہ تھی تو ان [معجزات] کے حکم اُنہیں کیونکر فرمائے "۔ مختصراً [تکمیلاتِ الاستمداد ص ۱۱۰ ، ۱۱۱]

اللّٰہ تعالیٰ **حکم اُس چیز کا دیتا ہے جس کی قدرت اُس نے عطاء فرمائی ہے۔** تو معجزہ میں **انبیائے کرام کا کسب** اور **عطائی قدرت و اختیار** قرآنِ عظیم سے ثابت ہوا۔

ولہٰذا حجۃ الاسلام سیدنا امام غَزَالی [م ۵۰۵ھ] قُدِّسَ سِرُّهٗ فرماتے ہیں جسے علامہ زُرْقَانی [م ۱۱۲۲ھ] نے نقل فرمایا کہ

النبوة عبارة عما يختص به النبي و يفارق به غيره ، و هو يختص بانواع من الخواص ، [الی قوله] و ثانيها ان له في نفسه صفة بها

نبوت وہ چیز ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اُس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے۔ اور وہ کئی قسم کے خاصّے ہیں جن سے نبی مختص ہوتا ہے۔ [انہی میں فرمایا] دوم یہ کہ نبی کے لیے اُس کی ذات میں ایک وصف ہوتا ہے جس سے افعالِ

تتمّ الافعال الخارقة للعادة ، کما ان لنا صفة تتم بها الحرَکات المقرونة بارادتنا ، و ھی القدرة.

خلافِ عادت (جنہیں **معجزہ** کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں ، جس طرح ہمارے لیے ایک صفت ہے کہ اس سے ہماری حرکاتِ ارادیہ پوری ہوتی ہیں جسے **قدرت** کہتے ہیں۔

مختصراً [شرح المواهب للعلامة الزُّرقانی ۱/۴۰ ، احیاء العلوم ۴/۲۵۸ ۔

الامن و العلیٰ ص۲۰۸ ، ۲۰۹ ، فتاوی رضویه مترجم ۳۰/۵۷۷]

ـــ" بالجملہ حدیث کے ارشاد اور اُن کے مطابق **اہلِ حق** کے اعتقاد میں انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اِظہارِ خَوارِق و اِدراکِ غیب میں انسانِ مختار بعطائے قادرِ جَلِیْلُ الْاِقْتِدار ہیں۔ کہ جس طرح عام آدمیوں کو ظاہری حرکات و ظاہری ادراکات کے اختیارات حضرتِ واہب العطیات نے بخشے ہیں کہ جب چاہیں دست و پا کو جنبش دیں چاہیں نہ دیں جب چاہیں آنکھ کھول کر کوئی چیز دیکھ لیں چاہیں نہ دیکھیں۔

[تو عام آدمی اپنے رب کی عطاء سے چلنے پھرنے دیکھنے وغیرہ کے مالک ہوئے]

اگرچہ بے خدا کے چاہے وہ کچھ نہیں چاہ سکتے اور وہ چاہیں اور خدا نہ چاہے تو اُن کا چاہا کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ عطائی اختیارات اُس کے حقیقی ذاتی اختیار کے حضور کچھ نہیں چل سکتے۔

بعینہٖ یہی حالت حضراتِ **انبیائے کرام** عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی دربارۂ معجزات وادراکِ مغیبات ہے کہ رب عَزَّ وَجَلَّ نے اُنہیں ظاہری جوارح وسمع وبصر کی طرح **باطنی صفات** وہ عطاء فرمائی ہیں کہ جب چاہیں خرقِ عادات فرمادیں [یعنی معجزہ دکھائیں] مغیبات کو معلوم فرمالیں چاہیں نہ فرمائیں۔

[توانبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اپنے رب کی عطاء سے
معجزاتی کاموں کے مالک ہوئے]

اگرچہ بے خدا کے چاہے نہ وہ چاہ سکتے ہیں نہ بے ارادۂ الٰہیہ اُن کا ارادہ کام دے سکتا ہے۔

امام الوہابیہ کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پتھر کی طرح عاجزِ محض و مجبورِ مطلق ہیں۔ "— [معاذ اللّٰہ]

[الامن و العلیٰ ص۲۱۰ ، ۲۱۱ ، فتاوی رضویہ مترجم ۵۷۹/۳۰ ، ۵۸۰]

الحاصل معجزہ میں اہلِ حق کے نزدیک انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو قدرت واختیار ہے یعنی عطائی۔ اور معجزہ میں امت کا نفع[1] ہے ، تو ہمارے نفع کے حضور مالک ہوئے۔ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے ہم بے کسوں کے نفع کا حضور کو اختیار عطاء کیا اور ہمارے نفع کا حضور کو مالک بنایا۔ تو گمراہوں نے جو دعویٰ کیا تھا کہ

> اللّٰہ جل جلالہ نے اپنے نیک بندوں کو من دون اللّٰہ فرمایا۔ من دون اللّٰہ نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ ان کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے کی 100٪ نفی فرمادی ہے
>
> [پرچۂ گمراہاں ص۲]

اسے قرآنِ عظیم اور احادیثِ صحیح بخاری و مسلم نے باطل کردیا۔

اب **اگر** کہیں کہ یہ **نفع کا مالک ہونا** دنیوی حیاتِ طیبہ میں تھا **تو** یہ عذرِ گناہ بدتر از

---

[1] جیسے حضرتِ عبداللہ بن عتیک کو ٹوٹی پنڈلی جیسی تکلیف سے نجات وشفاء مل گئی اور صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کو سیرابی وغیرہ ملی ، بنی اسرائیل نے فرعون سے نجات پائی۔

گناہ ہوگا کہ یہ گمراہوں کو مشرک ٹھہرائے گا۔ کیونکہ آیتِ بنی اسرائیل ۵۶ اور آیتِ المائدۃ ۷٦ میں گمراہوں کے زعم پر .... نیک بندگانِ خدا کو من دون اللہ کہا گیا اور ان کے نفع نقصان کے مالک ہونے کی نفی کی گئی ہے .... **تو یہ نفی مطلق** ہے ، اس میں موت وحیات کی قید نہیں ہے۔ تو ان آیات سے اگر یہ ثابت ہوگا کہ نیک بندگانِ خدا نفع نقصان کے مالک نہیں تو مطلق نفی ثابت ہوگی ، کہ حیاتِ دنیوی میں بھی مالک نہیں اور بعدِ وصال بھی مالک نہیں۔ تو حیاتِ دنیوی میں نفع نقصان کا مالک ماننا گمراہوں کو مشرک ٹھہرائے گا۔

رہے **ہم اہلسنّت** غلامانِ اولیائے کرام تو ہمارے لیے ہمارے آقا رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صدقے ہمارے ربِّ کریم کی امان ہے۔ ہم نفع نقصان کے مالک نہیں مانتے تو مطلقاً نہیں مانتے ، نہ حیاتِ ظاہری دنیوی میں نہ بعدِ وصال۔ اور نفع نقصان کے مالک مانتے ہیں تو بھی مطلقاً ، حیاتِ ظاہری دنیوی میں بھی اور بعدِ وصال بھی۔ کیونکہ نہیں مانتے ہیں تو یہ کہ نیک بندگانِ خدا ذاتی و مستقل طور پر ہمارے نفع کے مالک نہیں ، نہ حیاتِ دنیوی میں نہ بعدِ وصال۔ اور مانتے ہیں تو یہ کہ اپنے رب کی عطاء سے اور اُس کی مشیت کے تابع ہوکر ہمارے نفع نقصان کے مالک ہیں ، حیاتِ ظاہری دنیوی میں بھی اور بعدِ وصال بھی۔ اس کا مزید ثبوت سابعاً میں آرہا ہے۔

فالحمد للّٰہ رب العلمین علی ما ھدانا الی الصراط المستقیم صراط الذین انعم علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین صلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدھم و علیھم و بارک و سلم ، و بھم و لھم و فیھم علینا اجمعین.

سابعاً :- ــــ” صحیح بخاری شریف [رقم ۷۱ ، ۷۳۱۲] میں ہے

انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی دینے والا اللّٰہ ہے بانٹنے والا میں ہوں “ــــ

[حاشیہ الاستمداد ص۳۴]

بعدِ وصال یہ دروازہ بند نہیں ہے کیونکہ

((دینے والا اللّٰہ ہے))

یہ ظاہر طور پر دینا نہیں ہے جیسے تم فقیر کو روٹی دے دو یا بادشاہ تمہیں اپنے خزانے سے ایک خطیر رقم دے دے اور اپنے ہاتھ سے تمہاری جھولی میں ڈال دے۔

بلکہ یہ عطاء بالغیب ہے یہ دینا آنکھ سے نظر نہیں آتا

اور حضور قاسمِ نعمتِ الٰہی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بانٹتے تقسیم فرماتے ہیں وہ صرف مادی چیز ہی نہیں جیسے درہم و دینار ، اونٹ بکریاں ، غلّہ کپڑا وغیرہ۔ بلکہ روحانی چیزیں بھی تقسیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ

ــــ” حضرت بتولِ زہراء صلی اللّٰہ تعالیٰ علی اَبِیْھا و علیھا و علی بَعْلِھا و ابْنَیْھا و بارک و سلم اپنے دونوں شاہزادوں کو لے کر خدمتِ انورِ سیدِ اطہر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللّٰہ اِنْحَلْھُمَا یارسول اللہ ان دونوں کو کچھ عطاء فرمایئے۔ قال نعم قاسمِ خزائنِ الٰہی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں منظور۔ اما الحسن فقد نَحَلْتُہٗ حلمی و ھیبتی و اما الحسین فقد نحلتہ نَجْدَتِیْ و جُودی حسن کو تو میں نے اپنا حِلم و ہیبت عطا کیا اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔ ابنِ عَساکِر عن محمد بن عبید اللّٰہ ابن ابی رافع عن ابیہ عن جدہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

حلم وہیبت جودوشجاعت کچھ اشیائےمحسوسہ و اجسامِ ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیے جائیں

[یعنی ایسی چیزیں نہیں جو ظاہری طور پر دیکھنے چھونے میں آئیں بلکہ باطنی روحانی چیزیں ہیں جو ہاتھ سے اٹھا کر نہیں دی جاسکتیں ، اور]

حضور فرماتے ہیں صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں نے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں اور اس شاہزادے کو یہ دولتیں بخشیں "_ مختصراً

[الامن و العلیٰ ص۱۲۶ ، ۱۲۷ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۴۶۷ ، ۴۶۸]

تو یہ دینا ہاتھ وغیرہ ظاہری اسباب کے ذریعہ نہیں بلکہ باطنی روحانی طور پر ہے۔

اورروح اہلسنّت کے نزدیک موت سے نہیں مرتی

_" اہلسنّت کا مذہب یہ ہے کہ روحِ انسانی بعدِ موت بھی زندہ رہتی ہے ، موت بدن کے لیے ہے روح کے لیے نہیں۔

اہلسنّت وجماعت کا **اجماع** اور **صحیح حدیثوں** کی تصریح ہے کہ ہر میت اپنی قبر پر آنے والوں کو دیکھتا اور اُس کا کلام سنتا ہے ، موت کے بعد سمع بصر علم ادراک سب بدستور باقی رہتے ہیں ، بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں ، کہ یہ صفتیں روح کی تھیں ، اور روح اب بھی زندہ ہے ، پہلے بدن میں مقید تھی ، اور اب اُس قید سے آزاد ہے "_ مختصراً [فتاوی رضویہ ۴۲/۱۱ ، مترجم ۱۰۳/۲۹]

اگرچہ _" حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کا منکر گمراہ بددین ہے "_

[فتاوی رضویہ ۴۶/۱۱ ، مترجم ۱۱۰/۲۹]

تاہم جن کی عقلوں میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بحیاتِ حقیقی جسمانی زندہ ہونا نہیں آتا وہ بھی **صحیح حدیثوں** کی تصریح اور اہلسنّت کے **اجماع** کے مقابل روحانی تصرفات کا انکار کس بل پر کرتے ہیں؟....

خود گمراہوں نے

''اللہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: معجزات''

کے تحت [ص۶ میں] جو نقل کیا کہ

'' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے بالکل عین اسی وقت بارش ہوگئی [صحیح بخاری ۱۰۱۳ صحیح مسلم ۲۰۷۸]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پھیرنے کی برکت سے سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی اسی وقت بالکل صحیح ہوگئی [صحیح بخاری ۴۰۳۹]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ نکلا تو ۱۵۰۰ صحابۂ کرام نے پیا وضو بھی کیا اور محفوظ بھی کرلیا۔ [صحیح بخاری ۴۱۵۲] ''

اقول:- گمراہ اسی کو نہیں سمجھتے اور کیسے سمجھیں گے جبکہ دماغ میں نجدی و دہلوی اور اُن کے مقلد دیوبندی و غیر مقلدین کا شرک بھرا ہوا ہے۔

دعاء ظاہری اسباب میں سے نہیں بلکہ سببِ باطنی ہے۔ پھر **انبیائے کرام** علیہم الصلاۃ و السلام کی **دعاء** تو **معجزہ** ہے ، جس کا گمراہوں کو بھی اقرار ہے ، تو عام لوگ اس پر قادر نہیں۔

میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے **ہاتھ مبارک پھیرنے** سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی کا اُسی وقت بالکل صحیح ہو جانا یہ بھی ظاہری اسباب سے ہرگز نہیں۔

ورنہ گمراہوں کے پاس بھی ہاتھ ہوں گے وہ ٹوٹی پنڈلی کو اُسی وقت نہیں تو دو چار دس بیس دن ہی میں سہی اپنے ہاتھ پھیر پھیر کر ٹھیک کر دیں؟.....

تو جو صحابہ بھی بارگاہِ حضور میں **دعاء** و **شفاء** کی التجا لائے وہ ظاہری اسباب سے مدد لینے کے قبیل سے ہرگز نہیں۔

یعنی طبیب و حاکم سے داد و دواء کی التجا جیسی نہیں جو کہ ظاہری اسباب سے مدد لینے کے قبیل سے ہے۔ کیونکہ طبیب و حاکم کی مدد عادۃً اُن کے جسم کی زندگی پر موقوف ہے جب تک زندہ ہیں داد و دواء دے سکتے ہیں جب مردہ ہو گئے داد و دواء کی سکت نہ رہی۔ اسے گمراہ

''ظاہری اسباب سے مدد لینا درست ہے'' [پرچۂ گمراہاں ص۶]

کے تحت لا سکتے ہیں اور موت سے ختم بتا سکتے ہیں۔

مگر محبوبانِ خدا کی مدد ظاہری اسباب سے ہے ہی نہیں کہ اُن کے جسم کی حیاتِ ظاہری پر موقوف ہو ، وہ تو اُن کے روحانی تصرفات ہیں۔

اب ظاہری اسباب جو جسم پر حیاتِ ظاہری پر موقوف ہیں ان سے جو ہو اسے گمراہ اللّٰہ ہی کی مدد سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں

'' اللّٰہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ ظاہری اسباب اور انسان'' [پرچۂ گمراہاں ص۶]

روحانی تصرفات باطنی اسباب ہیں بدن پر حیاتِ ظاہری پر موقوف نہیں ان سے **بعدِ وصال** جو ہو اُسے اللّٰہ ہی کی مدد کیوں نہیں سمجھتے؟..... کہ شرک سے نجات پائیں۔

اور **دیکھو!** صحیح بخاری [۳۸۸۳] و صحیح مسلم [۳۵۸] و مسند امام احمد [۱۷۶۳] میں سیدنا عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَجَدْتُّہٗ فِیْ غَمَراتٍ مِّنَ	میں نے ابو طالب کو سراپا آگ میں ڈوبا
النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی	پایا تو اُسے **میں** نے کھینچ کر پاؤں تک
ضَحْضَاحٍ.	کی آگ میں کر دیا۔

[الامن والعلیٰ ص۱۳۳ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۴۷۶]

کیا یہ معجزات یہ تصرفات محض بدن کے ہیں؟..... یا بدن کے ساتھ مشروط ہیں؟..... یا کہ روح کے ہیں اور بلندو بالا افضل واعلیٰ وصفِ نبوتِ عُظمیٰ پر متفرع ہیں؟.... تو کیا گمراہوں کے نزدیک بعدِ وصال روحِ اقدس بھی معاذ اللّٰہ نہ رہی؟..... یا کیا حضور اب معاذ اللّٰہ نبی نہ رہے؟.....

اور جب کچھ نہیں تو حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزانہ امداد فرمانے کا دروازہ بعدِ وصال بند نہیں۔

نیز ــــ" **بخاری** [۲۹۷۷] و **مسلم** [۵۲۳] حضرتِ ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور مالک المفاتیح صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم **فرماتے ہیں**

بینا انا نائم اذ جِیْ ءَ	میں سو رہا تھا کہ تمام خزائنِ زمین کی
بمفاتیح خزائن الارض	کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں

فوُضِعَتْ فی یَدَیّ. ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

امام احمد اپنی مسند [۱۴۵۱۳] میں اور ابنِ حِبّان اپنی صحیح اور ضیائی مُقَدِّس صحیح مختارہ اور ابو نُعَیم دلائل النبوۃ میں **بسندِ صحیح** حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ، حضور مالکِ تمام دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اُتِیتُ بمقالید الدنیا علی فرَس ابلق جاء نی به جبریل علیه قَطیفة من سُندُسٍ. دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اُس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا "۔

[الامن والعلیٰ ص۹۴ ، فتاوی رضویه مترجم ۳۰/ ۴۲۷ ، ۴۲۸]

کیا گمراہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں جو وقتی طور سے حاضر کی گئیں ، ہاتھ مبارک میں رکھی گئیں ، پھر اٹھالی گئیں ، اور بیدار ہونے پر قبضہ میں نہ رہیں؟.....

اور جب ایسا کچھ نہیں تو بعدِ وصال ان معجزات وتصرفات اور نفع پہنچانے کے اختیار سے کیا مانع ہے؟.....

بدنِ اقدس کی حیاتِ ارفع واعلیٰ اگر گمراہوں کی عقل میں نہیں سماتی تو بھی بعدِ وصال ان معجزات وتصرف کا انکار کس بل پر کرتے ہیں؟.....

کیا کسی **صحیح حدیث** میں ہے کہ انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے روحانی تصرفات جو حیاتِ ظاہری میں ہیں **بعدِ وصال ختم** ہوجاتے ہیں؟.....

اور نہیں اور ہرگز نہیں تو **حدیثِ صحیحِ بخاری** اپنے **اطلاق** سے یوہی اور **احادیثِ صحیحه**[۱] بھی ثابت فرمارہی ہیں کہ حضور قاسمِ نعمتِ الٰہی صلی

---

[۱] دیکھو! ص۴۹ ، ۵۰ ، ۹۸ تا ۱۰۱ ، ۱۱۴ تا ۱۱۸ ، ۱۲۳ وغیرہ۔

اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقسیمِ عطاء جیسی حیاتِ ظاہری میں تھی ویسی ہی **بعدِ وصال** بھی قیامت تک جاری ہے ، جیسا کہ روزِ قیامت اورآخرت میں جاری ہے۔

اسی لیے

__" علماءفرماتے ہیں کہ اس حدیث ((انما انا قاسم و اللّٰہ یعطی)) میں کسی چیز کی تخصیص نہیں ہے کوئی نعمت ہو اللّٰہ ہی دیتاہے اور حضور کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہے۔ مواہب شریف میں بھی یہی ہے کہ ہرنعمت حضور کے ہاتھ سے ملتی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں ہے

یا اکرم الخلق ما لی مَن اَلُوذُ بِہٖ سواک عند حلول الحادث العَمَمٖ

[الزبدۃ العمدۃ شرح القصیدۃ البردۃ للعلامۃ علی القاری ص۱۱۵]

اے تمام مخلوقِ الٰہی سے زیادہ کریم ! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں عام حادثہ اترنے کے وقت۔ "__ [حاشیہ الاستمداد ص۳۴ ، ۳۵]

__" اللّٰہ سُبحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ کی بےشماررحمتیں امامِ ربانی احمد بن محمد خطیب قَسطَلانی [م ۹۲۳ھ] پر کہ مَواھبِ لَدُنِیَّہ و مِنَحِ محمدیہ [۵۶/۱] میں فرماتے ہیں

ھو صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۃ السر و موضع نفوذ الامر فلا ینفُذ امر الا منہ و لا یُنقَل خیر الا عنہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

الا بابی من کان مَلِکا و سیدا و آدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لا یکون خلافہ ولیس لذلک الامر فی الکون صارف

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۂ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ، خبردار ہو میرے باپ قربان اُن پر جو بادشاہ و سردار ہیں اُس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب و گل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اُس کا خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی اُن کے حکم کا پھیرنے والا نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

اقــول :- اور ہاں کیونکر کوئی اُن کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا لا راد لقضائه و لا معقب لحكمه. [نہ فیصلۂ الٰہی کو کوئی پھیر سکے نہ حکمِ الٰہی کو کوئی ٹال سکے] یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری [۴۷۸۸] و مسلم [۱۴۶۴] و سنن نَسَائِی [۳۱۹۹] وغیرہا میں **حدیثِ صحیح جلیل** ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں

مــا اَریٰ رَبَّک اِلَّا یُسارِعُ فی هَواک. میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔"

[الامن و العلیٰ ص۱۴۲ ، ۱۴۳ ۔ فتاوی رضویه مترجم ۳۰/۴۸۸]

یہ ہیں **امتِ مرحومہ** کے **بزرگانِ دین علمائے ربانیین** جو **بخاری** و **مسلم** و **مسند احمد** وغیرہ کی **صحیح حدیث** انما انا قاسم کی روشنی میں

نیز اور بھی **احادیثِ صحیحہ** جو تِرمِذِی و بَیْھَقِی و ابنِ ابی شَیْبَہ نے روایت کیں [جیسا کہ ص۹۶ ، اور۱۲۳سے آرہاہے] اُن کی روشنی میں حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبلِ حیاتِ ظاہری بھی بحالِ حیاتِ ظاہری بھی اور بعدِ وصال بھی نفع کا مالک مان رہے ہیں۔

مگر جاہل گمراہ شرک کے شکنجے میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ نظر نہیں آتا ، ان کا مزعومہ شرک انہیں یہ سمجھاتا ہے کہ علماء و بزرگانِ اہلسنّت نے ضعیف و من گڑھت روایات سے محبوبانِ خدا علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لیے حیاتِ ظاہری میں اور وصال کے بعد بھی نفع کا مالک ہونا گڑھ لیا ہے۔

حالانکہ وہ بزرگانِ دین علمائے ربانیین واقعی اللہ سے ڈرنے اور اُس کے فرمان کو جاننے والے تھے۔

گمراہوں کو نہ اُس علم وخشیت سے کوئی حصہ حاصل کہ اُن نیک بندگانِ خدا کا مقام ومرتبہ کچھ سمجھ سکیں ، نہ دلوں میں اُن نیک بندگانِ خدا کی قدر کہ اپنی سوچ کو اُن کے سامنے سرنگوں کر دیں ، تو یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ

اذا سئلت فاسئل اللّٰہ و اذا استعنت فاستعن باللّٰہ [ترمذی ۲۵۱۶]

کا محمل کیا ہے؟....

نادان بچہ کیا جانے شوکتِ شاہی۔ وہ چھوٹی سی چوکی پر کچھ نرم کپڑے بچھاتا کچھ گولہ بنا کر ڈالتا اور منہ پھلا کر اُس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے اور سمجھتا ہے یہی بادشاہت ہے۔ وہ سمجھ کے جس مرحلے میں ہے دنیا کا بڑے سے بڑا مدبر بھی اُسے شوکتِ شاہی نہیں سمجھا

ـــ اس سے متعلق تفصیلی کلام ص۱۶۰سے آرہاہے۔

سکتا۔ مگر اتنا شعور بچہ کو بھی ہوتا ہے کہ مجھے اپنے مہربان ماں باپ سے بغاوت نہیں کرنی ہے بغاوت میں میری تباہی و بربادی ہے لہذا اپنی سمجھ کا سب کچھ کہہ کر لینے کے بعد بھی ماں باپ کے تابع رہتا ہے۔ گمراہوں کو اتنا بھی شعور نہیں ہے۔

الغرض

ان [سابقہ نیز آئندہ] **صحیح حدیثوں** نے ان آیات کی صاف تفسیر بتادی کہ نیک بندگانِ خدا سے **مستقل نفع رسانی** کی **نفی مراد** ہے ، اور **عطائی نفع رسانی** ضرور **ثابت** ہے۔ یعنی محبوبانِ خدا اپنی ذات سے مستقل طور پر نفع پہنچانے کے مالک نہیں ، البتہ اپنے رب جَلَّ وَ عَلَا کی عطاء اُس کے اذن سے نفع پہنچانے نقصان دور کرنے کے ضرور مالک ہیں ، بحالِ حیاتِ ظاہری بھی اور بعدِ وصال بھی۔

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ علی آلائہ ، و علی حبیبہٖ و ذَوِیْہِ الصلوٰۃ والسلام و بھم علی سائر اھل سنتہٖ الی ابَد الآباد. آمین.

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کو ایمانی شعور ایمانی نظر عطاء کی اور اپنے دین کا مجدّد اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا وارث سچا نائب کیا اُس نے یہ فرمایا

—" نفع وضرر کا مالک بالذات اُس **واحدِ حقیقی** کے سوا کوئی نہیں۔

آیت [۱۸۸ پ ۹ ، الاعراف] میں اسی [مالک بالذات] کی نفی ہے۔ محبوبانِ بارگاہ بیشک اُس کی تملیک [اُس کے مالک کرنے] سے ہمارے نفع وضرر کے مالک ہیں ، جس

کا بیان آیات و احادیث سے کتاب ''الامن و العلیٰ'' میں ہے ''۔

[فتاوی رضویہ ۱۰۳/۱۱ ، مترجم ۳۳۴/۲۹]

ثــامنــاً :- گنہگاروں کو جائے پناہ کہاں ہے؟...... اور توبہ کرنا چاہیں تو ان کی توبہ کہاں قبول ہو؟...... قرآنِ عظیم فرماتا ہے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ [پ ۵ ایت ۶۴ النساء]

اوراگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللّٰہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

دیکھو! قرآنِ عظیم رہنمائی فرما رہا ہے کہ جس امتی نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ پناہ کہاں لے؟..... اللّٰہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں۔ اور اپنی توبہ قبول ہونا چاہے تو کیا کرے؟..... اُس پیارے محبوب کے در پہ آئے جو اپنے ایک ایک امتی پر اُس کی جان سے بڑھ کر مہربان ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

اور امت میں کتنے ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے سے محفوظ ہیں؟..... یہ تو وہی حدیثِ بخاری [۳۴۲۹] و مسلم بتا رہی ہے جس کا ترجمہ گمراہوں نے پیش کیا ، جس میں ہے کہ

عن عبد اللّٰہ قال : لما نزلت ﴿ وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾

'' سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ اتری

[پ ۷ اٰیت ۸۲ الانعام]

﴿اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی﴾

قال اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا رسول اللّٰہ اَیُّنَا لایظلم نفسہ.

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللّٰہ ہم میں کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہ کرتا ہو ''

یعنی عام امت وہی ہے جو کم خواہ زیادہ ظلم سے آلودہ ہے ، بار بار اُس سے ظلم نہیں ہوا تو شاذ و نادر کبھی کبھار ہونے سے تو شاذ و نادر ہی کوئی بچا ہوگا۔

اب یہ عام امت اپنی توبہ قبول ہونا چاہے تو قبولیتِ توبہ کے اُس مبارک در کو کیسے پائے؟.....

سب کے بس میں تو یہ ہے نہیں کہ اپنے مہربان آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہری حیاتِ طیبہ میں پالیں ، اور نہ سب کے بس میں یہ ہے کہ بعدِ وصال مزارِ پاکِ حضور پر حاضر ہوجائیں۔ اور بندوں کا مہربان رب فرماتا ہے

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط اللّٰہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُس کی طاقت بھر۔

[پ ۳ اٰیت ۲۸۶ البقرۃ]

تو اس آیتِ کریمہ نے مشکل کو حل فرما دیا اور رہنمائی کردی کہ وہ قبولیتِ توبہ کا در جیسے ظاہری حیاتِ طیبہ میں کھلا تھا بعدِ وصال بھی کھلا ہے ، اور جیسے تربتِ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لیے کھلا ہے ویسے ہی شکستہ پا امتی کے لیے بھی کھلا ہے کہ وہ اگرچہ سینکڑوں منزل دور ہو اپنے دل کو اُس بارگاہِ عرش جاہ میں حاضر کرے اللّٰہ سے مغفرت مانگے اور حضور سے شفاعت طلب کرے تو ضرور اللّٰہ کو توبہ قبول کرنے

والا مہربان پائے گا۔

—" طَبَرَانی نے معجم کبیر [الدعاء ۲۰۶] اور حَاکِم نے بسندِ صحیح مُسْتَدْرَک [۷۶۷۳] میں برشرطِ شیخین ابودرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

((آدمی کا ہر بُول اُس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللّٰہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے بلند جگہ پر جائے اور اللّٰہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا اللّٰہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔))

توبہ کے لیے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضعِ معصیت سے بُعد اور محلِ طاعت ومنزلِ رحمت یعنی آسمان سے قُرب حاصل ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ انتقال قریب آیا بَن میں تشریف رکھتے تھے اور ارضِ مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اُس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ بخاری [۱۳۳۹] مسلم [۲۳۷۲] نَسَائِی [۲۰۸۹] ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی

اُرسل ملک الموت الی موسیٰ علیهما الصلوٰۃ و السلام (فذکر الحدیث الی ان قال) فسأل اللّٰہ ان یُدْنِیه من الارض المقدسة رَمْیةً بِحَجَر.

شیخ محقق رحمہ اللّٰہ تعالیٰ شرحِ مشکوٰۃ [۴/۴۷۸] میں دعائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں

نزدیک گردان مرا ازآں اگرچہ بمقدارِ یک سنگ اندازہ باشد [الٰہی مجھے ارضِ مقدسہ سے قریب کردے اگرچہ ایک پتھر پھینکنے کی مقدار بھرہی سہی] ‘‘ ـــ

[فتاوی رضویہ ۵۴۲/۳ ، مترجم ۶۱۶/۷ ، ۶۱۷]

تو جسے اُس بارگاہ میں حاضری حاصل نہیں ہے وہ اُس سمت چندقدم چلے اور دل کو اُن کے حضور حاضرکرے تو اس میں بھی **صحیح حدیث** اور **سُنّتِ موسیٰ کلیم** علیہ الصلوٰۃ و التسلیم پرعمل ہے۔

اور وہ جب اپنے رب کی عطاء سے گہوارے میں لاکھوں میل دور چاند سے باتیں فرماتے اُس کی بات سماعت کرتے اور زیرِ عرش اُس کے سجدے میں گرنے کا دھاکہ سنتے تھے ...... جیسا کہ [ص۱۹۳ ، ۱۹۴میں] خصائصِ کبریٰ [۱۳۴/۱] سے بحوالہ امام بَیْہَقِی و امام صابُونی حدیثِ حسن کاارشاد آرہاہے ...... تو آج بہ مقتضائے آیتِ بالا اپنےربِّ قدیر کی عطاء سے امتیوں کی فریادسنیں اس میں کیا حیرت ہے؟.....

یہ ہے اللّٰہ و رسول جَلَّ وَ عَلَا وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کےارشادات و فرامین پر اُس گہری نظرکی ادنیٰ جھلک کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے جس بندےکو وہ نظر دی اُس نے **فرمایا**

ـــ ’’ بعطائے الٰہی حضورکی قوتِ سامعہ تمام شرق وغرب کومحیط ہے سب کی عرضیں آوازیں خود سنتے ہیں ، اگرچہ آدابِ دربارِشاہی کے لیے ملائکہ عرضِ درود وعرضِ اعمال کے لیے مقرر ہیں ، یہ بیشک حق ہے۔ بلاشبہ عرش وفرش کا ہرذرہ ذرہ اُن کے پیشِ نظرہے اور ارض وسما کی

ہرآواز اُن کے گوشِ مبارک میں ہے۔ شاہ ولی اللّٰہ کی فیوض الحرمین [ص۹۳] میں ہے لا یشغله شأن عن شان [: حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کی شان یہ ہے کہ ایک چیز کوملاحظہ فرمانا دوسری چیز کو ملاحظہ فرمانے میں رکاوٹ نہیں بنتا] "— [فتاوی رضویه ۱۱/۱۲۰ ، مترجم ۲۹/۵۴۶]

لہٰذا اُس درِقبولیتِ توبہ کی شان میں یوں گویا ہوا

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور یوں حمدِ الٰہی بجالایا کہ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا

الحمد لِلّٰہ یہ تو حدیثِ صحیح بخاری و مسلم اور آیاتِ کریمۂ قرآنی و حدیثِ حسن نے ثابت کیا کہ حضور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بہرحال اپنی امت کے نفع کے مالک ہیں ، حیاتِ ظاہری میں بھی ، بعدِ وصال بھی ، اور امتی کو جیسے حیاتِ ظاہری میں اُن کے حضور حاضر ہوکر فریاد کرنی روا ہے ویسے ہی بعدِ وصال تربتِ اطہر پر پہنچ کر فریاد کرنی بھی روا ہے اور ویسے ہی حیاتِ ظاہری میں یا بعدِ وصال دور دراز رہتے ہوئے اپنے دل کو اُن کے حضور حاضر کر کے فریاد کرنی بھی بجا ہے۔

کتنے بدخواہ ہیں امت کے ، یہ گمراہ کہ اللّٰہ کے کھولے ہوئے دروازۂ توبہ کو عام امت پر بند کر رہے ہیں۔

تفاصیل

صحیح حدیث جو متعدد کتبِ احادیث میں مروی اس میں حضور کو پکارنے کا حکم

— " حضورکا تعلیم فرمانا کہ حاجت کے وقت ہمیں نداءکرو ہم سے استعانت و التجا کرو

حدیثِ صحیح و جلیل و عظیم سخت وہابیت کش جسے نَسَائِی [سنن کبریٰ ۱۰۴۲۰] و تِرْمِذی [۲/۱۹۸ ـ ۳۵۷۸] و ابن ماجه [ص۱۰۰ ـ ۱۳۸۵] و ابن خُزَیْمه [۲/۲۲۵ ـ ۱۲۱۹] و طَبَرَانی [المعجم الکبیر ۹/۳۰ ـ ۸۳۱۰] و حاکِم [المستدرک ۱/۴۵۸ ـ ۱۱۸۰] و بیہقی [دلائل النبوة ۶/۱٦٦] نے سیدناعثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے روایت کیا — اور امام ترمذی نے حسن صحیح غریب اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا — اور امام حافظ الحدیث زکی الدین **عبد العظیم** منذری وغیرہ **ائمۂ نقد وتنقیح** نے اُس کی تصحیح کو مُسَلَّم و برقرار رکھا — جس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے نابینا کو دعاء تعلیم فرمائی کہ بعدنماز کہے

[و یدعو بهذا الدعاء اور یہ دعاء مانگے]

یہاں حدیثِ پاک میں جسے "**دعاء**" فرمایا گیا اُس میں جہاں اللّٰہ تعالیٰ کو پکارنا ہے وہیں حضور کو پکارنا نداءکرنا بھی ہے ، تو اس پر بھی دعاء کا اطلاق ہوا۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسئَلُکَ وَاَتوَجَّہُ اِلَیکَ بِنَبِیّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیّ الرَّحمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلیٰ رَبّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیُقْضیٰ لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ [شِفاء السَّقام ص۱۲۳ ۔ الدُرَرُ السَّنِیّۃ ص۹]	الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ **یا رسول اللّٰہ** میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو۔ اِلٰہی انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور دعاء میں سنت اِخفا ہے [یعنی آہستہ کہنا جیسے سرّی نماز میں تلاوت کی جاتی ہے] اور آہستہ کہنے میں وہابیت کی عقلِ ناقص پر غَیبت و حُضور [یعنی میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دعاء کرنے والے کے سامنے ہونا یا نہ ہونا دونوں] یکساں ہے۔ [کیونکہ] عادی طور پر [یہ] دونوں نداء بالغیب ہوں گی۔ ''__

[الامن والعُلیٰ ص ۱۵۲ ، ۱۵۳ ، ۱۵۴ ، فتاویٰ مترجم ۳۰/۴۹۶ ، ۴۹۸]

کیونکہ سامنے ہونے پر بھی ایسی آہستہ عرض کو عادی طور پر سنا نہیں جاسکتا۔ تو سامنے ہونے کے باوجود یہ **آہستہ نداء** کہ

یارسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں

یہ **نداءبالغیب** ہی ہوگی۔ تو ثابت ہوا کہ حضورِاقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن نابینا صحابی کو اس نداء بالغیب کا حکم دیا۔

__'' مگر قیامت تو سیدنا عثمٰن بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ نے پوری کردی

کہ زمانۂ خلافتِ امیرالمومنین عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ میں یہی دعا ایک صاحب حاجت مندکو تعلیم فرمائی ، اورنداء بعد الوصال سے جانِ وہابیت پر آفتِ عُظمیٰ ڈھائی۔ معجم کبیر امام طَبَرَانی [۹/۱۸] میں یہ حدیث یوں ہے کہ

ایک شخص امیرالمومنین عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے۔ امیرالمومنین اُن کی طرف التفات نہ فرماتے نہ اُن کی حاجت پر غور کرتے۔ ایک دن عثمان بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے ملے اُن سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا

اِیْتِ المِیضأَۃَ فَتَوَضَّأْ ثم اْتِ	وضوکی جگہ جاکر وضوکرو پھر مسجد میں جاکر
المسجدَ فصَلِّ فیه رکعتین ثم	دورکعت نماز پڑھو پھر یوں دعاء کرو الٰہی میں
قُل اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ	تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف ہمارے
اِلَیۡکَ بِنَبِیِّنَامُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ	نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نبیِّ رحمت کے
تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحۡمَۃِ **یَا**	ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ **یا رسول اللّٰہ**
مُحَمَّدُ اِنِّیۡ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلیٰ	میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف
رَبِّیۡ فَیَقۡضِیۡ حاجتی ، وتَذۡکُر	توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔ اور
حاجتک ، ورُحۡ اِلَیَّ حتیّٰ	اپنی حاجت کا ذکر کرو۔ شام کو پھر میرے پاس
اَرُوۡحَ مَعَکَ .	آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحبِ حاجت نے ..... کہ وہ بھی صحابی یا لا اَقَلّ کِبارِتابعین سے تھے [فتاوی رضویه ۱۲/۱۰۱] ..... جاکر ایساہی کیا۔ پھر امیر المومنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے دروازے

پر حاضر ہوئے۔ دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا۔ امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا اور فرمایا کیسے آئے؟

انھوں نے اپنی حاجت عرض کی۔ امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی۔ پھر ارشاد کیا اتنے دنوں میں تم نے اس وقت ہم سے اپنی حاجت کہی؟ اور فرمایا جب کبھی تمھیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔

اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے ملے۔ اُن سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش اُن سے کی۔ عثمان بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا

وَاللّٰہِ مَا کَلَّمْتُہ ولکن شہدتُّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم واَتَاہُ رَجُلٌ ضَرِیْرٌ فشکیٰ الیہ ذھابَ بَصَرہ فقال لہ النبیُّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ایتِ المیضأۃ فَتَوَضَّأْ ثم صلِّ رکعتین ثُمَّ ادْعُ

خدا کی قسم! میں نے تمھارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا موضعِ وضو پر جا کر وضو کرکے دو رکعت نماز پھر

بھذہ الدّعوات ، یہ دعائیں پڑھ۔

فقال عثمان بن حنیف عثمان بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہُ

فواللّٰہِ ما تفرّقنا وطال بنا فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے

الحدیثُ حتی دَخَلَ علینا باتیں ہی کررہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس

الرجل کانہ لم یکُنْ بہ ضُرٌّ انکھیارے ہوکر آئے گویا کبھی اُن کی آنکھوں

قَطُّ. [المعجم الکبیر ۸۳۱۱] میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طَبَرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے فرماتے ہیں

والحدیث صحیح: یہ حدیث صحیح ہے۔ والحمد للّٰہ رب العلمین "__

[المعجم الصغیر ۵۰۸ ـ ۱/۳۰۶، ۳۰۷ ، الامن والعلیٰ ص۱۵۴تا ۱۵۶ ، فتاویٰ مترجم ۳۰/۴۹۸، ۴۹۹]

یہ ہیں صحابۂ کرام یعنی وہ جنہوں نے آنکھوں کی نعمت پائی اور سیدنا عثمان بن حنیف اور اُن کے ہمنشین حضرات پھر وہ صاحب حاجتمند جو کم ازکم اکابر تابعین میں سے تھے رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین صحیح حدیث فرمارہی ہے کہ ان حضرات نے

ـــہ دیکھو! حضرتِ عثمان بن حنیف اس روایت میں فرمارہے ہیں **دَعَوات** : یعنی **دعائیں**۔ حالانکہ ان میں جہاں اللّٰہ کو پکارنا ہے وہیں حضور کو بھی پکارنا ہے اور غائبانہ پکارنا ہے اور دونوں کو وہ صحابی **دعاء** کہہ رہے ہیں ، بلکہ یہ روایت کررہے ہیں کہ میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کو دعاء فرمایا۔ تو سکھائیں یہ گمراہ حضرتِ عثمان بن حنیف کو امام طبرانی کو اپنی مزعومہ توحید ، اور خالص شرک سے انہیں نکالیں۔

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین سنتے ہو ظالموں پر خدا کی لعنت

غائب میں مدد کے لیے **رسول اللّٰہ** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو **پکارا**، پکارنے کو **رواجانا**، **اوروں کو** پکارنے کی **تعلیم فرمائی**۔ یہ حدیثِ ترمذی و طبرانی و بیہقی متعدد طریقوں یعنی کئی سندوں سے بیان کر کے امام تقی الدین سُبکی [م ۷۵٦ھ] فرماتے ہیں

و الاحتجاج من هذا الاثر لفهم عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه و من حضَره الذین هم اعلم باللّٰه و رسوله و فعلِهم.

[شِفَاء السَّقام ص۱۲۵]

اس روایت میں سچے سنی مسلمانوں کی **دلیل** یہ ہے کہ حضرتِ عثمان بن حُنَیف اور اُن کے پاس جو صحابہ یا صحابہ اور تابعی تھے وہ اللہ و رسول کو [ہم سے] زیادہ جاننے والے تھے اور پھر اُنہوں نے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غائبانہ فریاد و **نداء کی** غائبانہ فریاد و نداء کو **رواجانا** اوروں کو اس کی **تعلیم** دی۔

اور گمراہوں کے اس دعویٰ کو خاک میں ملایا اور اس

ظلمتِ گمراہاں

کو تارتار کر دیا کہ

> رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کے دوران بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غائب میں مدد کے لیے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا نہ ہی کسی فرشتے کو بلکہ وہ صرف اللہ جل جلالہ کو ہی پکارتے تھے کیونکہ بخوبی جانتے تھے کہ کسی بھی دوسری ہستی کو غائب میں مدد کے لیے پکارنا خالصتاً شرک اور نا قابلِ معافی گناہ ہے
>
> [پرچۂ گمراہاں ص۴،۵]

اقــول :- یہ ہے گمراہوں کا **صحیح حدیث** کے مقابل نعرۂ شرک۔ اور کیسی صحیح حدیث؟..... جو نصف صحاحِ ستہ وغیرہ حدیث کی کئی کتابوں میں ہے ، یہی نہیں بلکہ حدیث کی جانچ پرکھ رکھنے والے **ائمہ** نے اسے **صحیح مانا** صحیح ماننے کو **مسلّم** و برقرار **رکھا** ، اس شان کی صحیح حدیث فرمارہی ہے کہ صحابۂ کرام اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاتِ ظاہری میں یونہی بعدِ وصال بھی بے دیکھے غائبانہ میں اور غائبانہ طور پر پکارتے تھے مدد مانگتے تھے فریاد کرتے تھے وسیلہ بناتے تھے اور اسے حق جانتے حق مانتے تھے۔

یہ صحیح حدیث

علامہ سید زینی دحلان مکی شافعی [م ۱۳۰۴ھ] نے **دُرَرِ سَنِیّة** [ص ۹ ، ۱۰] میں وہابیوں کے رد میں ، اور **امام علام تقی الدین سَبُکی** [م ۷۵٦ھ] نے **شِفاء السَقام** [ص ۱۲۳ ، ۱۲۵] میں وہابیہ کے **قدیم پیشوا** ابنِ تیمیہ [م ۷۲۸ھ] کے رد میں پیش فرمائی۔ دونوں حضرات کا مزید کلام آگے آرہا ہے۔

خلاصۂ کلام

__ " اس [**حدیثِ عثمان** بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ] میں **ہم اہلِ سنّت و جماعت** کے لیے جوازِ **استمداد و التجاء** و ہنگامِ **توسل ندائے محبوبانِ خدا** [یعنی محبوبانِ خدا سے مدد مانگنے فریاد کرنے اور اُنہیں وسیلہ بناتے وقت پکارنے] کا **بِحَمْدِ اللّٰہ** کیسا **روشن** وواضح و بیّن ولائح **ثبوت** [ہے] جس سے اہلِ انکار کو کہیں مفر

[یعنی بھاگنے کی جگہ] نہیں۔ [فتاوی رضویه ۵۳۰/۳ ، مترجم ۵۸۸/۷]

[یہاں گمراہوں کے ہم مذہب نے بزورِزبان ایک متروک الحدیث راوی کو اس روایت میں داخل کرنے کی بری کوشش کی اس کا قاہر رد فتاوائے امام میں اسی کے فوراً بعد ملاحظہ کریں]

...... **اور سنیے!** ابن السُنّی [۱] [م ۳۶۴ھ] عبداللہ بن مسعود اور بَزّار عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا انفلتت دابة احدكم بارضِ فَلاةٍ فَلْيُنَادِ يا عباد الله احبسوا فان للّٰه تعالیٰ عبادا فی الارض تَحْبِسه. [عمل اليوم و الليلة ۵۰۸]	جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے یوں ندا کرے اے خدا کے بندو! روک لو کہ اللّٰہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔

بَزّار [۲] [۳۱۲۸] کی روایت میں ہے یوں کہے

اَعِيْنُوا يا عبادَ الله مدد کرو اے خدا کے بندو!

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللّٰہ اور زیادہ فرماتے ہیں۔ رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه [۲۹۷۲۱].

امام نَوَوِی رحمه اللّٰہ تعالیٰ کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں : ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالمِ کبیر تھے ایسا ہی کیا چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا۔ اور فرماتے ہیں ایک بار ہمارا ایک جانور چُھٹ گیا لوگ عاجز آئے ہاتھ نہ لگا میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا۔ نقله سیدی علی القاری فی الحرز الثمین. [۹۳۴/۲]

۳

امام طَبَرَانی سیدنا عُتُبَہ بن غَزْوان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید العالمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم فرماتے ہیں

اذا ضل احدکم شیئا و اراد عَوْنا و ھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللّٰہ اعینونی یا عباد اللّٰہ اعینونی یا عباد اللّٰہ اعینونی فان للّٰہ عبادا لا یراھم. [المعجم الکبیر ما اسند عتبۃ بن غزوان ۲۹۰]	جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو اے اللّٰہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللّٰہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عتبہ بن غزوان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قد جرب ذلک بالیقین. یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔ رواہ الطبرانی ایضاً.

فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا **حدیث حسن** : یہ حدیث حسن ہے۔ اورفرمایا: مسافروں کو اس کی ضرورت ہے۔ اورفرمایا : مشائخِ کرام قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُم سے مروی ہوا انہ مجرب قُرِن بہ النُجح : یہ مجرب ہے اورمراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین [۹۳۴/۲]

ان [**تین**] احادیث میں جن بندگانِ خدا کو وقتِ حاجت [**بغیر دیکھے**] **پکارنے** اور اُن سے **مدد مانگنے** کا **صاف حکم** ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَسْرَارَھُمْ وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا اَنْوَارَھُم یہی قول اظہر واشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الوصین.

اورممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن مرادہوں۔ و کیفما کان ایسےتوسل ونداءکو شرک وحرام اور منافیِ توکل واخلاص جاننا معاذ اللّٰہ شرعِ مُطَّہِر کو اصلاح دینا ہے۔ [فتاوی رضویہ ۵۳۱/۳ ، مترجم ۵۸۸/۷ ، ۵۸۹]

...... یہ **تین حدیثیں** قدیم سے **اکابرعلمائے دین** رحمہم اللّٰہ تعالیٰ کی **مقبول و مجرّب** و **معمول** رہیں۔

ان حدیثوں اورحدیثِ اجل واعظم یا محمد انی اتوجه بک الی ربی کی شوکتِ قاہرہ کےحضور وہابیہ کی حرکتِ مذبوحی کاحال خاتمۂ رسالہ میں عنقریب آتاہے **انشاء اللّٰہ تعالیٰ**. ‘‘— [الامن و العلیٰ ص۲۳۴ ، فتاوی رضویہ مترجم ۶۰۸/۳۰]

[وہ حرکتِ مذبوحی کیاہے؟..... ایک مجروح راوی کو ان روایات میں داخل کرنے کی بری کوشش۔ اوراس کا قاہرد فتاوائے امام [۵۳۰/۳ اور ۵۳۱ ، ۵۳۲ ، مترجم ۵۸۸/۷ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰] میں ملاحظہ کریں ، اوردیکھیں کہ منکرین اپنے باطل مذہب کی حمایت میں کیسی کیسی خیانت کرتے اورکیسی کیسی اندھیری ڈالتے ہیں]

الامن و العلیٰ میں امام اہلسنّت نے حضورِ انور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کے تصرفات و **اختیارات** مثلاً بلا دورکردینا نعمتیں عطاءکردینا خصوصاً اپنے غلاموں کے لیے جنت کی ضمانت فرمانا ان سے جنت کوبیچ دینا یہ سب **احادیثِ مبارکہ** سے **ثابت** دکھاکر فرمایا

—’’ وہ بہ تملیکِ الٰہی عَزَّ وَ جَلَّ جنت کے مالک کارخانۂ الٰہی کے مختار ہیں

ضمانتیں فرماتے ہیں اپنے ذمے لیتے ہیں عطاء فرماتے ہیں بیع کر دیتے ہیں ، ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون ومختار ، ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بے کار۔

الحمد للّٰہ اہلِ حق کے نزدیک نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کو نفاذِ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل ، حقیقتِ عطائیہ لیجیے تو وہ ضرور مالکِ جنان بلکہ مالکِ جہان ہیں ، اور ذاتیہ لیجیے تو مالکِ حقیقی کے ماذونِ مطلق ونائبِ کامل۔

ہاں گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے اور اللّٰہ کے حبیب صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کو معاذ اللّٰہ فضولیِ محض مانے۔ (۱)

---

(۱) **کچھ ایضاح**:- نفاذِ تصرف:- تصرف بیع وغیرہ ہیں۔ اور نفاذ یعنی بیع وغیرہ کا نافذ ہونا۔ یہ بیعِ فضولی کے مقابل ہے ، کہ فضولی کا عقد نافذ نہیں۔

اس تصرف کے نافذ ہونے کی دو وجہ ہیں

ملکیت ہو یا اذن

اور دونوں وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کا تصرف نافذ ہے کہ حضور اپنے رب کی عطاء سے جنت وغیرہ کے مالک ہیں یعنی بملکِ عطائی ، اس لیے حضور کی بیع وہبہ وغیرہ کا تصرف نافذ ہے ، اور جنت وغیرہ ہر نعمت کے مالکِ حقیقی ذاتی عَـزَّ جَلَالُـهٗ کی طرف سے حضور کو مطلق اذن واجازت ہے ، اس لیے حضور کی بیع وہبہ وغیرہ کا تصرف نافذ ہے۔

اور اذن اور ملکِ عطائی دونوں صورتوں میں حضور وسیلہ ہیں ، یعنی وسیلۂ مختار بعطائے پروردگار۔ اور حدیثِ صحیح کے ارشاد یا محمد انی اتوجه بک الی ربی میں بھی ←

وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ○ [پ ۱۹ اٰیت ۲۲۷ الشعراء] ”اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

[الامن و العلیٰ ص۲۵۴ ، فتاوی رضویہ مترجم ۶۳۳/۳۰]

یہاں اپنے دعوے کو بنانے کے لیے گمراہ حدیثِ بخاری کتاب المغازی [۴۰۸۶] پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ

میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس صحابہ کی ایک جماعت کو سراغ رسانی کے لیے روانہ فرمایا راہ میں دشمنوں کے ایک بڑے جتھے نے اُن پر تیر برسانا شروع کیے اور اکثر کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت امیرِ لشکر نے عرض کی

اللّٰھم اخبر عنا نبیک اے اللہ اپنے نبی کو ہمارے حال کی خبر کر دے

اور حدیثِ مسلم کتاب الامارۃ [۴۹۱۷] پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ

ستّر انصاری صحابہ کو میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں

← نابینا صحابی کو بینائی کی نعمت ملنے میں جو حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کے وسیلہ ہونے کا صاف صراحۃً بیان ہے اس میں بھی حضور اہلِ حق کے نزدیک ملکِ عطائی و اذن دونوں وجہ سے وسیلۂ مختار ہیں۔

اور بیع و ہبہ و عطائے نعمت جیسے احادیث میں وارد تصرفات میں جو نہ ملکِ عطائی مانے نہ اذن وہ گمراہ ہے۔

کی طلب پر تعلیم وتلقینِ احکام کے لیے ساتھ روانہ فرمایا جنہیں راہ میں
ان لوگوں نے شہید کردیا ، شہید ہوتے وقت ان صحابہ نے دعاء کی

اللّٰھم بلغ عنا نبینا انا قد لقِیناک فرضِینا عنک و رضِیت عنا : یااللّٰه
ہمارے نبی کو خبر کردے کہ ہم دنیا سے گذر کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو چکے
ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی۔

اسے پیش کر کے گمراہ کہتے ہیں

صحابۂ کرام نے رسول اللّٰہ ﷺ کی دنیاوی زندگی میں بھی آپ کو غائب میں مدد کے لیے
نہیں پکارا بلکہ اللّٰہ سے دعا کر کے آپ تک اپنے حال کی خبر پہنچائی [پرچۂ گمراہاں ص۵]

اقول:- جنہوں نے غائبانہ یہ نداء کی

یا محمد انی اتوجه بک الی ربی. یا رسول اللّٰہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

کیا وہ صحابی نہیں؟..... جنہوں نے یہ نداء روایت کی ، یہی نہیں بلکہ اوروں کو تعلیم کی
کیا وہ صحابی نہیں؟..... اُن کے ہمنشین جنہوں نے اس دعاء کی برکت سے نابینا صحابی کو
بینا اپنے پاس دیکھا کیا وہ صحابہ نہیں؟.....

گمراہوں نے دیکھا کہ محبوبانِ خدا سے غائبانہ نداء وفریاد کو شرک ٹھہرانے
کے لیے ان کے نجدی ودہلوی پرکھوں اور اُن کی ذُرّیت کو کوئی آیت کوئی حدیث نہ
ملی ، مشرکین کے بارے میں اتری آیتیں مسلمانوں پر ڈھالیں تو **صحیح بخاری**
شریف وغیرہ نے انہیں سچے مسلمانوں کے گروہ سے نکال باہر کر کے ان کا گمراہ بدعتی ہونا

ثابت کیا [جیسا کہ ص۴۶ میں گذرا] تو اب انہی اگلوں کا ایک پرانا استدلال سوجھا یعنی نفی سے دلیل لانا یعنی صحابہ نے ایسا نہیں کیا یہ دلیل ہے کہ ایسا کرنا ناجائز یا حرام یا شرک ہے۔

حالانکہ شہید ہونے والے صحابہ جنہوں نے **اگر** بارگاہِ حضور میں نداء و فریاد نہ کی تو روایت میں یہ تو ہے نہیں کہ میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکمِ امتناعی دیا تھا کہ نداء وفریاد ہمارے حضور نہ کرنا۔ اور یہاں خود میرے آقا اُن صحابی کو حکم دے رہے ہیں اور تعلیم فرما رہے ہیں کہ اس نفل نماز کے بعد یوں بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنا اور اُسی میں ہم سے بھی یوں عرض کرنا۔

اور مُثبِت نافی پر مقدم ہے۔ دو گواہ کہیں زید نے یہ کہا ، جبکہ دو نہیں دس کہیں کہ نہیں کہا ، تو وہ دو ہی مقبول ہیں ، یہ دس نہیں۔

لہٰذا ترمذی وغیرہ کئی کتبِ حدیث کی **صحیح حدیثِ** جلیل تو ندائے یا رسول اللّٰہ اور حضور سے فریادِ غائبانہ کو ثابت کرے گی ، اور اس کے ہوتے حدیثِ بالائے بخاری ومسلم سے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں غائبانہ نداء وفریاد کا منع ہونا بھی ثابت نہ ہو سکے گا ، چہ جائیکہ معاذ اللّٰہ شرک ہونا۔

وجہِ وجیہ

نہ کرنا اور ہے اور کرنے کو **ناروا جاننا** اور ہے ، نہ کرنا ناروا جاننے ہی سے نہیں ہوتا ، کسی خارج عارض سے بھی ہوتا ہے۔ اور یہاں اُن صحابہ کا **ظاھراً** غائبانہ نداء و فریاد **نہ کرنا** ایسا ہی ہے کہ خارج عارض سے **وجہِ وجیہ** رکھتا ہے۔

وہ حضرات کفار و مشرکین کے سامنے ہیں اور اسلام کی تبلیغ اُن کے پیشِ نظر ہے تو وہ ایسا کلام نہ کریں گے جس سے کفار و مشرکین پر اسلام کا عقیدہ مشتبہ ہو جائے۔

مشرکین اپنے **معبودانِ باطل** کے لیے فریاد رسی کی **مستقل طاقت مستقل اختیار** مانتے تھے

اور **عطائی غیر مستقل** اصل قدرتِ الٰہی کا **تابع و ظل** یہ **اُن کی سمجھ سے وراء تھا**۔

تو صحابہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد و نداء کرتا دیکھ کر وہ صحابہ کو حضور کے لیے مستقل اختیار ماننے والا سمجھتے ، اس لیے صحابہ نے یہ نداء و فریاد نہ کی ، وہ کی جس سے مشرکین صاف صاف یہ سمجھیں[1] کہ **اسلام میں مستقل اختیار صرف اللہ** سبحانہ و تعالیٰ کے لیے **مانا گیا ہے** ، کسی اور کے لیے نہیں۔

گمراہ بھی اگر ایسے ہی ہیں کہ اصل مددِ الٰہی کا تابع و ظل ان کی سمجھ سے وراء ہے اور مشرکین کے اصل و مستقل کے عقیدۂ شرکیہ اور سنی مسلمان غلامانِ اولیائے کرام کے تابع و ظل کے عقیدۂ حقّہ میں انہیں امتیاز نہیں تو سنی مسلمانوں اولیائے کرام کے غلاموں کو ہدایت کر دی جائے کہ گمراہوں کے سامنے علی الاعلان ندائے محبوبانِ خدا

---

[1] یہ شہدائے صحابہ کی بعدِ نماز کی دعاء نہ تھی بلکہ جہاد کے وقت تھی اور جہاد کے موقعہ پر دعاء بالجہر صحابہ سے ثابت ہے بلکہ خود میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم سے بھی ثابت ہے ، جیسا کہ جنگِ بدر کے موقع پر حدیثِ بخاری [۳۹۵۳] وغیرہ میں وارد ہے۔

و فریاد از مقربانِ بارگاہ نہ کریں۔

ارے وقت وقت کی بات ہوتی ہے پھر احوال کا تقاضا ہوتا ہے جس سے صورت میں اختلاف پڑتا ہے مگر حقیقۃً حکمِ الٰہی جلَّ وَ عَلا ہی کی تعمیل ہوتی ہے۔

ائمۂ مجتہدین اور حُفّاظِ محدثین نے علمِ دین کی جیسی درسگاہیں سجائیں صحابہ نے نہیں سجائیں نہ صرف اس لیے کہ اُنہیں اعلائے کلمۃ الحق و استحکامِ نظامِ خلافت میں مشغولی نے اس کی فرصت نہ دی بلکہ اس لیے کہ صحابہ کے دل بارگاہِ رسالت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم میں شرفِ حاضری کی برکت سے ایسے منور تھے اور اُن کی صحبت کے حاضر باش ایسے صاف شفاف دل رکھتے تھے کہ وہ مکان ومیدان مسجد و بیابان بازار و باغ جہاں بیٹھے وہیں درسگاہ سج گئی اور امورِ معاش ومعاد میں مشغولی کے ساتھ قلیل وقت قلیل الفاظ حاضر باشوں کے دلوں کو منور کرنے کے لیے کفایت کر گئے۔ بعد والوں کو یہ کافی نہ ہوا وہ باقاعدہ درس کے انتظام وانصرام کے محتاج ہوئے۔

یونہی حضراتِ صحابہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی حالت غالب اوقات میں بیداری کی حالت تھی وہ اپنے **اعتقاد** سے خود کو ہمہ وقت اللّٰہ و رسول جلَّ وَ عَلا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محتاج سمجھتے تھے تو اپنی **حالت** سے اُن کے دل غالب اوقات میں اللّٰہ و رسول کی بارگاہ میں سوال وفریاد میں رہتے تھے۔

ہم جیسے اپنے **احوال** سے غالب اوقات میں غفلت کے شکار ہیں ، لہٰذا زبان سے ندائے یا رسول اللّٰہ اور فریاد بہ بارگاہِ محبوبانِ خدا کے کلمات ادا کر کے

اپنے دلوں کو بیدار کرنے اور غفلت سے نکالنے کے محتاج ہیں۔ اس لیے یہاں نداءو

جیسے ـــ" زمانۂ اقدسِ حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لیے برج کنگرے اور اس طرح کے مَنارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے ، بلکہ زمانۂ اقدس میں پکے ستون نہ پکی چھت نہ پکا فرش نہ گچکاری ، یہ امور اصلاً نہ تھے کما فی صحیح البخاری فی ذکر مسجدہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم. بلکہ حدیث میں ہے

اِبْنُوا المساجد و اتخذوھا جُمًّا مسجدیں بناؤ اور انہیں بے کنگرہ رکھو

رواہ ابو بکر بن اَبِی شَیْبَة [۳۱۵۳] و البَیْھَقِی فی السنن [۴۳۰۰] عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم . دوسری حدیث ہے

ابنوا مساجدکم جما و ابنوا مدائنکم مُشرِفة. اپنی مسجدیں منڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار۔

رواہ ابن اَبِی شَیْبَة [۵۱۳۱] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

مگر تغیرِ زمانہ سے جبکہ قلوبِ عوام **تعظیمِ باطن** پر **تَنَبُّہ** کے لیے **تعظیمِ ظاہر** کے **محتاج** ہوگئے اس قسم کے امور علماء وعامۂ مسلمین نے مستحسن رکھے۔ اسی قبیل سے ہے قرآنِ عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدرِ اول میں نہ تھا اور اب بہ نیتِ تعظیم واحترامِ قرآنِ مجید مستحب ہے ، یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام۔

و ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن . [مسند احمد ۳۶۶۷] | جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللّٰہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

←

فریاد کی ظاہر میں کثرت ہے وہاں نہیں ہے ، جبکہ حقیقت دونوں جگہ ہے اور حقیقۃً کثرت وہیں ہے۔ گمراہوں نے اسے نہ سمجھا شعور نے یاوری نہ کی۔ مگر بعض اوقات بظاہر نداء وفریادِ غائبانہ نہ دیکھ کر نہ کرنے کا اور وہ بھی عام دعویٰ جو کیا ، بلکہ نداء وفریادِ غائبانہ کو خالص شرک ٹھہرادیا کہ

> رسول اللہ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے دوران بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے غائب میں مدد کے لیے نہ تو رسول اللہ ﷺ کو پکارا اور نہ ہی کسی فرشتے کو پکارا بلکہ وہ تو صرف اللّٰہ جل جلالہ کو ہی پکارتے تھے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بخوبی جانتے تھے کہ اللّٰہ جل جلالہ کے علاوہ کسی بھی دوسری ہستی کو غائب میں مدد کے لیے پکارنا خالصتاً شرک اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

[پرچۂ گمراہاں ص۴ ، ۵]

اس جرأت وجسارت و ظلمتِ ضلالت پر کس جذبہ نے گمراہوں کو ابھارا؟...... یہاں گمراہوں کو وہ نظر کیوں نہیں آتا؟..... جو بہت اوقات غائبانہ اور بعدِ وصال حضراتِ

← درِ مختار میں ہے

جاز تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما فى نقش المسجد.	قرآنِ عظیم پر سونا چڑھانا جائز ہے کہ اس میں قرآن کی تعظیم ہے جیسے مسجد کی آرائش میں تعظیم ہے۔

تبيين الحقائق میں ہے

لا يكره نقش المسجد بالجَصّ و ماء الذهَب. ”_	مسجد کو گچکاری کر کے سونے کا پانی چڑھا کر سجانا تزئین کرنا مکروہ نہیں۔

[فتاوی رضویه ۳۹۵/۶ ، ۳۹۶ ، مترجم ۲۹۳/۱۶ ، ۲۹۴]

صحابہ و مَنۡ بَعۡدَھُم سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ندا وفریاد کرنا **صحیح سند** سے ثابت اور **سوادِ اعظم اہلسنّت** کا اس پر **اتفاق و اجماع** قائم ہے۔ [جیسا کہ ص۱۲۹ سے آرہا ہے]۔

کیا گمراہوں کو اُس یہودی خصلت پر چلنا ہے؟..... جو قرآنِ عظیم نے اُن کی بتائی کہ

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ [پ ۱ ایت ۸۵ البقرۃ] تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصے سے منکر ہو۔

کہ اس خصلتِ یہود سے گمراہوں نے صحیح غلط طور پر کچھ احادیثِ صحاح کو لے لیا اور کچھ کو پھینک دیا۔

فنعوذ باللّٰہ من حالِ اھل النار | ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی اہلِ نار کے حال سے

انوار الانتباہ فی حَلّ نداء یا رسول اللّٰہ میں اور بھی **صحابۂ کرام تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین بزرگانِ دین و علمائے ربانیین** سے **محبوبانِ خدا** کو پکارنے کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے۔

اسی میں امام بخاری کی کتاب ادب مفرد سے اور دیگر ائمہ سے ہے کہ حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بعدِ وصالِ اقدس **یا محمداہ** کہہ کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد وندا کی۔ جیسا کہ [ص۲۳ ، ۵۰ میں] گذرا۔

ـــ جیسا کہ اجمالاً ص۴۸ تا ۵۰ میں گذرا ، اور تفصیلاً ص۹۶ سے یہاں جاری ہے۔

اُسی میں ہے

—" امام نَوَوِی شارحِ صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاذکار [ص۲۶۱] میں اس کا مثل حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس کسی آدمی کا پاؤں سوگیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تو اس شخص کو یاد کر جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو اُس نے **یا محمداہ** کہا اچھا ہوگیا۔ اور یہ امر اِن دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا ، اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس **یا محمداہ** کہنے کی عادت چلی آرہی ہے۔

علامہ شِہَاب خَفَاجی مصری [م ۱۰۶۹ھ] نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عِیَاض [۳/۳۵۵] میں فرماتے ہیں

هذا مما تعاهده اهل المدينة **یا محمداہ** کہنا اہلِ مدینہ کا معمول رہا۔

حضرتِ بلال بن الحارث المزنی سے قحطِ عام الرمادہ میں کہ بعدِ خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا ان کی قوم بنی مزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجیے فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے انہوں نے اصرار کیا آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نداء کی **یا محمداہ** پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر بشارت دی۔

ذكره فى الكامل. [۲/۳۹۷]

امامِ مجتهد فقيهِ اجل عبد الرحمن هُذَلِی کوفی مسعودی کہ حضرتِ عبداللہ بن مسعود

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اوراجلّۂ تبع تابعین واکابرائمۂ مجتہدین سے ہیں سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا محمدٌ یا منصورُ اورظاہر ہے کہ

القلم احد اللسانین قلم دوزبانوں میں سے ایک ہے۔

ھَیُثَم بن جمیل اِنُطَاکِی کہ **ثقاتِ علمائے محدثین** سے ہیں انہی امامِ اجلّ کی نسبت فرماتے ہیں

رأیتہ و علی رأسہ قَلَنُسُوَۃٌ	میں نے اُن کودیکھا کہ وہ اپنے سر پر
اطول من ذِراع مکتوب فیھا	ہاتھ بھر سے لمبی ٹوپی رکھتے تھے جس
محمدٌ یا منصورُ.	میں لکھا تھا محمدٌ یا منصورُ۔

ذکرہ فی تھذیب التھذیب. [تاریخ الاسلام للذھبی ۹/۴۸۱]

امام شیخ الاسلام شِہَاب رَمْلِی [م ۱۰۰۴ھ] کے **فتاوی** [بر ھامش فتاوی الفقھیۃ الکبریٰ ۴/۳۸۲] میں ہے

سئل عما یقع فی العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء و المرسلین و الصالحین ، و ھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم ام لا. فاجاب بما نصہ ان الاستغاثۃ بالانبیاء و المرسلین و الاولیاء و العلماء الصالحین جائزۃ ، و للانبیاء و الرسل و الاولیاء و الصالحین اغاثۃ بعد موتھم الخ.

یعنی ان سے **استفتاء** ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین و اولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یارسول اللّٰہ یاعلی یاشیخ عبدالقادرجیلانی اوران کے مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں اوراولیاء بعدانتقال کے بھی مددفرماتے ہیں یا

نہیں؟.... انہوں نے **جواب** دیا کہ بیشک انبیاء ومرسلین و اولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اوروہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔

امام ابنِ جَوْزِی نے کتاب عیون الحکایات [ص۱۹۷ ، ۱۹۸] میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ **بسندِ مسلسل** روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے

فاسَرہ الروم مرۃ فقال لھم	ایک بار نصارائے روم انہیں قید کرکے
المَلِک انی اجعل فیکم	لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں
المُلْک و ازوِّجکم بناتی و	سلطنت دوں گا اوراپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ
تدخلون فی النصرانیۃ فاَبَوْا	دوں گا تم نصرانی ہوجاؤ انہوں نے نہ
و قالوا **یا محمداہ**.	مانا اورنداء کی **یا محمداہ**۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کراکر دوصاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے کو اللّٰہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرماکر بچالیا وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعتِ ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اورفرمایا اللّٰہ تعالی نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کوبھیجا ہے ، اِنہوں نے حال پوچھا فرمایا

بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جوتم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنّتِ اعلیٰ میں تھے۔

امام [ابنِ جَوْزِی] فرماتے ہیں :

یہ حضرات زمانۂ سلف میں مشہور تھے اوران کا یہ واقعہ معروف۔

یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں یا رسول اللّٰہ کہنا **اگر شرک ہے تو**

مشرک کی مغفرت وشہادت کیسی؟..... اور جنت الفردوس میں جگہ پانی کیا معنی؟..... اوران کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟..... اور **ائمۂ دین** نے یہ روایت کیونکر **مقبول** اور شہادت وولایت کس وجہ سے مسلّم رکھی؟.....

اور وہ مردانِ خدا خود بھی **سلفِ صالح** میں تھے کہ واقعہ شہرِ طرطوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کما ذکرہ فی الروایۃ نفسھا اورطرطوس ایک ثغر ہے یعنی دار الاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کما ذکرہ الامام السُیُوطِی فی "تاریخ الخلفاء". ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابعین وتبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لا اقل **تبعِ تابعین** سے تھے۔ "__

مختصراً [فتاوی رضویه ۱۲/۱۰۱ تا ۱۰۴ ، مترجم ۲۹/۵۵۳ تا ۵۵۶]

اُسی میں حدیث کا علم اور روایت کی جانچ پرکھ رکھنے والوں کے استاذ وممدوح امام ابوالحسن علی شَطَّنَوْفِی سے **بہ سندِ صحیح** متصل ہے کہ

__" حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ارشادفرماتے ہیں

من استغاث بی فی کربة کُشِفَتُ عنه ، و من نادیٰ باسمی فی شدة فُرِّجَتُ عنه ، و من توسل بی الی اللّٰه عز وجل فی حاجة قُضِیَتُ له.	یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو ، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر نداء کرے وہ سختی دور ہو ، اور جو کسی حاجت میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔
و من صلی رکعتین یقرؤ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص	اورجو دورکعت نماز ادا کرے ہر رکعت

احدیٰ عشَرۃ مرۃ ، ثم یصلی علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام و یسلم علیہ ، و **یَذکُرنی** ثم یَخطُوُ الی جِھَۃ العراق احدیٰ عشَرۃ خُطوۃ و یَذکُر فیھا اسمی و یذکُر حاجتہٗ فانھا تُقضیٰ باذن اللّٰہ. [بھجۃ الاسرار ص۱۰۲]

میں بعد فاتحہ کے سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے سلام عرض کرے اور **مجھے یاد کرے** پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو اللّٰہ کے اذن سے۔

[فتاوی رضویہ ۵۲۲/۳ ، مترجم ۵۷۱/۷ ، ۵۷۲]

اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام مثل امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شَطَّنَوُفِی و امام عبد اللّٰہ بن اسعَد یَافِعِی مکی مولانا علی قاری مکی صاحبِ مرقاۃ شرحِ مشکوٰۃ مولٰینا ابو المعالی محمد مسلمی قادری و شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دھلوی وغیرہم رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیھم اپنی تصانیفِ جلیلہ بھجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر و نزھۃ الخاطر و تحفۂ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلماتِ رحمت آیات **حضورغوثِ پاک** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے نقل و **روایت** فرماتے ہیں۔

یہ امام ابو الحسن **نور الدین علی** مصنفِ بھجۃ الاسرار شریف **اعاظمِ علماء و ائمۂ قرأت و اکابراولیاء** و ساداتِ طریقت سے ہیں ، حضورغوث

الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف **دو واسطے** رکھتے ہیں ، امام اجل حضرتِ ابو صالح نَصر قُدِّسَ سِرُّہٗ سے فیض حاصل کیا ، اُنہوں نے اپنے والدِ ماجد حضرتِ ابوبکر تاج الدین عبد الرزاق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے ، اُنہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الاثار شریف میں فرماتے ہیں

یہ کتاب بھجۃ الاسرار کتابِ عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالمِ معروف ومشہور اور ان کے احوالِ شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور۔

امام شمس الدین **ذَہَبِی** کہ علمِ **حدیث** و **اسماءالرجال** میں جن کی جلالتِ شان عالم آشکار اس جناب [مصنفِ ''بھجۃ الاسرار''] کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان [مصنفِ ''بھجۃ'' امام شَطَّنَوْفِی] کے مدائح لکھے۔

امام **محدث** محمد بن محمد بن محمد **الجَزَرِی** مصنفِ ''حصن حصین'' اس جناب [امام شَطَّنَوْفِی] کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں انہوں نے یہ کتاب مستطاب بھجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی **سند** واجازت حاصل کی۔ ''—

[فتاوی رضویہ ۱۰۴/۱۲ ، ۱۰۵ مترجم ۵۵۶/۲۹ ، ۵۵۷]

ظلمتِ گمراہاں

ایسے جلیل القدر ثقہ معتمد راویوں کی صحیح ومعتمد روایت سے ثابت ''صلاۃ الاسرار'' یعنی ''نمازِ غوثیہ'' کو گمراہ کہتے ہیں

بعض لوگوں نے اپنی مشکلات و پریشانیوں کے حل کے لیے شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (م ۵۶۱ ھ) سے خود ہی ایک ''نمازِ غوثیہ'' منسوب کر رکھی ہے۔

[پرچۂ گمراہاں ص ۳]

اقول:- ایسے جلیل القدر عظیم الفضل **ثقہ معتمد** راویوں کی روایت اگر مقبول نہیں تو بخاری و مسلم وغیرہ کے راوی کیا معصوم ہیں؟.... یا ہر ہر روایت پر منتہائے سند تک تواتر ہے؟.... کیا ہر ہر حدیث ایسی ہے؟.... کہ اُسے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر روایت کرنے والے حدِّ تواتر پر تھے؟...... یونہی اُن راویانِ تواتر سے سن کر روایت کرنے والے امام بخاری تک؟...... پھر امام بخاری بھی اُن تمام روایات کو سننے میں تنہا نہیں؟...... اُن کے ساتھ بھی جماعتِ تواتر سننے اور روایت کرنے میں شریک ہے؟....

اور جب کچھ نہیں تو وہاں گمراہوں کا قبول کرنا اور یہاں منہ بسورنا کیا معنی؟.... سوا اس کے کہ جی کو بھا گیا ہے نجدیوں وہابیوں کا مذہب۔

خیر نجدی وہابی غیر مقلد دیوبندی اور ان کے گمراہ سپوت بجہنم۔

جنہیں حق پیارا ہے ، جنہیں **صحابہ** اور اُن کے سچے پیروکار **بزرگانِ** دین و **علمائے** ربانیین یعنی **سوادِ اعظمِ مسلمین** کے عقیدے پر جینے مرنے کی فکر ہے سچی طلب ہے وہ دیکھیں کہ **گمراہ** جب محبوبانِ خدا سے فریاد و پکار کو معاذ اللہ ''خالص شرک اور ہمیشہ ہمیش کی جہنم کا مستحق بتاتے ہیں''

تو ان گمراہوں کے نزدیک یہ صحابہ تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین بزرگانِ دین علمائے ربانیین ، محبوبانِ خدا کو پکار کر پکارنے کا حکم دے کر پکارنے کی تعلیم فرما کر معاذ اللہ خالصتاً شرک میں مبتلاء اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کے حقدار ہوئے؟.....

مسلمانو! ایسا شرک ...... جس سے صحابۂ کرام سے لے کر آج تک عام امتِ مرحومہ خالص شرک میں گرفتار اور ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کی حقدار ٹھہرے ...... یہ کسی **پکّے مسخرۂ شیطان** کے سوا کسی کو سوجھ سکتا ہے؟......

بلکہ **ان گمراہوں کی مَت** پر تو وہ جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے شرک وکفر مٹانے اور قیامت تک کے لیے نشانِ ہدایت قائم فرمانے کو بھیجا یعنی اللّٰہ کے پیارے محبوب حضور **خاتم الانبیاء** علیہ و علیہم الصلوٰۃ والثناء خود اُنہوں نے اپنے صحابی کو اس **صحیح حدیث** کے مطابق معاذ اللّٰہ خالص شرک کا حکم دیا کہ وہ دعاء تعلیم فرمائی جسے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرنے کے بیچ ہی میں یہ نداء ہے کہ

یا محمد انی اتوجہ بک یا رسول اللّٰہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے
الی ربی فی حاجتی. رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں

خدا کی پناہ ایسے مذہب سے جس میں اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص شرک کا حکم دینے والے ٹھہریں۔

صحیح حدیث بعدِ وصال صحابی کا حضور کو نداء کرنا پکارنا اور وسیلہ بنانا

حضرت شیخ الاسلام علامہ سید احمد زینی دحلان [م ۱۳۰۴ھ] اپنی مبارک کتاب الدرر السنیة فی الردّ علی الوهابیة میں فرماتے ہیں

و روی البیهقی و ابن ابی شیبة **باسناد صحیح** ان الناس اصابهم قحط فی خلافة عمر رضی اللّٰه عنه فجاء بلال بن الحرث رضی اللّٰه عنه و کان من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و قال یا رسول اللّٰه استسق لامتک فانهم هلکوا فاتاه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی المنام و اخبره انهم یُسقَون. [درر سنیه

امام ابو بکر **بن ابی شَیْبَہ** استاذِ امام بخاری و مسلم اپنے مصنّف اور امام **بَیْہَقِی** دلائل النبوۃ میں **بسندِ صحیح** بطریقِ ابو معاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

عہدِ معدلت مہدِ فاروقی میں ایک بار قحط پڑا ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی **صحابی** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے **مزارِ اقدس** حضور ملجأِ بیکساں صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر **عرض** کی **یا رسول اللّٰہ** اپنی امت کے لیے اللّٰہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں ، رحمتِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا پانی آیا چاہتا ہے۔

ص۱۰ ، فتح الباری ۵۸۲/۳] مختصراً [فتاوی رضویه مترجم ۶۹۵/۹ ، ۶۹۶]

یہی روایت **دلائل النبوۃ للامام البیھقی** سے **امام سُبکی** [م ۷۵۶ھ] نے **شفاء السقام** میں بیان کی ، اور یہی روایت **امام عَسقَلانی** نے **فتح الباری** میں **مصنّف ابن ابی شَیبَہ** سے بیان کی کہ

و روی ابن ابی شیبة **باسناد صحیح**. [۵۸۲/۳]

گمراہوں نے صحیح حدیثِ بخاری [۱۰۱۰] کا نام کر کے اس کو تو لے لیا کہ حضرتِ عمر فاروقِ اعظم اپنے عہدِ خلافت میں حضرتِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعاء مانگے تھے ، اور کہہ دیا کہ

صحیح وسیلۂ شخصی دنیا میں موجود نیک زندہ آدمی سے دعا کروانا ہے

[پرچۂ گمراہاں ص۷]

مگر ...... حضرتِ بلال بن حارث **صحابی** کے **مزارِ اطہر** حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جا کر **نداء** کر کے یا رسول اللّٰہ کہنے اور خطاب کر کے دعاء فرمانے کی التجا کرنے ...... کی روایت کو "**صحیح**" ہونے کے باوجود نہیں لیا ، کیونکہ یہ روایت بعدِ وصال حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نداء وخطاب اور بارگاہِ حضور میں التجائے دعاء سے گمراہوں کے شرک کا دربار جلا رہی تھی۔

استنادِ اہلِ حق اہلِ سنّت

امام سُبکی نے روایتِ بالا کے بعد فرمایا

محل الاستشهاد من هذا الاثر | اس روایت میں **دلیل** یہ ہے کہ **نبی**

طلبُہ الاستسقاء من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد موتہ فی مدۃ البرزخ.

[شفاء السقام ص۱۳۰]

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **بعدِ وصال** عالَمِ برزخ میں اُس نیک بندے نے بارش کے لیے دعاء کرنے کا **سوال** کیا۔

یعنی اس سے ثابت ہوا کہ **بعدِ وصال** بھی حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو **نداء** کرنا حضور سے مانگنا **فریاد** کرنا **حق** ہے۔

چنانچہ علامہ سید زینی دحلان نے فرمایا

و لیس الاستدلال بالرؤیا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فان رؤیاہ و ان کانت حقا لا تثبت بھا الاحکام لامکان اشتباہ الکلام علی الرائی لا لشک فی الرؤیا.

ہمارا استدلال خواب سے نہیں کیونکہ خواب میں حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنا اگرچہ بلاشبہ **حق** ہے تاہم اس میں شبہ ہے کہ حضور نے جو فرمایا وہ دیکھنے والے نے محفوظ رکھا یا خطاء کر گیا۔

و انما الاستدلال **بفعل الصحابی** و ھو بلال بن الحرث رضی اللّٰہ عنہ فاتیانہ لقبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و نداؤہ لہ و طلبہ منہ ان یستسقی لامتہ دلیل علی ان ذلک جائز و ھو من

لہذا ہمارا استدلال **صحابی کے فعل** سے ہے کہ حضرتِ بلال بن حرث رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ **مزارِ اطہر** پر حاضر ہوئے **حضور** کو **نداء کی** پکارا اور حضور سے یہ **مانگا** کہ اپنی امت کے لیے بارش کی دعاء فرمائیں۔

یہ دلیل ہے کہ حضورِ اقدس صلی

باب التوسل والتشفع و الاستغاثة به صلى اللّٰه عليه وسلم. و ذلك من اعظم القُرُبات.

و قد توسل به صلى اللّٰه عليه وسلم ابوه آدم عليه السلام قبل وجود سيدنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم حين اكل من الشجرة التى نهاه اللّٰه عنها و حديث توسل آدم عليه السلام بالنبى صلى اللّٰه عليه وسلم.

رواه البيهقى باسناد صحيح فى كتابه المسمى دلائل النبوة الذى قال فيه الحافظ الذهبى: عليك به فانه كله هدى و نور.

اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **بے دیکھے بھی توسل کرنا** حضور کو وسیلہ بنانا حضور سے شفاعت مانگنا اور فریاد کرنا **جائز** ہے۔ اور یہ **بڑی نیکیوں** میں سے ایک ہے۔

اور حضور سے توسل تو حضور کے والد حضرتِ آدم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہما وسلم نے حضور کے دنیا میں تشریف لانے سے بھی پہلے کیا ہے جبکہ آپ سے لغزش ہوئی اور جس درخت سے اللّٰہ پاک نے روکا تھا اُس میں سے کچھ آپ نے کھالیا۔

یہ حدیثِ توسلِ[1] آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام امام بیہقی نے **صحیح اسناد** کے ساتھ دلائل النبوۃ میں روایت کی جس کے بارے میں **حافظ ذہبی** کہتے ہیں کہ دلائل النبوۃ کو دل میں بسالو کیونکہ وہ پوری کی پوری ہدایت ہے نور ہے۔

---

[1] یہ حدیثِ مبارک ملاحظہ ہو تجلی الیقین ص۴۲ ، فتاوی رضویہ مترجم ۱۸۶/۳۰ میں اور اس سے کشفِ وحید ص ۱۵۴ ، ۱۵۵ میں۔

[**امام سُبْکی** [م ۷۵۶ھ] نے بھی شفاء السقام [ص۱۲۰] میں مستدرک للحَاکِم اور دلائل النبوۃ للبَیْہَقِی سے یہ روایت نقل کی اور **تَوَسُّل** پر اسے دلیل ٹھہرایا]

و الی ھذا التوسل اشار الامام مالک رضی اللّٰہ عنہ لخلیفۃ المنصور و ذلک انہ لما حج المنصور و زار قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال لہ الامام مالک و لم تصرف وجھک عنہ و ھو وسیلتک و وسیلۃ ابیک آدم الی اللّٰہ تعالیٰ بل استقبل و استشفع بہ فیشفعہ اللّٰہ فیک قال اللّٰہ تعالیٰ

﴿ وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ ﴾

[پ ۵ آیت ۶۳ النساء]

ذکرہ القاضی عِیاض فی (الشفا)

اور اسی توسل کی طرف **امام مالک** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ منصور کو ہدایت کی تھی جب وہ حج کے بعد زیارتِ تربتِ اطہر کے لیے آیا کہ تو حضور کی طرف رخ کیوں نہ کرے گا حالانکہ وہ تیرا اور تیرے باپ حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارگاہِ الٰہی سبحانہ میں وسیلہ ہیں ، اپنا منھ حضور کی طرف کر اور حضور سے شفاعت مانگ کہ اللّٰہ تعالیٰ تیرے لیے حضور کی شفاعت قبول فرمائے اُس کا فرمان ہے

﴿اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللّٰہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللّٰہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں﴾

اسے امام قاضی عیاض [م ۵۴۴ھ]

وساقه باسناد صحيح وذكَرَهُ الامامُ السَّبُكى فى (شفاء السَّقام) و السيد السَّمُهُودى فى (خلاصة الوفاء) و العلامة القَسُطَلانى فى (المواهب اللدنية) والعلامة ابن حجر فى (الجوهر المنظم) وذَكَرَهُ كثيرٌمن اَربابِ المَنَاسک فى آداب الزيارة.

قال العلامة ابن حجر فى الجوهر المنظم رواية ذلک عن مالک جاءتْ بالسند الصحيح الذى لا مَطْعَن فيه وقال العلامة الزُّرُقَانى فى شرح المَواهب ورواها ابن فهد باسناد جيد ورواها القاضى عِياض فى الشفا باسناد صحيح رجاله ثقات ليس فى اسنادها وضّاع ولا كذّاب.

مختصراً [الدرر السنية ص۱۰ تا ۱۲]

نے شفاء میں بہ**اسنادِ صحیح** بیان کیا اور امام سَبُکی [م ۷۵٦ھ] نے شِفاء السَقام میں ، سید سَمُهُودی [م ۹۱۱ھ] نے خلاصة الوفاء میں ، علامہ قَسُطَلانی [م ۹۲۳ھ] نے مواهب لدنيه میں ، اور علامه ابنِ حجر مکی [م۹۷۴ھ] نے جوهر منظم میں بیان کیا اور**بہت فقہاء** نے حج کے بیان میں زیارتِ مزارِاقدس کے آداب میں اسے بیان فرمایا۔

علامہ ابن حجر نےجوهر منظم میں کہا اس کی روایت **امام مالک** سے ایسی **سندِ صحیح** کے ساتھ آئی جس میں کسی طرح کا طعن وخلل نہیں۔ علامہ زُرُقَانی [م ۱۱۲۲ھ] شرحِ مواهب لدنيه [۱۲/۱۹۴] میں کہتے ہیں اسے ابن فهد نے **عمدہ اسناد** کےساتھ روایت کیا ، اورقاضی عِیاض نے شفاء میں ایسی **صحیح اسناد** کےساتھ روایت کیا جس کے راوی ثقہ معتمد ہیں اُس اسناد میں کوئی وضّاع کذّاب [جوجھوٹ گڑھے] نہیں ہے۔

اہلسنّت کا اجماع سوادِاعظم کا اتفاق

وسیلہ بعدِ وصال پر بھی مسلمانوں کا اتفاق

اور وسیلہ کے منکر کب پیدا ہوئے؟......

اور وسیلہ سے انکار کی بدعت کس نے ایجاد کی؟......

محبوبانِ خدا کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں دعاء کرنے اور اُن سے شفاعت چاہنے پر تو **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کا **اتفاق** ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ الاسلام سید **زینی دحلان** [م ۱۳۰۴ھ بالمدینة المنورة] نے فرمایا

...... " **حضورِاقدس** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ہر خیر و **نفع کے لیے وسیلہ** ہیں اس عالَم میں تشریف آوری سے پہلے بھی اور بعد بھی ، ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی اور **بعدِ وصال** بھی ، یونہی قیامت کے ہر منزل و مقام میں بھی کہ اپنے رب کے حضور شفاعت کریں گے۔ یہ سب بہ تواتر ثابت ہے **متواتر احادیث** اس پر آئیں اور **منکرینِ توسل** کے **پیدا ہونے** سے **پہلے** اس پر **اجماع قائم** ہوگیا۔ "......

[الدُرَر السَّنِیّة ص۱۹]

— " علامہ **احمد** بن محمد **شِہَاب خَفَاجِی** [م ۱۰۶۹ھ] فرماتے ہیں :

مزاراتِ **سلفِ صالحین** کی زیارت اور اُنہیں اللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ کی طرف **وسیلہ** بنانے پر **مسلمانوں کا اتفاق** ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد **بے دین** لوگ اس کے **منکر** ہوئے۔ "—

[عنایة القاضی ۳۱۳/۸ ـ الامن و العلیٰ ص۸۵ ، ۸۶ ـ فتاوی رضویه مترجم ۴۱۶/۳۰]

عارف باللہ شیخ **عبد الحق** محدث دہلوی [م ۱۰۵۲ھ] فرماتے ہیں

......" **قریب زمانہ** میں ایک **فرقہ** پیدا ہوا ہے جو اولیاء اللہ سے **استمداد** و **استعانت** کا مخالف ہے ، اور بزرگانِ دین کے **مزارات** پر جانے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتا ہے اور بہت برا بھلا کہتا ہے۔ "...... [اشعة اللمعات ۳/۴۰۱]

نیز امام تقی الدین سَبُکِی [م ۷۵۶ھ] فرماتے ہیں

......" حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **فریاد** و **توسل** کا ابنِ تیمیہ [۶۶۱ھ - ۷۲۸ھ] سے پہلے **کسی عالمِ دین** نے **انکار نہیں** کیا "...... مترجماً [شِفاء السَقام ص۱۲۰]

تفصیل

چنانچہ آگے علامہ سید زینی دحلان مکی [م ۱۳۰۴ھ] فرماتے ہیں

و انه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یتوسل به فی کل خیر قبل بُروزه لهذا العالم و بعده فی حیاته و بعد وفاته و کذا فی عَرَصات القیامة فیشفَع الی ربه ، و کل هذا مما **تواترت** به الاخبار و قام به **الاجماع** قبل ظهور المانعین منه.

[الدُرَرُ السَّنِیّة ص۱۹]

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر خیر و **نفع کے لیے وسیلہ** ہیں اس عالَم میں تشریف آوری سے پہلے بھی اور بعد بھی ، ظاہری حیاتِ طیبہ میں بھی اور **بعدِ وصال** بھی ، یونہی قیامت کے ہر منزل و مقام میں بھی کہ اپنے رب کے حضور شفاعت کریں گے۔ یہ سب بہ تواتر ثابت ہے **متواتر احادیث** اس پر آئیں اور **منکرینِ توسل** کے **پیدا ہونے** سے **پہلے** اس پر **اجماع قائم** ہوگیا۔

اور آگے فرماتے ہیں

بل هذا الامر اعنی التوسل لم ینکره احد قط من السلَف و الخلَف حتی جاء هؤلاء المنکرون. [ایضاً ص۳۱]	ان منکرین کے پیدا ہونے سے پہلے پہلے، سلف وخلف یعنی اگلے پچھلے ائمہ وعلمائے دین میں سے کسی نے توسل پر انکار نہیں کیا۔

اور ان سے پہلے

__"__ علامہ **احمد** بن محمد **شِهَاب خَفَاجِی** [م ۱۰۶۹ھ] عنایة القاضی و کفایة الراضی [۳۱۳/۸] میں امام حجة الاسلام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَالِی و امام فخر الدین رازی رحمة اللّٰه علیه سے اس معنی [یعنی] .... تصرفِ اولیائے کرام **بعدِ وصال** .... کی تائیدیں نقل کرکے فرماتے ہیں

و لذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور، الا انه لیس بحدیث کما توهم، و لذا اتفق الناس علی زیارة مشاهد السلف و التوسل بهم الی اللّٰه و ان انکره بعض الملاحدة فی عصرنا، و المشتکیٰ الیه هو اللّٰه.	اسی لیے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو .... مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا .... اور اسی لیے مزاراتِ **سَلَفِ صالحین** کی زیارت اور **اُنہیں** اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ کی طرف **وسیلہ** بنانے پر **مسلمانوں کا اتفاق** ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے۔ اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔ "__

[الامن و العلیٰ ص۸۵، ۸۶ ۔ فتاوی رضویه مترجم ۴۱۶/۳۰]

نیز عارف باللہ شیخ محقق **عبد الحق** محدث دہلوی [م ۱۰۵۲ھ] فرماتے ہیں

لَیْتَ شِعْرِی چہ می خواہند ایشاں باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکرند آں را ،

آنچہ ما می فہمیم ازان ایں ست کہ داعی دعا می کند خدا را ، وتوسل می کند بروحانیتِ ایں بندۂ مقرب ، یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را ، کہ اے بندۂ خدا و ولیِ وے شفاعت کن مرا ، وبخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا۔

اگر ایں معنی مُوجِبِ شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلبِ دعا از دوستانِ خدا درحالتِ حیات نیز ،

وایں مستحب ومستحسن است باتفاق ، وشائع است در دین ،

وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخِ

مجھے حیرت ہے مسلمانانِ اہلسنّت استمداد و امداد سے آخر کیا قصد رکھتے ہیں کہ یہ فرقہ استمداد وامداد کی مخالفت کرتا ہے

ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ دعا کرنے والا اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور بزرگ صاحبِ مزار کو وسیلہ بناتا ہے ، یا اُنہیں نداء کرتا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں میری شفاعت کیجئے اور اللّٰہ تعالی سے التجا کیجیے کہ میری حاجت روا فرمائے اور مراد عطا کرے۔

اگر اس سے آدمی [مَعَاذَ اللّٰہِ] مشرک ہو جاتا ہو جیسا کہ مخالفین کا زعم ہے تو بحالِ حیات بھی اولیائے کرام کو وسیلہ بنانے اور اُن سے طالبِ دعا ہونے کی ممانعت ہونی چاہیے۔

حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب ومستحسن ہے اور مذہبِ اسلام میں مشہور ومعروف چلا آرہا ہے۔

اور **بزرگوں کی روحانیت سے استمداد و طلبِ فیض** میں مشائخِ اہلِ کشف کو جو [حیرت

اہل کشف در استمداد ازارواحِ کُمَّل و استفادہ ازاں خارج از حصراست۔

انگیز اور ایمان افروز] واقعات پیش آئے اور اُنہوں نے بیان فرمائے وہ بے شمار ہیں احاطۂ بیان وتحریر میں نہیں آسکتے۔

پھر آخر میں فرمایا

کلام دریں مقام بحدِ اطناب کشید بررغمِ منکراں ، کہ درقربِ ایں زمان فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت رااز اولیائے خدا، ومتوجہاں بجنابِ ایشاں را مشرک بخدا ، وعبدۂ اصنام می دانند ، ومی گویند آنچہ می گویند

[فتاویٰ رضویہ ۳۰۱/۴

اشعۃ اللمعات ۴۲۲/۳ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴]

یہاں ہم نے کلام کو بہت وسعت دی اور کافی تفصیل کی ، اس سے مقصود ہے مخالفین کو زَک پہنچانا۔ کیونکہ **قریب زمانہ** میں ایک **فرقہ** پیدا ہوا ہے جو اولیاء اللّٰہ سے **استمداد و استعانت** کا مخالف ہے ، اور بزرگانِ دین کے مزارات پر جانے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتا ہے اور بہت برا بھلا کہتا ہے۔

یہ ہے **شیخ محقق محدثِ دھلوی** کی تصریح کہ نیک بندگانِ خدا سے مدد مانگنا اُنہیں بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ کرنا اُن کی زندگی میں بھی اور بعدِ وصال بھی یہ **اہلسنّت کا عقیدہ** ہے جو زمانۂ صحابۂ کرام سے چلا آرہا ہے ، اور اسے شرک کہنا یہ قریب زمانے کی بدعت ہے جو ایک **نومولود فرقے** نے تراشی ہے۔

اور ان حضرات سے پہلے **بقیۃ المجتھدین امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سُبکی** [م ۷۵۶ھ] **شِفاء السَقام** میں فرماتے ہیں

اعلم انه یجوز و یَحسُن التوسل و الاستغاثة و التشفع بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی ربه سبحانه و تعالیٰ ،

و جواز ذلک و حُسنه من الامور المعلومة لکل ذی دین المعروفة من فعل الانبیاء و المرسلین و سِیَر السلَف الصالحین و العلماء و العوام من المسلمین ، و لم ینکر احد ذلک من اهل الادیان ، و لاسُمِع به فی زَمَن من الازمان ، حتی جاء ابن تیمیة ، فیتکلم فی ذلک بکلام یلبّس فیه علی الضعفاء الاعمال ، و ابتدع ما لم یسبُق الیه فی سائر الاعصار.

ولهذا طعن فی حکایة التی

جان لو! نبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کو بارگاہِ الٰہی جَلَّ وَعَلَا میں شفیع کرنا وسیلہ بنانا اور حضور کے طفیل مدد مانگنا جائز ہے اور اچھا نیک عمل ہے۔

اس کا جواز اور اس کی خوبی ایسی بات ہے جو ہر اہلِ ملت کو معلوم ہے ، اور انبیاء و مرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ و سلم علیہم اجمعین کے فعل و عمل اور سلفِ صالحین و علماء و عوامِ مسلمین کی سیرت و روش سے مشہور و معروف ثابت ہے ، کسی اہلِ ملت نے توسل کا انکار نہ کیا اور نہ کسی دور میں یہ انکار سننے میں آیا ، یہاں تک کہ **ابنِ تیمیہ** آیا اور توسل پر چہ می گوئی کر کے ضعیف العمل لوگوں کو شبہ میں ڈالا اور وہ **بدعت ایجاد کی** جو **گذشتہ تمام صدیوں** میں کسی کے ذہن میں **نہ** آئی۔

اور اسی لیے گذشتہ **روایتِ امام مالک** پر ابنِ تیمیہ نے طعن کیا کیونکہ اس روایت میں ہے کہ امام مالک نے خلیفہ منصور سے

تقدم ذكرها عن مالک فان فيها قول مالک للمنصور استشفع به و نحن قد بينا صحتها.

و حسبک ان انكار ابن تيمية للاستغاثة و التوسل قول لم يقله عالم قبله.

و اقول ان التوسل بالنبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم جائز فی كل حال قبل خلقه ، و بعد خلقه ، فی مدة حياته فی الدنيا ، و بعد موته فی مدة البرزخ ، و بعد البعث فی عرصات القيامة و الجنة. الخ

مختصراً [شفاء السقام ص۱۱۹،۱۲۰]

[زیارتِ مزارِاطہر کے وقت] فرمایا تھا : نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **شفاعت** چاہ۔ حالانکہ ہم دکھا چکے کہ وہ روایت **صحیح** ہے۔

اور **تمہیں اتنا کافی** ہے کہ **ابنِ تیمیہ** کا **استغاثہ** و **توسل** [یعنی محبوبانِ خدا سے فریاد اور اُنہیں وسیلہ بنانے] سے **انکار** ایسی بات ہے جو ابنِ تیمیہ سے **پہلے کسی عالم** نے **نہیں کہی**۔

اور ہم کہتے ہیں کہ **حضورِ اقدس** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو **وسیلہ بنانا** جائز ہے ، ولادتِ پاک سے پہلے بھی ، بعد میں بھی ،ظاہرِ حیاتِ طیبہ میں بھی ، اور **بعدِ وصال** مدتِ برزخ میں بھی ، اور بعدِ حشر عرصاتِ قیامت میں اور جنت میں بھی۔ الخ

ولہذا علامہ زینی دحلان نے فرمایا

فعليک باتباع الجُمهور و السَّواد الاعظم و الا كنت مشاقق اللّٰه و رسوله و متبعا غير

تو اے مسلمان! تجھ پر **جمہور سوادِ اعظم** کی **پیروی واجب** ہے ، ورنہ تو اللّٰہ و رسول سے مخالفت کرنے اور ایمان والوں

سبیل المومنین و قد قال تعالیٰ

﴿وَ مَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَ يَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۝﴾

[پ ۵ ایت ۱۱۵ النساء]

[الدُرَرُ السَّنِيّة ص۴۲]

کی راہ سے جداراہ چلنے والا ہوگا۔ اوراللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جداراہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی﴾

دعوتِ فکر و ہدایت

اب جس کے سر میں دماغ میں عقل کا تھوڑا بہت بھی جلوہ ہو وہ سوچے کہ حضراتِ صحابۂ کرام سے دینِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و سلم کو پانے والے یہ حضراتِ تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین بزرگانِ دین علمائے ربانیین غرضیکہ امتِ مرحومہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اسلافِ اہلسنّت سوادِ اعظمِ مسلمین کیا اُن آیتوں کو نہیں جانتے تھے؟...... اُن صحیح و حسن احادیث کو نہیں جانتے تھے؟...... جن سے گمراہ شرک نکال رہے ہیں؟...... ہزار سال تک اہلسنّت و جماعت کے قائدین امتِ محمدیہ علی نبیہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے علماء و بزرگانِ دین میں سے کسی کی نظر اُن آیات واحادیث پر نہ پڑی؟...... سب کے سب اُن سے غافل و بے خبر ہوکر

محبوبانِ خدا سے بعدِ وصال نداء و فریاد و توسل

پر متفق ہوگئے؟...... یا جان بوجھ کر شرک پر اجماع کر لیے؟......

ہزار سال کے بعد کچھ روشن ذہن پیدا ہوئے ان کی ان آیات واحادیث پر نظر پڑی؟...... اور ان پر ان آیات واحادیث کا مطلب کھلا؟...... اور خالص شرکِ جلی کا بھبوکا پھوٹا؟......

ہزار سال تک امت کے لیے گمراہی سے محفوظ رہنے کے وعدۂ الٰہیہ کا دروازہ بند تھا؟...... ہزار سال بعد والوں پر کھلا؟...... ہزار سال تک کے ائمہ وعلماء و بزرگانِ دینِ اہلسنّت سب **ما انا علیہ و اصحابی** [: وہ عقیدہ جو حضور اور حضور کے صحابہ کا ہے] سے عاری گذرے؟...... ہزار سال بعد والوں نے قرآنِ کریم اور روایاتِ صحابہ سے اس عقیدہ کو حاصل کرلیا؟......

اور جب کچھ نہیں تو فلاح ونجاتِ آخرت صحابہ سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک اگر ہے تو صرف اور صرف **سوادِ اعظم** کے **اتفاق** یعنی **اجماعِ اہلسنّت** میں ہے۔

افرادِ امت معصوم نہیں ہیں ، ایک دو معدودے چند سے خطاء ہوسکتی ہے ، اور جہاں ہوئی جمہور سوادِ اعظم نے امت کی بھلائی اور دینِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفاداری کی خاطر اُس کی نشاندہی کردی۔ مگر سوادِ اعظمِ اہلسنّت سب کے سب سے خطاء ہوجائے یہ ممکن نہیں ، سوادِ اعظم اہلسنّت کے لیے حفاظت کا وعدۂ الٰہیہ ہے کہ

ان اللّٰہ لا یَجْمَع ھذہ الامۃ علی | اللّٰہ پاک میری امت کو

ضلالة ابدا. [المستدرک ۱/۲۰۰ ۔ ۳۹۱ ، السُنّة للـلالِکائی ۱۵۴]	گمراہی پر اجماع سے محفوظ رکھے گا۔

ولہذا ارشاد فرمایا امت کے غمخوار آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ

فاتبعوا السواد الاعظم.	تو تم سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔

[المستدرک ۱/۲۰۰ ۔ ۳۹۱ ، ابنِ مَاجَہ ۳۹۵۰]

واقعی امت کے ناصح اور دینِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجدّد ہیں وہ جنہوں نے اسی کے پیشِ نظر فرمایا کہ

—" ایک دو دس بیس علمائے کِبار ہی سہی اگر جمہور وسوادِ اعظم کے خلاف لکھیں گے اُس وقت اُن کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد۔

سَوادِ اعظم یعنی **اہلسنّت** کا کسی مسئلۂ عقائد پر **اتفاق** یہاں [بابِ عقائد میں] اَقْوَی الْاَدِلَّة ہے ، کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو **فہم کی غلطی** ہے ، **حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے**۔"—

[فتاوی رضویہ ۱۱/۵۶ ، ۵۷ ، مترجم ۲۹/۲۱۴ ، ۲۱۵]

ظلمتِ گمراہاں

ساری علت یہ ہے کہ گمراہوں نے محبوبانِ خدا کو من دون اللّٰہ سمجھ لیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے

مندرج بالا آیت میں اللّٰہ جل جلالہ نے اپنے نیک بندوں کو من دونہ فرمایا

[پرچۂ گمراہاں ص۲]

اقول:- اگرچہ محبوبانِ خدا ہرگز ہرگز اللہ نہیں ہیں ، مگر من دون اللہ بھی نہیں ہیں ، بلکہ

—" اُسی کے ظل ہیں "— [تکمیلاتِ الاستمداد ص۱۰۵]

اُسی کی صفات وہستی کے مظہر ہیں اُسی کی صفات ان میں تجلی فرما ہے۔

صحن میں آئینہ رکھ دو تا کہ سورج کی روشنی آئینہ کے توسط سے کمرے میں پہنچ جائے اور کمرہ روشن ہوجائے تو یہ سورج سے بغاوت نہیں ہے سورج کے علاوہ کسی اور شئ سے روشنی لینا نہیں ہے بلکہ آئینہ کو وسیلہ بنا کر سورج ہی سے روشنی لینا ہے۔

یہ مثال ہے سمجھنے والوں کے سمجھنے کے لیے کہ مددِ الٰہی محبوبانِ خدا کے نفوسِ قدسیہ میں تجلی فرما ہے اُن سے مدد مانگنا مدد حاصل کرنا اُن سے مانگنا حاصل کرنا نہیں بلکہ اُنہیں وسیلہ بنا کر اللہ ہی سے مانگنا اور مددِ الٰہی ہی حاصل کرنا ہے۔

— گمراہوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ گمراہوں نے کہا ہے

> عطائی غیر مستقل بذات اور محدود کا فرق۔ اللہ جل جلالہ نے انسانوں کی چند صفات کو اپنی صفاتِ کاملہ کا مظہر بنایا ہے مثلاً درجِ ذیل آیات میں بتائی گئی انسان کی صفات عطائی غیر مستقل بذات اور محدود ہیں اور اللہ جل جلالہ کی صفاتِ کاملہ سے مختلف ہیں اسی لیے صرف ''سمیع'' اور ''بصیر'' کے الفاظ ایک جیسے ہونے سے شرک نہیں ہوگا۔ [ص۳]

یہاں گمراہ اگر شرک کہتے تو خود کو اندھا بہرا ماننا پڑتا تو ان کا پاگل ہونا ہر کس و ناکس پر کھل جاتا ، لہٰذا مجبوراً یہاں شرک کی نفی کی اور مظہر کا اقرار کرلیا۔ محبوبانِ خدا میں یہ مجبوری گمراہوں کو نہ تھی لہٰذا وہاں مظہر کا اقرار نہ کیا بلکہ سیدھے شرک ٹھہرادیا۔

اگر کہو آیتِ کریمہ میں تو مقبولانِ خدا کو من دونہ من دون اللّٰہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ گمراہوں نے [ص۲میں] ان آیاتِ کریمہ سے نکالا

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّہُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا ○

[پ ۱۵ اٰیت ۵۶ ، ۵۷ بنی اسرائیل]

تم فرماؤ پکارو اُنہیں جن کو اللّٰہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اُس کی رحمت کی امید رکھتے اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ [کنز الایمان]

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ط وَ اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ ط کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ○ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ط وَ اللّٰہُ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

[پ ٦ اٰیت ۷۵ ، ۷٦ المائدۃ]

مسیح ابنِ مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں اُن کے لیے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں تم فرماؤ کیا اللّٰہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللّٰہ ہی سنتا جانتا ہے۔ [کنز الایمان]

اقول:- گمراہ کیا جانیں قرآنِ عظیم کے معارف۔ مقبولانِ خدا ضرور عالَمِ ہستی میں ہیں ، مگر ایسے مقبولانِ خدا کہ معاذ اللّٰہ معبود ہوں یہ نہ عالَمِ ہستی میں ہیں نہ ہوسکتے ہیں ، یہ صرف کافروں کے زعم نے تراش لیے ہیں اور کافروں کے وہم و خیال نے گڑھ لیے ہیں۔

کافروں کے ان زعم تراشیدہ کو فرمایا ہے من دونہ۔

حضرتِ عیسیٰ حضرتِ مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام ضرور عالَمِ ہستی میں ہیں ، مگر ایسے عیسیٰ و مریم کہ معاذ اللّٰہ معبود ہوں یہ کافروں کی نری گڑھنت نری تراش اور نرا وہم وخیال ہیں۔ اُن کو فرمایا ہے من دون اللّٰہ.

چنانچہ جہاں کافروں کا **زعم** بیان فرمایا کہ

''زَعَمۡتُمۡ'' ''تَعۡبُدُوۡنَ'' وہاں من دونہ اور من دون اللّٰہ فرمایا۔

اور جہاں وسیلہ تلاش کرنا رحمتِ الٰہی کی امید رکھنا عذابِ الٰہی سے ڈرنا ، رسول ہونا ، صدیقہ ہونا بیان فرمایا وہاں من دونہ یا من دون اللّٰہ نہ فرمایا۔ کیونکہ یہ کافروں کے خیالی نہیں ، بلکہ **واقعی محبوبانِ خدا** و مقبولانِ بارگاہ ہیں۔

فضلِ الٰہی ہے اُس کے محبوب پر اور اُن کے صدقے ایمان والوں پر کہ انہیں پروردگارِ عالَم نے اپنی جانب رکھا ہے ، من دون اللّٰہ میں نہیں۔ فرماتا ہے

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَكُوۡا وَ لَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَ لَمۡ يَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوۡلِهٖ وَ	کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی اللّٰہ نے پہچان نہ کرائی اُن کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللّٰہ اور

لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ اُس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو [پ ۱۰ اٰیت ۱۶ التوبة] اپنا محرمِ راز نہ بنائیں گے۔

محرمِ راز یعنی رازدار و دخیلِ کار بنانا یہ موالات و دوستی ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے **رسول** اور **ایمان والوں** کو اپنے ساتھ رکھا اور کافروں کو من دون فرمایا۔

اور واضح دیکھو کہ محبوبانِ خدا من دون اللّٰہ نہیں۔

—" اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ○ [پ ۶ اٰیت ۵۵ المائدة] اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللّٰہ اور اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکاۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول :- یہاں اللّٰہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرما دیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں ، [ورنہ] عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالیٰ

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ [پ ۱۰ اٰیت ۷۱ التوبة] مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ز [پ ۱۵ اٰیت ۲۶ الکهف] اللّٰہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم [۱۶۵/۵] میں ہے

(مَا لَهُمْ) ای ما لاھل السموٰت و الارض (مِنْ دُوْنِهٖ) ای من دون الله (مِنْ وَّلِیٍّ) ناصر. "_	یعنی آسمانوں میں اور زمین پر جو بستے ہیں اُن کا اللّٰہ کے سوا کوئی مددگار نہیں۔

[الامن و العلیٰ ص۸۹ ، فتاوی رضویہ مترجم ۴۲۰/۳۰ ، ۴۲۱]

دیکھو! دوسری آیتِ کریمہ نے صاف صراحۃً فرمایا

من دون اللّٰہ [: اللّٰہ کے سوا] مددگار نہیں

اور پہلی آیتِ کریمہ نے صاف صراحۃً فرمایا

محبوبانِ خدا اور حضور سرورِ محبوبانِ خدا مددگار ہیں۔

تو محبوبانِ خدا اگر من دون اللّٰہ ہوتے تو مددگار نہ ہوتے ، کیونکہ من دون اللّٰہ کے مددگار ہونے کی قرآنِ عظیم نے نفی فرمادی۔ اور ہیں مددگار جیسا کہ خود قرآنِ عظیم ہی نے فرمایا تو یہ من دون اللّٰہ ہرگز نہیں۔

پھر کیا ہیں؟...... ظل ہیں ، اور ان کی امداد امدادِ الٰہی کا ظل و پَرتَو ہے۔ اور ظل اگرچہ ہو بہو عینِ اصل نہیں ہوتا تاہم اصل کے علاوہ اور اصل سے جدا کوئی وجود بھی نہیں رکھتا۔

گمراہ "علاوہ" سمجھتے ہیں اس لیے شرک میں پھنستے ہیں ، چنانچہ گمراہوں نے عنوان تو دیا

" اللّٰہ جل جلالہ کی مدد کا ذریعہ: فرشتے "

پھر یہ آیتِ کریمہ پیش کی

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰـہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ	تو بیشک اللّٰہ ان کا مددگار ہے اور
الْـمُؤْمِنِیْنَ ج وَ الْـمَـلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ	جبریل اور نیک ایمان والے اور
ظَہِیْرٌ ○ [پ ۲۸ آیت ۴ التحریم]	اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

مگر اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ

> اس آیت میں **اللّٰہ** جل جلالہ نے **اپنے علاوہ** جبرئیل علیہ السلام مومنین اور فرشتوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار کہا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس وقت یہ نعرے لگائے جاتے تھے نظر کرم یا جبرئیل! المدد یا ابوبکر و عمر! یا شہدائے بدر و احد! میری مدد فرمائیں
>
> [پرچۂ گمراہاں ص۶]

اقول:- اولاً:- سیدنا جبریلِ امین اور دیگر فرشتے علیہم الصلوٰۃ و التسلیم جب ''اللّٰہ کے **علاوہ مدگار**'' ہیں تو ان کی مدد مددِ الٰہی کیسے ہے؟...... کیا وہ خدائی صفتِ مدد کے حامل ہیں؟...... اسے تو گمراہ خالص شرک کہہ چکے ہیں۔ تو پھر ان کی مدد مددِ الٰہی کیسے ہوئی؟...... بلکہ **گمراہوں کے نزدیک** مددِ الٰہی کے **علاوہ** ہوئی، اور مددِ الٰہی کے علاوہ غائب میں نیک بندوں کی مدد لینا یہ گمراہوں کے نزدیک شرک نہیں ہوا، مگر منھ سے ان کی مدد مانگ لیا تو اب شرک ہوگیا۔ کیا آیتِ کریمہ ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کا گمراہوں کے نزدیک یہی مطلب ہے؟...... کہ مدد مانگتے صرف تجھی سے ہیں، رہا مدد لینا تو تیرے علاوہ اوروں سے بھی مدد لیتے ہیں اور تیری مدد کے علاوہ اوروں کی مدد بھی لیتے ہیں؟......

خود آیتِ انفال ۹ جو گمراہوں نے پیش کی

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ	جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اُس

اَنِّیۡ مُمِدُّکُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُرۡدِفِیۡنَ ○ [پ ۹ آیت ۹ الانفال] نے تمہاری سن لی کہ **میں تمہیں مدد دینے والا ہوں** ہزار فرشتوں کی قطار سے۔

اس میں امداد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا اور اس کے بعد کی آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا کہ

وَ مَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے

یہ ''فرشتوں کو مددگار فرمانے'' کے منافی کیسے نہیں؟..... یہاں اپنے کس بل ذرا آزمالیں نا ، کہ اہلِ حق کے عقیدۂ ''**ظل**'' کے سوا کوئی مامَن ملتا ہے کیا؟.....

ثانیاً :-

ظاہری اسباب انسان نے دیکھ لیے تو مصیبت زدہ زبان سے اگرچہ نہ کہے شرمائے مگر دل اُس کا سوالی ہوتا ہے کہ فلاں غنی میری مدد کرے۔

یہاں مومن نے جب جان لیا کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے مددگار ہیں فرشتے میرے مددگار ہیں حضور کے نیک و برگزیدہ غلام میرے مددگار ہیں تو مصیبت زدہ دلِ مومن تو ان سے سوالی ہوگا ، اور چاہے گا کہ وہ میری مدد فرمائیں۔

یہ دل کا چاہنا مانگنا سوالی ہونا گمراہوں کی نظر میں کیا ہے؟..... اگر شرک نہیں تو دل کی صدا زبان پر آ گئی تو شرک کیوں ہوگیا؟..... جب تک دل سے چاہا تھا اُس وقت بھی **وہ مدد گمراہوں کے نزدیک مددِ الٰہی کے علاوہ ہی تھی** ، اور زبان سے کہہ دیا تو اب بھی مددِ الٰہی کے علاوہ ہی ہے تو پھر یہ تفریق کیوں؟..... اور اگر شرک ہے تو وہ اہلِ دنیا سے مصیبت زدہ دل کا سوالی ہونا کیوں شرک نہیں؟..... اور اگر وہ بھی شرک ہے تو اہلِ دنیا سے منھ سے بول کر مدد مانگنا اور ہاتھ وغیرہ سے اُن کی مدد لینا یہ

کیوں شرک نہیں؟...... جبکہ یہ مدد بھی مددِ الٰہی کے علاوہ ہے کیا

﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ہم تجھی سے مدد چاہتے مانگتے ہیں

کا یہی معنی ہے کہ ہم غائب میں صرف تجھی سے مدد چاہتے مانگتے ہیں اور ظاہر میں تیرے علاوہ اوروں کی مدد چاہتے مانگتے ہیں؟......

غرضیکہ شرک سے امان نہیں مگر سچے اہلسنّت کے عقیدے میں کہ ''محبوبانِ خدا من دون اللہ نہیں، محبوبانِ خدا کی مدد مددِ الٰہی ہی ہے مددِ الٰہی کے علاوہ نہیں''۔

اگر کہو تب تو اہلِ دنیا کی مدد بھی مددِ الٰہی کے علاوہ نہ ہوگی پھر اہلِ دنیا سے مانگنا مذموم ومنع کیوں ہے؟......

اقول:۔ اہلِ دنیا اللہ سے غافل ہیں ، اور اُن کا سوالی بھی عموماً اللہ سے غافل ہوکر اُن سے مدد چاہتا مانگتا ہے ، اس غفلت کے سبب وہ چاہنا مانگنا مذموم ومنع ہے۔

جبکہ محبوبانِ خدا اللّٰہ سے غافل نہیں ہوتے ، اور محبوبانِ خدا کا سوالی بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتا ، کیونکہ وہ انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا محبوب بندہ جان کر اور اللّٰہ سے ان کا علاقۂ قرب دیکھ کر ان سے سوالی ہوتا ہے ، اور یہ مانتا ہے کہ اللّٰہ ہی کی مدد ہے وہ جو ان کے وسیلے ان کے ہاتھوں سے مجھے ملے گی ، اس لیے محبوبانِ خدا سے چاہنا مانگنا مذموم ومنع نہیں ہے۔

الحاصل آیاتِ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ حقیقۃً مدد نہیں مگر اللّٰہ کی ، اوراُس کے رسول اور نیک مسلمانوں کی مدد اُسی کی مدد کا ظل ہے۔ جیسے فرمایا

فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ط [پ ۵ ایت ۱۳۹ النساء] ساری عزت اللہ کے لیے ہے

اوراس کے ساتھ خود ہی یہ بھی فرمایا کہ

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عزت تو اللّٰہ اور اُس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے۔ [پ ۲۸ ایت ۸ المنافقون]

یعنی حقیقی اصل عزت اُسی کے لیے ہے اور محبوبانِ خدا کی عزت اُسی کی عزت کا ظل وپَرتَو ہے۔

حضور سے مانگنے کا مطلب

لہذا وہی امام سُبکی آگے فرماتے ہیں

و لسنا فی ذلک سائلین غیر اللّٰه تعالیٰ، و لا داعین الا ایاه، و یکون ذکر المحبوب او العظیم سببا للاجابة.

و لم یوجب ذلک اشراکا و لا سوال غیر اللّٰه. کذلک السوال بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم لیس سوالا للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم، بل سوال باللّٰه به.

مختصراً [شِفاء السَّقام ص۱۲۲]

اور اس توسل میں ہم اللّٰہ تعالیٰ ہی سے مانگ رہے ہیں اوراُسی سے دعاء کررہے ہیں، اور اُس کے محبوب ومقرب کا نام لینا اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے دعاء قبول ہوتی ہے۔

اور اس طرح نام لینے اورتوسل کرنے سے شرک نہیں ہوجاتا، اورنہ ہی غیراللہ سے مانگنا ہوتا ہے۔

یونہی **نبی** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا وہ حضور سے مانگنا نہیں ہے بلکہ حضور کووسیلہ بناکر اللّٰہ تعالیٰ سے مانگنا ہے۔

نیز فرماتے ہیں

و امـا الاستـغاثة فهی طلب الغوث و تارة یُطلَبُ الغوث مـن خـالـقه و هو اللّٰه تعالیٰ وحده کقوله تعالیٰ

﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ﴾

[پ ۹ ایت ۹ انفال]

و تـارة یطلـب مـمن یصح اسنـاده الیـه عـلـی سبیل الـکَسْـب و من هذا النوع الاستـغـاثة بالنبی صلی اللّٰه تـعالیٰ علیه وسلم فی هذین القسمین.

[شفاء السقام ص۱۳۱]

استغاثہ کا معنی ہے : مددطلب کرنا ، فریادرسی چاہنا۔ کبھی مدد اُس سے مانگی جاتی ہے جو مدد کا خالق ہے ، مدد کو پیدا فرماتا ہے۔ وہ صرف اللّٰہ تعالیٰ ہے۔ جیسے اس آیتِ کریمہ میں استغاثہ کا یہی معنی ہے کہ

﴿جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے﴾

اور کبھی مدد اُس سے مانگی جاتی ہے اور فریاد اُس سے کی جاتی ہے جو **کسب کے طور** پر مدد کرنے اور فریاد کو پہنچنے والا ہوسکتا ہے۔ اور یہی معنی ہے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کا ، یعنی حضور سے فریادرسی چاہنا مدد مانگنا ، خواہ یوں ہو کہ حضور سے امتی اپنی مراد کی چیز مانگے یا یوں ہو کہ اُس مراد کے لیے **بارگاہِ الٰہی** میں **دعاء کرنے** کا **حضور سے سوال** کرے دونوں صورتوں میں حضور کی طرف امداد و فریاد رسی کی نسبت بطورِ**کسب** ہے۔

اور امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ انہی سے استناد کرتے ہیں کہ

__" امام علامہ سیدی تقی الملة والدین علی بن عبد الکافی سَبْکی قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَلَکِی [م ۷۵۶ھ] کتاب مستطاب شِفاء السَقام شریف میں ارشاد فرماتے ہیں

لیس المراد نسبة النبی صلی اللّٰه نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد

تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ، ھذا لا یقصِدہ مسلم ، فصَرْف الکلام الیہ ومَنْعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوامّ الموحّدین.

مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعلِ مستقل ہیں۔ یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا۔ تو اس معنی پر کلام کوڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدَقت یا سیدی جزاک اللّٰہ عن الاسلام والمسلمین خیرا. آمین

[سچ فرمایا میرے سردار آپ نے اللّٰہ پاک آپ کو اسلام ومسلمین کی طرف سے بہتر جزادے آمین] "__

[شفاء السَّقام ص۱۳۱ ، الامن والعلیٰ ص ۵۹ ، ۶۰ ، فتاوی رضویہ مترجم۳۰/۳۷۵]

محبوبانِ خدا سے مانگنا اللّٰہ ہی سے مانگنا ہے

حضرت سیف اللہ المسلول علامہ شاہ فضلِ رسول بدایونی [م ۱۲۸۹ھ] سیف الجبار علی الاعداء للابرار میں فرماتے ہیں

__" مولوی محمد موسیٰ صاحب [دہلوی] مرحوم خلف الصدق مولوی رفیع الدین صاحب [دہلوی] مرحوم نے رسالہ حجة العمل میں لکھا ہے

حضرت جناب خلاصۃ العلماء حجۃ اللّٰہ فی الارض حضرت شاہ عبدالعزیز قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزَ درردِّ رسالۂ وہابیاں درباب شرک بودنِ استعانت از غیرِ خدا

[حضرت جناب خلاصۃ العلماء حجۃ اللّٰہ فی الارض حضرت شاہ عبدالعزیز قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزَ نے ردِرسالۂ وہابیہ میں جہاں وہابیوں نے غیرِ خدا سے مدد مانگنے کو شرک

نوشتہ اند

اعلم ان الاستعانة بغير اللّٰه و الدعاء له بوجهين ، احدهما ان يكون على وجه الاستقلال فى التاثير و الايجاد ، و لا شبهة انه شرك.

و ثانيهما ان يكون على وجه الاعانة و الارشاد بوجه التدبير و الشفاعة او لدفع الشر ، و لا شبهة انه ليس بشرك.

اذ ورَد فى الاحاديث ((يا عباد اللّٰه اعينونى[1] و يا محمد انى اتوجه بك الى ربى)) و ورد فى عدد الحسنات اعانة الملهوف.

و كذا ايفاء الرزق عند غير اللّٰه على وجه المواسات و المراعات ليس من الشرك فى شئ ، و انما هو بسبب عادى مشروع.

ٹھہرایا یہ لکھا ہے کہ]

جاننا چاہیے کہ غیرِ خدا سے مدد چاہنا اور دعا کرنا دوطور ہیں ایک یہ کہ ایجاد وتاثیر میں غیر کو مستقل سمجھے ، یہ بے شبہ شرک ہے۔

دوسرا یہ کہ بطریق تدبیر وشفاعت کے ہے بطورِ اعانت وارشاد کے یا واسطے دفعِ شر کے، اور یہ بیشک شرک نہیں ہے۔

کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے ((اے بندوالـلّٰـہ کے مدد کرو میری)) ((اے محمد بیشک میں متوجہ ہوتا ہوں تمہارے واسطے سے الـلّٰـہ کی طرف)) اور مضطر کی مدد کرنا حدیث میں حسنات کے شمار میں ہے۔

اور ایسے ہی چاہنا رزق کا الـلّٰـہ کے غیر کے پاس بطریق مواسات ومراعات کے شرک نہیں ہے بسبب عادتِ مشروع کے ہے۔

اور حال یہ ہے کہ تاثیرِ قدسی کا اعتقاد

---

[1] مصنّف ابنِ ابی شَیبَة رقم ۲۹۸۱۹ ، شعب الایمان للبَیہَقِی رقم ۷۲۹۸۔ نیز ملاحظہ ہو گذشتہ ص۱۰۳ تا ۱۰۶۔

و الحال ان اعتقاد التاثیر القدسی	موجبِ شرک نہیں ہے ، بخلاف تاثیرِ خلقی
لایوجب الشرک بخلاف التاثیر	کے۔ اور فرق دونوں کا ظاہر ہے عرف
الخلقی ، و الفرق بینهما فی العرف	میں۔ اور کہا جاتا ہے رزق دیا امیر نے
ظاهر ، و یقال رزق الامیر فلانا ، و	فلاں کو۔ اور ارادہ کیا جاتا ہے مال کا دینا یا
یراد اعطاء المال او فرض الراتب ،	کچھ مقرر کر دینا۔ اور ایسے ہی کہا جاتا ہے
و کذا یقال شفی الطبیب المریض.	کہ شفادی طبیب نے مریض کو۔ ”—

[سیف الجبّار ، طبع بدایوں ص۹۳ ـ طبع الٰہ باد ص۱۰۵ ، ۱۰۶]

یہ ہیں **امتِ محمدیہ** علی نبیها الصلوٰة والتحیة کے **عظیم المرتبت علماء و عُرَفاء** جنھوں نے علمِ حدیث اور دینِ متین کی خدمت میں عمر گذاری **صحیح وضعیف کی پرکھ** اور **حق وباطل کے فرق** سے کمال آشنا **سوادِ اعظمِ** اہلسنّت کے علمبرداران

جیسے حضرتِ عبد اللّٰه ابن عمر حضرتِ عبد اللّٰه ابن عباس حضرتِ عثمان بن حُنَیف حضرتِ بلال بن حارث وغیرہ **صحابۂ کرام** رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین.

اور مجتہدِ مطلق سیدنا امام مالک [م ۱۷۹ھ] امامِ مجتہد عبد الرحمن هُذَلِی امام هَیْثَم بن جمیل اِنْطَاکِی امام ابوبکر عبد اللّٰه بن اَبِی شَیْبَه [م ۲۳۵ھ] امام محمد بن یزید ابن مَاجَه [م ۲۷۳ھ] امام محمد بن عیسیٰ تِرْمِذِی [م ۲۷۹ھ] امام احمد بن شعیب نَسَائِی [م ۳۰۳ھ] امام محمد بن اسحق بن خُزَیْمَه [م ۳۱۱ھ] امام سلیمان بن احمد طَبَرَانِی [م ۳۶۰ھ] امام محمد بن عبد اللّٰه حَاکِم [م ۴۰۵ھ] امام ابو بکر احمد بن حسین بَیْهَقِی [م ۴۵۸ھ] امام محدث علامہ قاضی عِیَاض مالکی

[م ۵۴۴ھ] حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی [م ۵۶۱ھ] امام عبد الرحمن ابن جَوْزِی [م ۵۹۷ھ] امام حافظ الحدیث زکی الدین عبد العظیم منذری [م ۶۵۶ھ] امامِ ہمام تقی الدین سُبْکی شافعی [م ۷۵۶ھ] امام شِہَاب الدین احمد خَفَاجِی [م ۱۰۶۹ھ] ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی [م ۱۲۳۹ھ] ، حضرت شاہ محمد موسیٰ دہلوی ، حضرت علامہ شاہ فضلِ رسول بدایونی [م ۱۲۸۹ھ] ، حضرت شیخ الاسلام علامہ سید احمد زینی دحلان مکی [م ۱۳۰۴ھ] **وغیرہ** اوران کے سچے متبع سچے ترجمان امام اہلسنّت سیدی شاہ احمد رضا.

رحمة اللّٰہ تعالیٰ و رضوانہ علیھم اجمعین.

جوکہ محبوبانِ خدا سے **بعدِ وصال بھی** فریاد و نداء کررہے ہیں اسے حق جان رہے ہیں گمراہوں کے نزدیک یہ اساطینِ امت ضعیف و من گڑھت روایات کے اپنانے والے اور معاذ اللّٰہ خالص شرک میں خود مبتلاء اور امتِ مرحومہ کو مبتلاء کرنے والے ہوئے۔

خالص توحید زمانۂ صحابۂ کرام سے لےکر چھ سو سال تک امت میں کسی کو معلوم نہ ہوئی چھ سو سال بعد ان گمراہوں کے امام ابنِ تیمیہ کو سوجھی پھر گیارہ سو سال بعد ان کے نجدی و دہلوی اماموں کو اور اب اُن کی تقلید سے خود ان کو سوجھی ہے

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں [پ ۱۰ ایت ۳۰ التوبة]

☆

منکر گمراہ یہ نہ سوچے کہ کل دیکھ کر پکاریں گے اور شفاعت مانگیں گے۔ نہیں نہیں ــــ" سنکھوں کی گنتی میں اِزْدِحام ، ہزاروں منزلوں کے فاصلے میں مقام ،

اور خبر گیراں صرف ایک وہ محبوبِ ذوالجلال والاکرام۔ علیہ افضل الصلاۃ و السلام "— مختصراً [خلاصۂ فوائد فتاوی ص۷۱ ، ۷۲]

تو ہرایک کو ہروقت دیکھنا کہاں نصیب؟.... ولہذا

کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا
یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی مقدس آنکھوں سے تار اشک کا بندھا ہوگا

[ذوقِ نعت ص۵۰]

اور

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے
اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

[حدائقِ بخشش ۱/۱۰۷]

یہ بے شمار ندائیں نداء بالغیب ہوں گی ، یہ ایمان والوں کا اپنے مہربان آقا اپنے واحد خبر گیراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے دیکھے بھی پکارنا اور بے دیکھے بھی حضور سے فریاد کرنا ہوگا۔ اور جو آج اس سے منکر ہے کل دیکھ کر بھی اسے یہ کہاں نصیب؟....

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

کل نصیبہ اُن خوش نصیبوں کا ہے جو آج اس دارالامتحان میں اُس پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے غلاموں یعنی حضراتِ صحابہ سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کی نورانی چھاؤں میں پناہ گزیں ہوکر اپنے مہربان آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کو حق جانتے حق مانتے ہیں۔

بقیہ کلام

گمراہ عنوان دیتے ہیں

"اللہ عز وجل کی مدد کا ذریعہ: ظاہری اسباب اور انسان" [پرچۂ گمراہاں ص۶]

پھر کہتے ہیں

"اللہ جل جلالہ نے اس دنیا کے نظام کو امتحاناً ظاہری اسباب وغیرہ کے ساتھ جوڑ رکھا ہے: مثلاً سورج کو دنیا میں زندگی کی بقا کا پانی کو پیاس مٹانے کا کھانے کو بھوک مٹانے کا ذریعہ بنایا اور دین کو دنیا میں پھیلانے کا ذریعہ اپنے بندوں کو بنایا ہے چنانچہ اسی ضمن میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں" [ایضاً ص۶]

پھر یہ آیاتِ کریمہ پیش کرتے ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ [پ ۲۶ ایت ۷ محمد]	اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کروگے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔
قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ج [پ ۳ ایت ۵۲ آلِ عمران]	[عیسیٰ نے] کہا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔
وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ص وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ص	اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی

پر باہم مدد نہ دو۔ [پ ٦ ایت ٢ المائدۃ]

پھر ان آیات کے نتیجے میں کہتے ہیں

ظاہری اسباب سے مدد لینا درست ہے مگر اللّٰہ جل جلالہ کے علاوہ کسی بھی ہستی سے ''غائب میں مدد مانگنا'' خالصتاً شرک اور نا قابلِ معافی گناہ ہے [ایضاً ص٦]

اقول:- ''ظاہری اسباب سے مدد لینا درست ہے'' اور آیتِ آلِ عمران [۵۲] میں حواریین ظاہری اسباب ہیں تو ان سے مدد لینا کب ہوگا؟...... ان میں امداد کی مدد دینے کی صفت ہو تب ہوگا؟...... یا وہ مدد دینے امداد کرنے کی صفت سے عاری وخالی ہوں اور مدد لینا ہو جائے گا؟......

یونہی آیتِ محمد [٦] اور آیتِ المائدہ [٢] میں مسلمان ظاہری اسباب ہیں اور مسلمانوں کو مدد کرنے کا ارشاد ہے تو یہ مدد کرنا کب ہوگا؟..... ان میں مدد کرنے کی صفت ہو تب؟..... یا نہ ہو اور مدد کرنا ہو جائے گا؟..... یہ ثانی تو معقول نہیں معقول وہی اول ہے کہ ان میں امداد کی مدد دینے کی صفت ہے۔

تو یہ گمراہوں کے نزدیک اللّٰہ سے مدد لینا ہے؟..... یا من دون اللّٰہ سے؟..... ظاہر ہے کہ حواریین اور مسلمان اللّٰہ ہرگز نہیں ، اور یہ اگرچہ نیک ہوں تاہم گمراہوں کے نزدیک من دون اللّٰہ ہیں ، تو من دون اللّٰہ سے مدد لینا ہوا۔ اور ہے یہ **اللّٰہ کی مدد** جیسا کہ گمراہوں کو اقرار ہے کہ

''**اللّٰہ** جل جلالہ **کی مدد** کا ذریعہ ظاہری اسباب اور انسان'' [پرچۂ گمراہاں ص٦]

تو یہ اللّٰہ کی مدد من دون اللّٰہ سے کیسے مل رہی ہے؟...... کیا حواریین اور مسلمان

خدائی صفات کے حامل ہیں؟..... نہیں ، کیونکہ گمراہ کہہ چکے ہیں کہ

''یہ کہ بندہ خدائی صفات کا حامل بن جاتا ہے خالصتاً شرک ہے'' [پرچۂ گمراہاں ص ۵]

تو حواریین اور مسلمانوں کی صفتِ امداد گمراہوں کے نزدیک الٰہی صفتِ امداد کے علاوہ اور اُس سے جدا ہوئی۔ اور آیتِ فاتحہ۴ ﴿اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن﴾ کا یہ معنیٰ تو ہے نہیں کہ غائب میں تجھی سے مدد مانگتے اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں اور **ظاہر میں تیری مدد کے علاوہ** انسان اور دوسری چیزوں کی مدد لیتے ہیں۔

اور لے رہے ہیں گمراہ ظاہر میں اوروں کی مدد ، تو آیتِ بالا کی مخالفت اور مددِ الٰہی سے بغاوت ہوئی اور شرک گمراہوں کے گلے کا ہار ہوا۔

یونہی طبیب جو مرض میں مدد کرتا ہے حاکم جو مصیبت و مظلومی میں مدد کرتا ہے غنی جو مفلسی اور بھوک میں مدد کرتا ہے یہ بھی گمراہوں کے طور پر مددِ الٰہی کے علاوہ اور مددِ الٰہی سے جدا ہے۔ تو صرف منھ سے بول رہے ہیں کہ

ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اور دلی کاروائی یہ ہے کہ مددِ الٰہی سے جدا مددِ الٰہی کے علاوہ دوسری مدد لے رہے ہیں تو شرک شرک چلانے والے بری طرح شرک میں پھنسے ہیں۔

حمد ہے اللہ کو کہ اُس نے اہلِ حق **اہلسنّت** کو **شرک سے محفوظ** رکھا ہے جو مانتے ہیں کہ **مدد نہیں ہے مگر ایک مددِ الٰہی** ، ظاہری اسباب اُسی مددِ الٰہی کے مَظاہر ہیں عام مظاہر ، اور محبوبانِ خدا اُسی مددِ الٰہی کے **مظاہر** ہیں **خاص** اور **بلند** و **بالا** اور **مقبولِ بارگاہِ الٰہی مظاہر** ، اُسی کی مدد ان میں تجلّی فرما ہے

اُسی کی مدد مخلوق تک پہنچنے میں یہ **واسطہ** و **وسیلہ** ہیں ، اور اُس کی بارگاہ میں ان کی قبولیت اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ سے ان کی نسبت ہی مسلمانوں کو ان کے در پر لے جاتی اور ان کے در کا منگتا بناتی ہے ، اس لیے ان سے مانگنا اللہ ہی سے مانگنا اور ان سے مدد لینا مددِ الٰہی ہی کو لینا ہے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پَرتوِ آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

بس ایک چراغ ہے اس گھر میں اسی کے پَرتَو سے جدھر دیکھو اُدھر اک انجمن سجائے ہیں۔

اگر کہو کہ جب عام انسان بھی مددِ الٰہی کا مظہر ہیں ان سے مدد لینا بھی اللّٰہ تعالیٰ ہی سے مدد لینا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ہی کی مدد لینا ہے تو پھر یہ کسی صورت میں برا نہ ہوگا ؟..... یونہی اور اسباب سے مدد لینا بھی ؟......

اقول:- فرق ہے۔ اللہ سے **غافل** ہوکر بندوں سے مدد لینا یہ **برا** ہے ، یونہی اور اسباب سے مدد لینا بھی۔ اسی سے بچنے کی تلقین و تعلیم میں میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا

جب تو سوال کر تو اللّٰہ سے کر اور مدد مانگ تو اللّٰہ سے مانگ

جسے گمراہ شرک سے بچنے کی نصیحت پر لے گئے۔

اللّٰہ کے **نیک** بندوں سے مسلمانوں کا **مانگنا اللّٰہ** سے **غافل ہوکر نہیں** ہوتا ، یہ وہ مبارک بندے ہیں جن کے قرب میں خدا یاد آتا ہے ، اللّٰہ سے ان کی نسبت ان کی نزدیکی کا تصور ہی مسلمانوں کو ان کے در پر لے جاتا ، اور ان کی بارگاہوں کا

سوالی بناتا ہے۔ تو ان سے مانگنا اللّٰــہ سے غافل ہوکر نہیں ، ازاول تا آخر ایمان والوں کے قلب وذہن میں یہ ہوتا ہے کہ یہ اُس کے محبوب ومقرب بندے ہیں ، ان کی دعاء وہ رد نہیں فرماتا ، ان کا کہا نہیں ٹالتا ، اور اُس کی مدد وعطاء انہی کے صدقے انہی کے وسیلہ اور انہی کے ہاتھوں سے ہم گنہگاروں کو ملتی ہے اور ملے گی۔ **تو یہ مانگنا ہرگز برا نہیں** اور نہ حدیثِ بالا میں اس سے ممانعت۔

ورنہ حضرتِ ربیعہ سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ ''سَلْنِیْ : ہم سے مانگو'' اور نہ حضرتِ ربیعہ میرے آقا سے مانگتے اور وہ بھی صاف صراحۃً یوں کہ ''اَسْئَلُکَ : میں حضور سے مانگتا ہوں''

اور نہ **بعدِ وصال** حضرت ابنِ عمر حضرتِ بلال بن حارث حضرتِ عثمان بن حُنَیْف وغیرہ صحابہ رضی اللّٰـہ تعالیٰ عن الصحابۃ اجمعین حضور سے مانگتے حضور کے سامنے دستِ سوال پھیلاتے اور اوروں کو اس کی تعلیم وہدایت فرماتے اور اسے گوارا کرتے مقبول رکھتے۔

جیسا کہ اجمالاً [ص۴۸ تا ۵۱ میں] گذرا اور تفصیلاً [ص۹۶ سے] گذرا۔

گمراہوں نے آیتِ کریمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ [پ ۲ ایت ۱۵۳ البقرۃ] — اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

کے ترجمہ میں پوری کوشش یہ کی کہ کسی طرح صبر اور نماز کو مددگار ٹھہرانا ظاہر نہ

ہو مگر آیتِ کریمہ

قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ	بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں
الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ۚ	اللّٰہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم
[پ ۳ ایت ۵۲ آلِ عمران]	دینِ خدا کے مددگار ہیں۔

میں تھک گئے یہاں ترجمہ کیا

''پوچھا (عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے) کون ہے میرا مددگار اللّٰہ جل جلالہ کی طرف؟

اُن کے ساتھی بولے ہم اللّٰہ جل جلالہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔'' [پرچۂ گمراہاں ص۶]

اقول:- یہ حوارین کو مددگار ماننا اور اُن سے مدد مانگنا جب شرک نہیں تو صبر ونماز کو مددگار ماننا اور صبر ونماز سے مدد مانگنا کیا ہے؟..... اگر شرک نہیں تو پھر کیا زبان سے

''المدد یا صبر'' [پرچۂ گمراہاں ص۵]

بول دینے سے شرک ہوجاتا ہے؟..... کہ گمراہوں نے اس پر ''نعوذ باللّٰہ جل جلالہ'' پڑھا ہے۔ اوراگر ہاں تو یہ کیا دھرم ہے کہ عملدرآمد سارا مددطلبی کا کرو عملدرآمد سے صبر ونماز سے مدد چاہو صبر ونماز کو مددگار بھی مانو یہ سب شرک نہ ہو اور زبان سے کہہ دو ''المدد یا صبر'' تو شرک ہوجائے؟.....

اور ہاں گمراہوں نے ''المدد یا سورج المدد یا پانی'' پر بھی ''نعوذ باللّٰہ جل جلالہ'' پڑھا ہے ، یہ کس لیے؟..... کیا یہ شرک ہے؟..... اگر ہاں تو کیوں؟..... یہ ''غائب میں پکارنا'' [پرچۂ گمراہاں ص۶] تو ہے نہیں ، تو **گمراہوں کے طور پر** یہ شرک کیسے ہے؟.....

☆

حدیثِ ترمذی [۲۵۲٦] جس میں میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما سے فرمایا

اذا سئلت فاسئل اللّٰہ | جب سوال کرتو اللّٰہ سے کر

عن ابن عباس قال کنت خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی **اُعَلِّمُکَ کلِماتٍ** احفَظ اللّٰہ یحفظک ، احفظ اللّٰہ تجدہ تِجاھک ، اذا سألت فاسأل اللّٰہ ، و اذا استعنت فاستعن باللّٰہ ، و اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیٔ لم ینفعوک الا بشی ء قد کتبہ اللّٰہ لک ، و لو اجتمعوا علی ان یَضُرُّوک بشی ء لم یضُروک الا بشی ء قد کتبہ اللّٰہ علیک ، رُفِعت الاقلام و جَفَّتِ الصُحُف.

ھذا حدیث حسن صحیح.

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں ایک دن اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے [سواری پر بیٹھا مرقاۃ ۹۰/۵] تھا حضور نے فرمایا اے بیٹے میں تجھے **کچھ باتیں سکھاتا ہوں** حقوق اللّٰہ کی حفاظت کر اللّٰہ [دنیاوآخرت کی آفتوں سے۔ لمعات ۲٦۰/۴] تیری حفاظت فرمائے گا ، احکامِ الٰہی کا خیال رکھ تو اللّٰہ کو اپنے سامنے پائے گا ، جب سوال کرتو اللّٰہ سے کر ، اورمدد مانگ تو اللّٰہ سے مانگ ، اور یقین رکھ کہ سارے لوگ مل کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو بس وہی پہنچائیں گے جو اللّٰہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے ، اور تجھے نقصان پہنچانا چاہیں گے تو نہیں پہنچائیں گے مگر وہ جو اللّٰہ نے تجھ پر مقدّر فرما دیا ہے ، قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

و اذا استعنت فاستعن باللہ | اور مدد مانگ تو اللہ سے مانگ

ظلمتِ گمراہاں

اسے پیش کرکے گمراہ کہتے ہیں

یہ واضح نصیحتیں ''غائب میں مدد کے لیے پکارنے'' سے متعلق ہیں [پرچۂ گمراہاں ص۴]

اور کہہ چکے ہیں کہ

غائب میں مدد کے لیے پکارنا عطائی غیر مستقل بذات اور محدود کا فرق رکھنے کے باوجود مخلوق میں ماننا خالصتاً شرک اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ جو انسان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بنادے گا۔ [پرچۂ گمراہاں ص۳ ، ۱]

اقول :- **اولاً** :- **اگر** اس ارشادِ حدیث کا یہ مطلب ہو جیسا کہ گمراہوں کا زعم ہے کہ

''بے دیکھے صرف اللہ سے سوال کرنا صرف اللہ سے مدد مانگنا ایمان و اسلام ہے، اور کسی اور سے سوال کرنا مدد مانگنا مطلقاً خالص شرک ہے ''

تو یہ شرک سے بچنے کی نصیحت نہیں ہوگی ، بلکہ **شرک** و **اسلام** میں بنیادی **خطِ امتیاز** کی **تعلیم** ہوگی ، کہ جس نے اُسے نہ جانا وہ مومن و مسلمان ہی نہیں ، اور ایسے میں شروع حدیث کا کلمہ ''اُعَلِّمُکَ : میں تجھے سکھاتا ہوں'' یہ تعلیم کرنے سکھانے ہی کے معنی میں ہوگا ، اور لازم آئے گا کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما باوجودیکہ ایمان لاچکے صحبتِ اقدس پاچکے بلکہ کاشانۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رہنے کے شرف سے سرفراز ہوچکے مگر مومن و مسلمان نہ تھے

، کیونکہ آج تک یہ نہیں جانتے تھے کہ شرک کیا ہے؟.... اور اسلام کیا ہے؟.... آج میرے آقا انہیں یہ تعلیم فرمارہے ہیں ، اب وہ جانیں گے قبول کریں گے تب مسلمان ہوں گے۔ معاذ اللّٰہ.

ذرا دیکھو! جاہل گمراہ اپنے شرک کے نشہ میں کیا بس بور ہے ہیں۔

ثانیاً :- جبکہ سوال کرنے مدد مانگنے میں دیکھے بے دیکھے سے فرق ہونا ہم مٹا چکے اور ''غائب میں'' کی قید ضائع دکھا چکے اور [ص۱۵۵ ، ۱۵۶ میں] یہ بھی دکھا چکے کہ ظاہری اسباب وانسان سے جو مدد ملتی ہے وہ گمراہوں کے طور پر مددِ الٰہی سے جدا اور مددِ الٰہی کے علاوہ ہے تو اس حدیثِ پاک سے گمراہوں کے زعمِ شرک پر ان کا ناطقہ بند کرنے والے وہ سوالات تو آئیں گے کہ

کیا کسی انسان سے قرض مانگنا شرک ہے؟.... پانی میں ڈوب رہے ہوں تو کسی انسان کو مدد کے لیے بلانا کیا شرک ہے؟.... بھوکے ہوں تو ماں سے روٹی سالن مانگنا کیا شرک ہے؟.... [پرچۂ گمراہاں ص۴]

اورانہیں گستاخانہ سوالات کہنا عاجزی کی منہ بولتی تصویر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ ایمان والے دارِ آخرت میں دیکھ کر بھی اللّٰہ تعالیٰ سے مانگیں گے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک سے [ص۳۹ میں] گذرا ، نیز اس لیے کہ مشرکین جن زندوں کو معبود مانتے ہیں اُن سے دیکھ کر بالمشافہہ فریاد کرتے مدد مانگتے ہیں ، تو گمراہوں کی قید ''غائب میں'' سے مشرکین کی یہ فریاد وطلبِ امداد شرک نہیں ہوگی؟.... اور ہے شرک تو ''غائب میں'' کی قید باطل ہوئی اور شرک کا مدار غیر کے لیے ذاتی مستقل اختیار ماننے پر ہوا جیسا کہ [ص۳۸ ، ۳۹ میں] گذرا۔

ثالثاً :- ہاں یہ سوالات اگر نہیں آئیں گے تو اس صورت میں کہ

اذا سألت فاسأل اللّٰہ جب تو مانگ تو اللّٰہ سے مانگ

کو **اخلاص و تَوَکُّل پر محمول** کریں۔ اور توکل معارضۂ اسباب کا نام نہیں۔ یعنی اللّٰہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جن کاموں کے لیے سبب وذریعہ بنایا ہے اُن چیزوں سے مقابلہ کرنا ٹکر لینا یہ توکل نہیں ہے ، بلکہ اُن چیزوں کو اپنانا اختیار کرنا اور بھروسہ اللّٰہ پر رکھنا اُن چیزوں پر نہیں یہ توکل ہے۔ وہیں اس سے بعد کی حدیث شریف میں ہے :

((کسی نے عرض کی یارسول اللّٰہ اونٹنی کو باندھ دوں اور توکل کروں یعنی اللّٰہ پر بھروسہ رکھوں؟..... یا یونہی کھلی چھوڑ دوں اور توکل کروں بھروسہ اللّٰہ پر رکھوں؟..... فرمایا : باندھ دے اور بھروسہ اللّٰہ پر رکھ)) [ترمذی شریف ۲/ ۷۸ ـ ۲۵۱۷]

تو **اذا سألت فاسأل اللّٰہ** کا **مطلب** ہے اپنی **حالت** سے دل بارگاہِ الٰہی سُبحَانَہٗ میں سوالی ہو ، بوقتِ حاجت بندوں سے سوال کے وقت بھی دل کی یہی حالت ہو اور جو کچھ ملے نظر میں یہ ہو کہ وہ مددِ الٰہی ہی ہے جس کا ان بندوں میں ظہور ہوا تو ایسے میں بندوں سے سوال ظاہری سوال ہوگا اسباب کو اپنانے کے قبیل سے ہوگا اور دل اللّٰہ سے غافل نہ ہوگا اور نہ صرف اپنے اعتقاد سے بلکہ اپنے حال سے بھی اصل سوال اللّٰہ تعالیٰ سے ہوگا۔ **یہ اخلاص و توکل ہے۔**

اور جب بندوں سے مانگتے وقت **مسلمان** کے دل کی وہ **حالت نہ** ہو ، بندوں کی طرف تو دھیان ہو توجہ ہو اور اللّٰہ سے **غفلت** ہو تو اخلاص و توکل **نہیں**۔ یہ مذموم اگرچہ ہے مگر شرک ہرگز نہیں[ب] ، جب تک کہ غیر کو معبود یا مستقل نہ مانے۔

ب ــــ ملاحظہ ہو ص ۱۶۶ میں ارشادِ امامِ اہلسنّت اور ص ۱۴۸ ، ۱۴۹ میں ارشادِ امام سُبکی۔

اسی غافلانہ مانگنے کی ارشادِ اقدس میں ممانعت ہے اور اُس اخلاص و توکل کی نصیحت و ہدایت۔

اور تِـرُمِـذِی میں اس مقام پر تقوی وطہارت واخلاص وتوکل وغیرہ فضائل ومراتبِ کمالِ ایمان ہی سے متعلق احادیثِ کریمہ مذکور ہیں۔ خصوصاً اس سے پہلے حضورِقلب وکامل توجہ الی اللّٰہ و فراموشیِ ماسوی اللّٰہ کی حدیثِ پاک ہے اوراس کے بعد توکل کی۔ اور اس میں دونوں ہے جیسا کہ مـرقاۃ [۵/۹۱] میں جوشرح فرمائی اس سے ظاہر ہے اور مشکوٰۃ شریف میں تو اسے خاص ''باب التوکل'' ہی میں لائے ہیں۔

مگر جس پر شرک کا نشہ سوار ہے اُسے کیا نظر آئے

الحاصل ارشادِ حدیث کو اس معنی پر ڈھالو کہ غیر سے مانگنا شرک تو اِن سے اُن سے مانگنا شرک کیوں نہیں؟.... یہ سوال تو آئے گا۔

اور اس معنی پر محمول کرو کہ اللّٰہ سے غافل ہوکر غیر سے مانگنا اخلاص وتوکل کے خلاف ہے تو شرک کے اُس سوال کو گنجائش نہیں۔

بحمدہ تعالیٰ یہ حدیث کی سمجھ اہلِ حق سچے اہلسنّت کا حصہ اور ان کے لیے خاص عطیۂ الٰہیہ وصدقۂ نبویہ ہے۔ گمراہوں اوران کے پیشوا نجدیہ وہابیہ غیر مقلدین ودیوبندیہ کو اس سے کیا علاقہ؟....

ظلمتِ گمراہاں

اللّٰہ جل جلالہ کی طرف سے بارش برسانے کی ڈیوٹی سیدنا میکائیل علیہ السلام کے پاس ہے اور وہ فرشتوں کے رسول اور زندہ بھی ہیں اس کے باوجود رسول اللہ

ﷺ نے کبھی بھی سیدنا میکائیل علیہ السلام کو مدد کے لیے نہیں پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو کبھی یہ کلمات نہیں سکھائے: تم لوگ بارش کے لیے سیدنا میکائیل علیہ السلام کو عطائی اختیار کا مالک سمجھ کر یا پھر غیر مستقل بذات کا عقیدہ رکھتے ہوئے صبح و شام بار بار پکارا کرو۔ کیونکہ فرشتوں کے ڈیوٹی پر معمور ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم فرشتوں کو پکارنا شروع کر دیں کیونکہ فرشتوں کو غائب میں مدد کے لیے پکارنا خالصتاً شرک اور نا قابلِ معافی گناہ ہے۔ [پرچۂ گمراہاں ص ۳]

اقول :- امام جلال الدین سُیُوطِی [م ۹۱۲ھ] نے ''دُرِ منثور'' میں وہ تفسیر جمع کیں جو احادیث میں آئیں ، اُس میں فرماتے ہیں

اخرج **احمد** فی الزھد و عبد بن حمید من طریق ابی ھلال عن بکر بن عبد اللّٰہ المزنی قال : لما ارادوا ان یُلْقُوا ابراھیم فی النار جاء مَلَکُ الْقَطْرِ قال یارب خلیلک یلقی فی النار فَأْذَنْ لی اَن اُطْفِئَ عنہ قال ھو خلیلی لیس لی فی الارض خلیل غیرہ وانا الٰھہ لیس لہ الٰہ غیری فان استعان بک فاعِنْہ و الا فَدَعْہُ.

امام **احمد** زُھد [۲۱۷] میں اور عبد بن حمید بطریقِ ابی ہلال ، بکر بن عبد اللہ مزنی سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں نمرودیوں نے جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آگ میں ڈالنا چاہا تو بارش کے فرشتے نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے میرے رب تیرے خلیل کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے مجھے اجازت دے کہ بارش سے ان کی آگ بجھا دوں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا خلیل ہے [میری محبت پر سب کچھ قربان کر دینے والا] زمین پر اس کے سوا میرا کوئی خلیل نہیں اور میں اُس کا معبود ہوں میرے سوا اُس کا کوئی معبود نہیں۔ اگر

[در منثور ۵۸۰/۴] | وہ تجھ سے مدد مانگے تو تو مدد کر ورنہ چھوڑ دے۔

گمراہوں کے طور پر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ .... اگر وہ [تجھ سے مدد مانگنے کا] شرک کرے تو تو [مدد کرکے] شرک کی تائید کر .... اس کی اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتے کو اجازت دی۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ اللہ انہیں قتل کرے کہاں اوندھے جاتے ہیں

[پ ۱۰ آیت ۳۰ التوبة]

اہلِ حق اہلسنّت کا عقیدہ ایسے ارشاداتِ کتاب وسنت سے یہ ہے کہ فرشتوں کو مقربانِ بارگاہ و وسیلہ مان کر اُن سے کچھ عرض کرنا سوال کرنا مانگنا بیشک صحیح وبجا ہے ، شرک ہرگز نہیں ، بلکہ وہ تَوَسُّل ہے اُن کے نام اُن کے تذکرہ سے برکت حاصل کرنا ہے ، امام سَبُکی کا ارشاد [ص۱۴۷ میں] گذرا کہ ......" اس تَوَسُّل میں ہم اللّٰہ تعالیٰ ہی سے مانگ رہے ہیں اور اُسی سے دعاء کر رہے ہیں اور اُس کے محبوب ومقرب بندوں کا اس لیے نام لیتے ہیں کہ اس سے دعاء قبول ہوتی ہے "...... [شفاء السقام ص۱۲۲]

علامہ زینی دحلان نے فرمایا

لا يقصدون بالتوسل الا التبرك. | محبوبانِ خدا کو وسیلہ بنانے سے مسلمانوں کا مقصود صرف برکت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

[الدرر السنية ص۱۶]

اور

___" آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے "___

[فتاوی رضویہ نصفِ اول ۲۱۰/۹ ، مترجم ۱۳۱/۲۱]

اس سے متعلق امام سُبکی کا ارشاد بھی [ص۱۴۸ ، ۱۴۹ میں] گذرا۔

رہا حضرتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نہ مانگنا تو وہ تسلیم ورضا کا اونچا مرتبہ ہے۔

ع جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

☆

ظلمتِ گمراہاں

گمراہ کہتے ہیں

امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صرف ایک گروہ ہی شرک سے محفوظ رہے گا

[پرچۂ گمراہاں ص۸]

اور سند میں یہ پیش کرتے ہیں

" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے متعلق اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، البتہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے [صحیح بخاری کتاب الجنائز ۱۳۴۴ ، صحیح مسلم کتاب الفضائل ۵۹۷٦] امام عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مراد یہ ہے کہ امت مجموعی طور پر شرک میں مبتلا نہیں ہوگی ورنہ امتِ مسلمہ میں سے بعض کی طرف سے شرک واقعہ ہوا ہے [فتح الباری ۳/۲۱۱] "

اقول :- ذرا دیکھو تو سہی کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں : امت شرک میں مبتلاء نہ ہوگی ، امام عسقلانی کہیں : یعنی پوری امت شرک میں مبتلاء نہ ہوگی ، بعض تو مبتلاء ہوئے ہیں ، اور یہ گمراہ عالمگیر شرک گا رہے ہیں ، صحابۂ کرام اور اُن کے

بعد آج تک **امت کی اکثریت** کو خالص شرک میں مبتلا ٹھہرا رہے ہیں اور سند اس سے لا رہے ہیں کہ "**بعض** سے شرک واقع ہوا ہے" اور اس پر حیاء بھی نہیں آتی۔

پھر صحابۂ کرام تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین بزرگانِ دین علمائے ربانیین اور عام سنی مومنین غرض امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے کے لیے گمراہوں کو ان کی 100٪ صحیح سے کوئی روایت نہ ملی 80٪ صحیح سے بھی کوئی روایت نہ ملی امام عسقلانی کی بات سے کچھ اپنا صحیح غلط مطلب نکلتا دیکھا اسے لے لیا اور امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرا دیا اور دعویٰ یہ ہے کہ صحیح احادیث پر چل رہے ہیں۔ اور یہ ان کی آج کی نہیں پہلے سے چلی آ رہی ہے کہ

—" یہ جہاں جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اُس کا کلام وحیِ قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں ، ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں "— [فتاوی رضویه ۵/ ٦۳۷ ، مترجم ۱۲/ ۳۹٦]

امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے کا سودا پہلے گمراہوں کے نجدی و دہلوی اماموں کو اچھلا ، وہی نجدی و دہلوی کی تقلید سے گمراہوں کے سر میں سمایا ہے۔

— دہلوی نے کہا | شرک اس زمانے میں بہت پھیل رہا ہے | [تقویۃ الایمان طبع مکتبہ تھانوی ۱۹۸۴ء ص۱۲]

اور سند اس آیتِ کریمہ سے پکڑی کہ

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ [پ ۱۳ آیت ۱۰٦ یوسف] اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر [ایمان یعنی] یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

حالانکہ اس کی تفسیر میں بخاری شریف وغیرہ میں ہے ←

آگے گمراہ اپنی سند میں کہتے ہیں

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : بیشک میری امت **گمراہی** پر جمع نہ ہوگی۔

[المستدرک للحاکم کتاب العلم ۳۹۹]

اقول:- گمراہ یہ گارہے ہیں کہ ''شرک'' پر جمع نہ ہوگی۔ پھر کہا

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: 72 (فرقے) دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ [سنن ابی داود کتاب السنة ۴۵۹۷]

اقول:- یہ گمراہ 72 کو خالص شرک میں مبتلا ٹھہرا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی گارہے ہیں۔ فی النار ہمیشگی میں نص نہیں۔ اور ہمیشگی مراد بھی نہیں۔ علامہ **عبد الغنی بن اسمعیل نابُلُسِی** [م ۱۱۴۳ھ] **حدیقۂ ندیہ** میں فرماتے ہیں

(کلھم فی النار) للتطھیر لا للتکفیر. [الحدیقة الندیة ۱/۱۱۰ ، ۱۱۱]	یعنی بہتر فرقے جہنم میں اس لیے جائیں گے کہ بدمذہبی کے گناہ سے پاک ہوں ، اس لیے نہیں کہ وہ کافر ہیں۔

نیز فرمایا

کل فرقة کفرت منھم خرجت | جوفرقہ اپنی بدمذہبی میں غلو کر کے

← **ان سالتھم من خلقھم ومن خلق السموات والارض لیقولن اللّٰہ فذلک ایمانھم وھم یعبدون غیرہ.**	اگر ان سے پوچھو کہ تمہیں اور زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں گے اللّٰہ نے۔ یہ ہے وہ جسے قرآنِ کریم نے اُن کا ایمان کہا اور وہ مشرکین غیر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ [یہی اُن کا شرک تھا]

[بخاری شریف عنوانِ حدیث ۷۵۲۰ ، فتح الباری ۱۷/۴۳۰ ، تفسیر در منثور ۴/۷۵]

علی الثلاث و السبعین.	کافر ہوا وہ ان تہتر سے خارج ہے۔

اور کفر کیا ہے؟..... فرمایا

المعلوم من الدین بالضرورة جحوده کفر. مختصراً [الحدیقة الندیة ۱/۱۱۱]	ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے۔

اور فرمایا

(و تفترق امتی) یعنی امة الاجابة المؤمنین به صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم. [ایضاً]	امتی سے مراد امتِ اجابت ہے یعنی جو نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم پر ایمان لائے اور ضروریاتِ دین کو مانا۔

پھر گمراہوں نے کہا

"نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک نبی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی ایک ملت کے سوا باقی سب جہنم میں ہوں گے پوچھا گیا وہ ملت کون سی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ما انا علیه و اصحابی (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں) [جامع ترمذی کتاب الایمان ۲٦٤١]

نوٹ: نبی ﷺ کے زمانے میں وہ ایک ملت صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنھم پر مشتمل تھی اور پھر مسلسل قیامت تک اسی منہج پر صرف نبی ﷺ کو اپنا امام مانتے ہوئے ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا وہ ہی غالب رہیں گے اور کوئی بھی مخالفت کرنے والا اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ

اللّٰہ جل جلالہ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔ [صحیح بخاری کتاب الاعتصام ۷۳۱۲ ، صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۴۹۵۵] ''

اقول:- ان گمراہوں کے مذہب کا صحابۂ کرام کے زمانے میں نام ونشان نہیں ، کیونکہ صحابۂ کرام سے بعدِ وصال بھی حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نداء کرنا حضور کو وسیلہ بنانا حضور سے مدد مانگنا دعاء کی التجا کرنا ثابت ہے ، جس پر **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کا **اجماع** قائم ہو چکا۔ [جیسا کہ ص۱۲۹ سے گذرا] زمانۂ صحابۂ کرام کے صدیوں بعد تک ان گمراہوں کے مذہب کا نام ونشان نہیں۔

ساتویں صدی ہجری کے آخر میں ابنِ تیمیہ [م ۷۲۸ھ] ہوا اُس نے ان گمراہوں کے مذہب کا بیج بویا جسے بارہویں تیرہویں صدی ہجری میں ابنِ عبدالوہاب نجدی [م ۱۲۰۶ھ] اور مولوی اسماعیل دہلوی [م ۱۲۴۶ھ] نے پروان چڑھایا۔

تو ما انا علیہ و اصحابی سے ان گمراہوں کو کیا علاقہ؟..... اور یہ ہمیشہ رہنے والا گروہ کہاں ہوئے؟..... کہ حدیثِ بالا سے اپنے حق ہونے کا دعویٰ کرسکیں۔

ہاں یہ کہیں کہ سیدنا علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْکَرِیْم صحابی ہیں اور آپ کے زمانۂ خلافت میں خارجی فرقہ پیدا ہوا جس نے شرکؔ کا نعرہ لگایا اور آپ نے اس

؎ البِدایۃ و النِہایۃ میں ابن کثیر لکھتے ہیں

ذکر ابن جَرِیر اَنَّ علیا بینما و ھو یخطب یوماً اذ قام الیہ	ابنِ جریر نے بیان کیا کہ حضرتِ علی مرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْکَرِیْم ایک دن جبکہ خطبہ دے رہے تھے ایک ←

فرقے سے جہاد کیا

__ ’’ لوگ کہنے لگے حمد ہے اللہ کو جس نے ان خارجیوں کی جڑ کاٹ دی۔ فرمایا خدا کی قسم ان میں کے ابھی باپوں کی پشت میں ہیں ماؤں کے شکم میں ہیں ‘‘ __ [البدایہ و النہایہ ۷/۳۴۶]

وہ ذلیل و قلیل شرک کا نعرہ لگانے والے ہوتے رہے ہوں گے یہاں تک کہ نجدی و دہلوی نے ان مرچکوں کی کمان سنبھال کر جتھا بنایا اور شرک کے نعرے میں کچھ زور پیدا کیا۔ یوں یہ گمراہ زمانۂ صحابۂ کرام سے ہیں۔ مگر ان کے اولین مخالف تو صحابۂ کرام ہی ہوئے ہیں تو یوں بھی جہنم ہی ان کا نصیبہ بنتا ہے۔

رجل من الخوارج فقال : یا علی **اشرکت** فی دین اللّٰہ الرجال ولاحکم الا للّٰہ ، فتنادَوا من کل جانب لا حکم الا للّٰہ لا حکم الا للّٰہ.

[البدایة و النهایة ۷/ ۳۳۷]

خارجی اٹھا اور بولا اے علی! آپ نے **شرک کیا** کہ اللہ کے دین میں لوگوں کو **شریک کیا** [یعنی ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کو جو اپنے اور امیرِ معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں حَکَم بنایا اور تسلیم کیا] حالانکہ حکم کا اختیار صرف اللّٰہ کو ہے۔ پھر ہر طرف سے خارجی یہی پکارنے لگے لا حکم الا للّٰہ حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔

یہ اُن کی عقلوں میں نہیں آیا کہ ذاتی اختیار صرف اللّٰہ کو ہے ، اور عطائی اُس کے خاص بندوں کو۔ یہی اندھاپن ان گمراہوں اور ان کے پرکھوں وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلد و نجدیہ نے لیا ہے اور بالکل خارجیوں کے قدم بہ قدم چلے ہیں۔

☆

گمراہ یہ آیت پیش کرتے ہیں

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ	وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں
بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الۡاَمۡنُ وَ ھُمۡ	کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہی کے
مُّھۡتَدُوۡنَ ○ [پ ۷ ایت ۸۲ الانعام]	لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

پھر حدیث شریف پیش کرتے ہیں

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیتِ مبارکہ کے نزول پر ہم نے پریشان ہو کر پوچھا وہ کون ہے جو ظلم سے بچا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد عام ظلم نہیں بلکہ شرک ہے۔ صحیح بخاری ۴۶۲۹" [پرچۂ گمراہاں ص۸]

ظلمتِ گمراہاں

اور شروع میں اس کا عنوان اور آخر میں نتیجہ یہ بتاتے ہیں کہ

کلمہ گو مسلمان بھی شرک کی آفت میں پھنس سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریح نے بالکل واضح کر دیا کہ ایک کلمہ گو مسلمان بھی اپنے ایمان کے ساتھ شرک کی آمیزش کر سکتا ہے البتہ امت کا ایک گروہ اس آفت سے محفوظ رہے گا [پرچۂ گمراہاں ص۸]

اقول :- "مسلمان ایمان کے ساتھ شرک کی آمیزش کر سکتا ہے" سے کیا مراد؟..... اس آمیزش کے بعد گمراہوں کے نزدیک وہ مشرک ہے یا مسلمان؟..... مسلمان ہے تو یہ تو اجتماعِ ضدین ہے۔ شرک کی ضد ہے توحید، توحید شرک کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، اور جو توحید نہ مانے ہرگز مسلمان نہیں، تو اپنے ایمان کے ساتھ شرک کی آمیزش کرنے

والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اوراگر گمراہ یہ مانتے ہیں کہ .... ہے وہ مشرک مگر دعویٰ مسلمان ہونے کا کرتا ہے .... اورشرک گمراہوں کےنزدیک کیا ہے؟....

اللّٰــہ جـل جلالـہ کےعلاوہ کسی بھی دوسری ہستی کو ''غائب میں مدد کے لیے پکارنا'' خالصتاً شرک اورنا قابلِ معافی گناہ ہے [پرچۂ گمراہاں ص۵]
جوانسان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بنادے گا [ایضاً ص۱]

تو یہ وہ شرک ہے جو نَسَائِی و تِرْمِذِی و ابنِ ماجَه و بَیْهَقِی و ابنِ ابی شَیْبَه و امام قاضی عِیَاض وغیرہ محدثین وناقدین وائمۂ دین کی روایت فرمودہ و تصحیح کردہ **صحیح حدیثوں** کےمطابق صحابۂ کرام نے کیا ، اور امتِ مرحومہ میں سے کسی نے اس پر انکار نہ کیا ، بلکہ اسے تسلیم وقبول کیا ، نصف صحاحِ ستہ کے محدثین ان کے علاوہ دیگر محدثین وناقدین وائمۂ دین سب نے قبول کیا ، یہاں تک کہ ساتویں صدی ہجری کے آخر میں ان گمراہوں کا پیشوا ابنِ تیمیہ پیدا ہوا اور گیارہویں بارہویں صدی میں ان کے ابنِ عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی پیدا ہوئے جنہوں نے اس پر انکار کیا ، تو یہ گمراہوں کا وہ شرک ہے جس میں صحابۂ کرام اور اُن کے بعد سے آج تک امتِ مرحومہ کی اکثریت مبتلا ہے۔ اور گمراہوں کے نجدی و دہلوی پیشوا صراحةً امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا کہہ بھی چکے جیسا کہ گذرا۔

جبکہ حدیثِ پاک کا ارشاد یہ ہے جسے خود گمراہ ہی ترجمہ صحیح حدیث کے عنوان سے پیش کرچکے کہ ((یہ امت شرک نہ کرے گی)) تو کیا اکثریت شرک میں

مبتلا ہونے والی ہو اور پھر میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں گے؟..... کہ یہ امت شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔ ہرگز نہیں۔

امام عسقلانی سے بھی گمراہوں کو اتنا ملا کہ ''بعض سے شرک ہوا ہے'' [فتح الباری ۳/۲۱۱] تو اکثریت ضرور شرک سے محفوظ ہوئی۔

اب اس حدیثِ بخاری شریف کے ہوتے **امت کی اکثریت** کو شرک میں مبتلا ٹھہرانا آیتِ الانعام سے کیسے نکلا؟....

☆

گمراہ اپنے اسی [امت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے کے] **مطلب پر حدیثِ مسلم کتاب الجنائز** [۲۱۹۸] کا ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ

''جو کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اُس کی نمازِ جنازہ میں 40 ایسے لوگ شامل ہوں جو اللّٰہ جل جلالہ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اللّٰہ جل جلالہ اس مرنے والے کے حق میں ان لوگوں کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔'' [پرچۂ گمراہاں ص۸]

ظلمتِ گمراہاں

پھر کہتے ہیں

نوٹ: جنازہ تو صرف مسلمان ہی پڑھتے ہیں لہذا جنازہ پڑھنے والا کلمہ گو مسلمان بھی شرک میں مبتلا ہوسکتا ہے'' [پرچۂ گمراہاں ص۸]

اقول :- اس حدیث شریف میں رَجُلاً لا یشرکون [:شرک نہ کرنے والے لوگ] سے مراد ہیں : مسلمان ، اور یہ المسلمین کی تعبیر ہے۔ چنانچہ اسی صحیح مسلم میں وہیں اس سے پہلے کی حدیثِ پاک میں رَجُلاً لا یشرکون کی بجائے اُمّۃ من المسلمین ہے جس سے واضح ہے کہ رَجُلاً لا یشرکون اور المسلمین دونوں ایک ہی معنی کی تعبیر ہیں دونوں ایک دوسرے کے برابر اور مساوی ومترادف ہیں ، اور دونوں کلموں کا حاصلِ معنی ہے : مسلمین۔ چنانچہ مسلم شریف ہی میں گمراہوں کی پیش کردہ حدیث شریف سے پہلے یہ حدیثِ پاک ہے

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من میت تصلی علیہ امۃ من **المسلمین** یبلُغون مائۃ کلھم یشفَعون لہ الا شُفِّعوا فیہ [مسلم شریف کتاب الجنائز ۹۴۷]	فرماتے ہیں میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جس کسی میت پر **مسلمانوں** کی ایک **جماعت** جس کی تعداد سو ہو نمازِ جنازہ پڑھے سب میت کے لیے شفاعت کریں تو اُن کی شفاعت میت کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔

دیکھو! یہاں رجلاً لا یشرکون نہیں بلکہ اس کی بجائے امۃ من المسلمین ہے۔

نیز گمراہوں نے جس حدیث شریف کا ترجمہ پیش کیا اُس میں خود راویِ حدیث سیدنا عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما نے رجلا لا یشرکون کا معنی یہی سمجھا یعنی مسلمان۔ چنانچہ وہ پوری حدیث یوں ہے

عن کُرَیب مولی ابن عباس	کُرَیب جو حضرتِ ابنِ عباس کے غلام ہیں حضرتِ

عن ابن عباس انه مات ابن له فقال يا كريب انظر ما اجتمع له من **الناس** قال فخرجت فاذا ناس قد اجتمعوا له فاخبرته فقال تقول هم اربعون قال نعم قال اخرجوه فانی سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته اربعون **رجلا لا يشركون** باللّٰه شيئا الا شفّعهم اللّٰه فيه .

[مسلم شریف کتاب الجنائز ۹۴۸]

ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے فرزند کا انتقال ہوا تھا [نمازِ جنازہ پڑھنی تھی] آپ نے فرمایا کریب دیکھو **کتنے لوگ** اس جنازہ کے لیے جمع ہوئے؟.... کریب کہتے ہیں میں نکلا تو دیکھ رہا ہوں لوگ جمع ہو چکے ہیں میں نے بتایا۔ فرمایا بتاؤ وہ لوگ چالیس ہیں میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا جنازہ نکالو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جو کوئی مسلمان انتقال کرے اور اُس کے جنازے پر چالیس لوگ کھڑے ہوں جو اللّٰہ کے ساتھ کسی چیز کو **شریک نہ** کرتے ہوں تو اللّٰہ تعالیٰ اُس میت کے حق میں اُن کی شفاعت ضرور قبول فرمائے گا۔

دیکھو! حضرتِ ابنِ عباس نے رَجُلاً لایشرکون کی تعبیر اپنے کلام میں ''النّاس'' سے فرمائی ، جس سے حضرتِ کریب نے صاف صاف ''**مسلمین**'' سمجھا۔

رہا ارشادِ اقدس میں دو تعبیر کہیں المسلمین اور کہیں لا یشرکون تو یہ سائل یا مخاطب کے اعتبار سے ہو سکتی ہے۔ جیسے بچے سے کہتے ہیں ''جس سے ٹھونکتے ہیں وہ لے آؤ'' اور بڑے سے کہتے ہیں ہتھوڑی لے آؤ۔

عرب میں بت پرستی تھی ، انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے ناشناسائی

نہ تھی ، سیدنا ابراہیم خلیل اللّٰہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو لوگ اچھی طرح جانتے تھے آپ کی بعض تعلیمات مثلاً کعبۂ معظّمہ کے طواف پانچ مہینوں رجب شوال ذی قعدہ ذی الحجہ محرم الحرام کے ادب واحترام پر عامل بھی تھے اور پھر بت پرستی میں متلوّث ، تو ہوسکتا ہے اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید مخاطب کے ذہن میں بھرپور راسخ کرنے کے لیے لا یشرکون سے تعبیر فرمائی اور جہاں یہ مصلحت داعی نہ تھی وہاں المسلمین سے تعبیر فرمائی۔

بہرحال **رَجُلاً لا یشرکون** ''**المسلمین**'' کے برابر ہے۔ مگر گمراہوں کو تو اندھیری ڈالنا اور آنکھوں میں دھول جھونکنا تھا لہذا مسلمانوں کی دو قسم کرڈالی ایک شرک میں مبتلا دوسرے شرک سے محفوظ۔

اقول :- اگر رَجُلاً لا یشرکون کی مراد کے بارے میں نہ محاورۂ شرع دیکھنا ہے ، نہ عرفِ مسلمین ، نہ صحیح مسلم میں وہیں اوپر مذکور حدیثِ دیگر کا قرینہ ، سب سے آنکھیں اندھی کرکے لفظ پر اَڑنا ہے تو حدیث رَجُلاً لا یشرکون میں جس طرح المسلمین نہیں ہے اسی طرح یہ بھی نہیں ہے کہ ''مسلمان ہی جنازہ پڑھتے ہیں'' تو رَجُلاً لا یشرکون میں وہ کفار بھی آئیں گے جو شرک نہیں کرتے۔

چنانچہ مسیلمہ کذّاب جس نے دعوائے نبوت کیا تھا شرک نہیں کیا تھا اُس جیسے اپنے چالیس حواریوں کے ساتھ ان گمراہوں کے جنازے پر کھڑے ہوجائیں تو اربعون رجلا لا یشرکون تو صادق آجائے گا؟.....

جیسے ان کے نجدی وہابی غیر مقلد دیوبندی چالیس ان کے جنازے پر کھڑے

ہوجائیں تو اربعون رجلا لا یشرکون ان کے طور پر صادق آجائے گا۔

بلکہ لفظ ہی پر اڑنا ہے تو دہریوں نے ان گمراہوں کا شرک کہاں کیا ہے؟......
محبوبانِ خدا سے استمداد ونداء وتوسل سے بھاگنے میں تو دہریے ان گمراہوں کے ساتھی شریک ہی ہیں ، اور دہریے ہونے کے باوجود جمعہ وعیدین وغیرہ میں شریک ہوجاتے ، اورزبان سے اسلامی کلمات بول دیتے ہیں۔ توچالیس دہریے ان گمراہوں کی لاش پر کھڑے ہوجائیں اور اللّٰہ سے ان کی مغفرت مانگنے کے الفاظ زبان سے بول دیں تو دنیا میں جس مسکن کے یہ کام کرتے رہے مرنے کے بعد وہ مسکن انہیں مل جائے گا۔

یہ ہے ارشادِ حدیث کو مسلمانوں کی راہ سے جدا ہوکر اپنے شرک کی عینک سے دیکھنے کا انجام

كَـذٰلِكَ الْـعَـذَابُ ؕ وَ لَـعَـذَابُ	عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ [پ ۲۹ ایت ۳۳ القلم]	آخرت کا عذاب بڑا ہے

حلِ اول و آخر

فتح الباری میں ہے

قـال الـقـرطبـی : معنی نفی الشـرک ان لا یتـخـذ مـع اللّٰـه شـریـکـا فـی الالٰهیة ، لکن هذا القول صار بحکم العرف عبارة	امـام قُـرُطُبِی [م ۶۵۶ھ] نے فرمایا : کلمۂ حدیث ’’لا یشـرک بـاللّٰه شیئا : اللّٰہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے‘‘ اس کا معنی ہے : اللّٰـه کے ساتھ کسی اور کو **معبود** نہ

عن الایمان الشرعی.

[فتح الباری کتاب الجنائز
تحت حدیث ۱۲۳۷ ۔ ۱۸۲/۴]

ٹھہرائے۔ **لیکن** شرک نہ کرنے کا مسلمانوں کے عرف میں معنی ہوگیا ہے : وہ ایمان رکھے جسے شرع نے ایمان مانا ہے۔

جس سے آدمی کتاب وسنت کے محاورہ^ع میں مومن ومسلمان کہلاتا ہے۔

ع علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا

فی التنقیح : المبتدع لیس من الامۃ علی الاطلاق. قال فی التوضیح : المراد بالامۃ المطلقۃ اھل السنۃ و الجماعۃ و ھم الذین طریقتھم کطریقۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابِہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم دون اھل البِدَع. قال صاحب التلویح : لان المبتدع و ان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار.

[مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۶۵۴/۵ ، توضیح مع تلویح طبع نولکشور ص۵۲۱ ، ۵۲۲]

''تنقیح'' صدر الشریعہ میں ہے کہ بدمذہب علی الاطلاق [یعنی پوری طرح] امت میں سے نہیں ہے۔ اور ''توضیح'' میں صدرالشریعہ نے فرمایا : ''امۃ مطلقہ'' [یعنی جو پوری طرح امت ہوں] سے مراد صرف اہلِ سنّت و جماعت ہیں اور اہلِ سنّت و جماعت وہی ہیں جن کا عقیدہ ویسا ہو جیسا اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم کا عقیدہ تھا۔ اہلِ بدعت بدمذہب امتِ مطلقہ میں نہیں ہیں۔ صاحبِ ''تلویح'' علامہ سعد الدین تفتازانی نے فرمایا : بدمذہب اگرچہ اہلِ قبلہ سے ہو [یعنی اُس کی بدمذہبی حدِّ کفر تک نہ پہنچی ہو] تو بھی وہ کافروں کی طرح امتِ دعوت میں سے ہے امتِ اجابت میں سے نہیں۔ ←

تو ارشادِ حدیث رجلا لا یشرکون باللّٰہ شیئا الخ کا معنیٰ ہوا : چالیس وہ لوگ جو سچے مومن ہوں شرعاً مسلمان ہوں ، نہ صرف شرک سے پاک ہوں بلکہ کفر سے اور ہر طرح کی گمراہی سے بھی پاک ہوں وہ کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اُس کی بخشش کے لیے شفاعت کریں تو اللّٰہ تعالیٰ اُن کی شفاعت ضرور قبول فرمائے گا۔

اور پہلا معنیٰ بھی لا یشرک باللّٰہ شیئا کا یہ نہیں ہے کہ ......" اللہ کے علاوہ کسی ہستی کو غائب میں مدد کے لیے نہ پکارے "...... جیسا کہ گمراہوں کا زعم ہے ،

← ولہذا امامِ اہلسنّت نے فرمایا

ـــ" فائدۂ جلیلہ:- **محاورۂ** قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنّت کو کہتے ہیں۔

[کیوں] کہ زمانۂ نزولِ قرآنِ عظیم و ارشادِ احادیثِ کریمہ میں صرف اہلِ حق اہلِ سنّت وجماعت ہی تھے ، اُس زمانِ برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا۔ [کیوں] کہ بدمذہبی شبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقینِ قطعی سے بدلنے والے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرماتھے ، اگر شبہ گذرتا حضور کشف فرماتے ، شبہ والا مانتا تو سنی ہوتا ، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا ، یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی۔ ولہذا آیۂ کریمہ

وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ [پ ۵ ایت ۱۱۵ النساء] اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں ، [کیوں] کہ مومنین سے مراد امتِ اجابت ہیں ، مبتدعین امتِ اجابت سے نہیں امتِ دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح و تلویح بحثِ اجماع وغیرہ۔ [یہ عبارات اوپر گذریں] "ـــ

[فتاوی رضویه مترجم ۴۵۳/۹ ، ۴۵۴ ـ ۱۶۱/۱۴]

بلکہ پہلا معنیٰ بھی یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو **معبود نہ** ٹھہرائے۔

اب دیکھیں گمراہ کہ آیت و حدیث کے زعم پر ان کی ظلمتوں کے بادل آفتابِ اہلسنّت کی تابشوں سے کیسے کافور ہوئے ، اورامت کی اکثریت کو شرک میں مبتلا ٹھہرانے کی ساری جدو جہدیں کیسی رائیگاں گئیں۔ اوراگر اپنے بھلے برے کی کچھ فکرو پرواہ ہو تو آنکھیں کھولیں اوراس سے کچھ عبرت لیں۔

☆

حدیثِ بخاری کتاب الرقاق [٦٥٠٢]

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب و ما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیه و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها و ان سألنی لاعطینه و لئن استعاذنی لاعیذنه . (۱)

(۱) جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اُس سے لڑائی کا اعلان کردیا۔ اور میرا بندہ کسی چیز سے میرا وہ قرب نہیں پاتا جو فرائض سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اور میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت فرماتا ہوں اب میں جب اُس سے محبت فرماتا ہوں تو اُس کے وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے سنتا ہے اور اُس کی وہ آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اُس کے وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے اوراگر وہ مجھ سے مانگے تو ضرور اُسے عطاء کرتا ہوں اوراگر وہ میری پناہ چاہے تو ضرور اُسے پناہ دیتا ہوں۔

اسے گمراہوں نے ترجمہ کی صورت میں پیش کیا پھر کہا

''اس حدیث میں ''اُس کا کان بن جاتا ہوں اُسکی آنکھ بن جاتا ہوں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں اُسکا پاؤں بن جاتا ہوں'' سے مراد صرف اور صرف یہ ہے کہ اُس نیک بندے کے اللّٰہ جل جلالہ کی فرمانبرداری میں لگنے کے باعث اُس کے اعضاء گناہوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں اور اُسکی اولین ترجیح اللّٰہ جل جلالہ کی ذات بن جاتی ہے۔ جیسا کہ خود ہمارے امامِ اعظم امام الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللّٰہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ اے محبوب آپ فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللّٰہ جل جلالہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے ولا ہے۔'' [پرچۂ گمراہاں ص۵]

اقول:- **صرف اور صرف** یہ مراد ہونے پر کیا دلیل ہے؟..... کس حدیثِ صحیح میں ہے کہ اس حدیثِ پاک کا معنی صرف اور صرف یہ ہے جو آیتِ انعام ۱۶۲ میں فرمایا گیا؟....

گمراہ کہتے ہیں

اس حدیث کی یہ تفسیر کہ وہ بندہ خدائی صفات کا حامل بن جاتا ہے خالصتاً شرک اور نا قابلِ معافی گناہ ہے [پرچۂ گمراہاں ص۵]

اقول:- گمراہوں نے جو عام بندوں کی دیکھنے سننے کی صفات کو خدائی صفات کا مظہر مانا ہے [جیسا کہ ابھی اُن کی عبارت آرہی ہے] وہ خدائی صفات کا حامل ہونا ہے یا

نہیں؟...... اگرنہیں تو خاص بندوں کو اُن کا رب اپنی اورصفات کا بھی مظہر بنائے تو یہ خدائی صفات کا حامل ہونا کیوں ہو جائے گا؟......

پھر عام بندوں کا خدائی صفات کا مظہر ہونا شرک کیوں نہیں ہوا؟..... اگر اس لیے کہ بندوں کی صفات کو عطائی غیرمستقل اورمحدود مانا ہے تو اہلِ حق اہلسنّت جو خاص بندوں کو اوربھی خدائی صفات کا مظہر مانتے ہیں تو عطائی غیرمستقل اورمحدود ہی مانتے ہیں یہ کیوں شرک ہو گیا؟....

گمراہ کہتے ہیں کہ

''اللّٰہ جل جلالہ نے انسانوں کی چند صفات کو اپنی صفاتِ کاملہ کا مظہر بنایا ہے انسان کی صفات عطائی غیرمستقل بذات اورمحدود ہیں اور اللّٰــہ جل جلالــہ کی صفات سے مختلف ہیں اسی لیے صرف ''سمیع'' اور ''بصیر'' کے الفاظ ایک جیسے ہونے سے شرک نہیں ہوگا مگر جو صفاتِ کاملہ اللّٰہ جل جلالہ نے اپنے لیے خاص فرمائی ہیں[ے] اُن کو عطائی غیرمستقل بذات اور محدود کا فرق رکھنے کے باوجود مخلوق میں ماننا خالصتاً شرک اور ناقابلِ معافی گناہ ہے اس کو

ے گمراہوں کو شانِ الٰہی ہی نہیں معلوم ، توحید سکھا رہے ہیں اور کہتے ہیں **خاص فرمائی ہیں**

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ ظالموں نے اللّٰــہ ہی کی قدر جیسی چاہیے نہ کی۔ [پ ۲۴ ایت ۶۷ الزمر]

اُس کی صفات مقتضائے ذات ولازمِ ذات ہیں وہاں کرنا نہیں ہے کرنے سے جو ہوگا وہ مخلوق ہوگا اور اُس کی صفات مخلوق نہیں۔

سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں

''ترجمہ صحیح حدیث: ایک صحابی رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اورعرض کیا یـــا رسـول اللّٰہ ماشاء اللّٰہ و شئت (ترجمہ: جو اللّٰہ جل جلالہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جعلتنی للّٰہ عدلا بل ماشاء اللّٰہ وحدہ (ترجمہ: تو نے مجھے اللّٰہ جل جلالہ کے برابر کر دیا بلکہ صرف یہ کہو کہ جو اکیلا اللّٰہ جل جلالہ چاہے) مسند احمد ۲۳۴۷ ـ ۱/ ۳۴۷ '' [پرچۂ گمراہاں ص۳]

پھر کہتے ہیں

اُس صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً رسول اللہ ﷺ کو عطائی اختیار کا مالک اور غیر مستقل بذات کا عقیدہ رکھ کر ہی تو ما شاء اللّٰہ و ما شئت کہا تھا مگر آپ ﷺ نے اُسے شرک قرار دیا اور اُس صحابی رضی اللہ عنہ کی اصلاح فرمائی [پرچۂ گمراہاں ص۳]

اقول:- '' مسند امام احمد میں بہ **سندِ حسن صحیح** کہ حدثنا بهز و عفان ثنا حماد بن سلمة عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن طفیل بن سخبرة اخی عائشة لامها رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما. یوں ہے کہ

انہیں خواب میں کچھ یہودی ملے انہوں نے ابنیتِ عزیر علیہ الصلوٰۃ و السلام ماننے کا اُن پر اعتراض کیا اُنہوں نے کہا تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللّٰہ اور چاہیں محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم. پھر کچھ نصاریٰ ملے اُن سے بھی ابنیتِ مسیح کے جواب میں یہی سنا۔ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب عرض کیا حضور نے خطبے میں بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا

انکم کنتم تقولون کلمة کان یمنعنی الحیاء منکم ان انھاکم عنھا ، لا تقولوا ما شاء اللّٰہ وما شاء محمد.
[مسند احمد ۲۱۲۳۶ _ ۸/۳۳۸]

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں یوں نہ کہو جو چاہے اللّٰہ اور جو چاہیں محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ "__

[الامن والعلیٰ ص۲۱۵ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۵۸۴]

دیکھو!

انکم کنتم تقولون کلمة : بیشک تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے

وہ کیا؟..... یہ کہ

ما شاء اللّٰہ و ما شاء محمد : جو چاہے اللّٰہ اور جو چاہیں محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

نیز دیکھو!

کان یمنعنی الحیاء منکم ان انھاکم : مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں۔

یہ کلمات صاف بتارہے ہیں کہ

__" صحابۂ کرام میں یہ قول کہ اللّٰہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا شائع وذائع تھا [عام طور پر صحابہ یہ بولتے تھے] اور حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر مطلع تھے اور **انکار نہ** فرماتے تھے "__

[الامن و العلیٰ ص۲۱۷ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۵۸۶ ، ۵۸۷]

تو ما شاء اللّٰہ و ما شاء محمد یا ما شاء اللّٰہ و ما شئت کہنا اگر شرک ہے جیسا کہ

گمراہوں کا زعم ہے تو کیا گمراہوں کے نزدیک صحابۂ کرام ایسے ہی تھے کہ شرک اُن میں رائج تھا اور عام طور پر وہ معاذ اللّٰہ شرک بولا کرتے تھے؟......

نیز کیا شرک ایسا ہی ہوتا ہے؟...... کہ اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم جو شرک مٹانے آئے اسے سنیں اور ایک آدھ بار نہیں بلکہ بارہا سنیں اور منع نہ فرمائیں؟...... اپنے صحابہ کے لحاظ میں منع فرمانے سے باز رہیں؟......

کیا گمراہوں کے نزدیک نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللّٰہ دانستہ شرک کو گوارا کرتے تھے؟...... اور شرک سے روکنے کی بجائے اپنے صحابہ کے پاس لحاظ کو ترجیح دیتے تھے؟......

کیا اوندھی عقل ہے گمراہوں کی۔ سیدھی سب وہابیت پر نچھاور کردی ہے۔

ہم اہلِ حق اہلِ سنّت کے لیے ہمارے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمارے ربِّ کریم کی امان ہے ، ہم ایسے سخت وشنیع الزام حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین تک پہنچانے سے اپنے رب کی پناہ چاہتے ہیں۔

رہا اس کلمہ پر میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر **جَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ عَدْلاً** فرمایا ہے تو یہ انکار وممانعت ہے ، اور **کسی کلمہ پر انکار** اس بات کی **دلیل نہیں** کہ وہ کلمہ **فی نفسہٖ باطل معنٰی** رکھتا ہے۔

جیسے کوئی گمراہ مرزا کے نام سے جانا جاتا ہو اور کوئی مشہور کردے کہ مرزا کا مطلب ہے مرزائے قادیانی۔ اب اُس کا اپنا اُسے مرزا کہہ کر خطاب کرے اور اُس سے کہا جائے

تو نے تو انہیں قادیان کا مرتد بنا دیا تو حقیقت تو یہ ہے نہیں کہ خطاب کرنے والے نے ایسا کیا ، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا نام نہ بولو جس سے مخالف غلط معنی پھیلا چکا ہے۔

انکار کا مقصد دہن دوزیِ مخالف

__ " طُفَیل بن سَخْبَرَہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے وہ خواب دیکھا ،
اور رویائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے " __

[الامن و العلیٰ ص۲۲۱ ، فتاوی رضویہ مترجم ۵۹۱/۳۰]

میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے قبول فرمانا دلیلِ صدق ہے ، اور اس مقبولِ بارگاہِ رسالت سچے خواب سے ثابت کہ یہودی اس کلمہ ما شاء اللّٰہ و ما شاء محمد کو شرک کہہ رہے اور اس کے بولنے سے سچے مسلمانوں پر شرک کا الزام دے رہے تھے جیسے یہودی مَنِش گمراہ اسے شرک کہہ رہے ہیں اور سچے مسلمانوں پر شرک کا الزام دے رہے ہیں ، اُن یہودیوں کی دہن دوزی کے لیے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

تو **جعلتنی للّٰہ عدلا** سے **مراد** یہ ہوئی کہ

تو نے ایسی بات کہی جس سے **مخالف** تجھ پر **شرک** کا **الزام** دے گا اور یہ طعنہ کرے گا کہ تو نے مجھے اللّٰہ کے برابر ٹھہرایا ، لہذا یہ نہ کہو۔

ورنہ "ما شاء اللّٰہ و ما شاء محمد یا و ما شئت : جو اللّٰہ ورسول چاہیں" سے **نہ** تو صحابۂ کرام کا مقصود مشیتِ الٰہی کے ساتھ مشیتِ حضور کا شریک کرنا تھا ، اور **نہ** ہی فی نفسہٖ اس کلام کا یہ معنی تھا۔ "واو" مطلقِ جمع کے لیے ہے ، برابری

اور شرکت کے واسطے نہیں ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج اللّٰہ اور اُس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا [پ ۱۰ ایت ۷۴ التوبة]

یہاں بھی وہی ''واو'' ہے تو کیا برابری ہوگئی؟..... شرکت ہوگئی؟..... ہرگز نہیں ، تو مشیت میں برابری یا شرکت کیوں ہوجائے گی؟.....

اور فرماتا ہے

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط [پ ۷ ایت ۵۷ الانعام] حکم صرف اللّٰہ کا ہے

اور پھر کئی آیتوں میں فرمایا

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ [پ ۴ ایت ۱۳ النساء] اور جو اللّٰہ ورسول کا حکم مانے

تو کیا ''واو'' سے برابری ہوگئی؟..... شرکت ہوگئی؟..... ہرگز نہیں ، تو ''مشیت واختیار'' میں برابری یا شرکت کیوں ہوجائے گی؟.....

.......'' اس طرح کے بے شمار نصوصِ شرع ہیں ''..... مترجماً [الامن و العلیٰ ص۲۲۱]

اور ـــــ'' مشیتِ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جیسا کچھ دخلِ عظیم بعطائے ربِّ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ ہے وہ اُن تقریراتِ جلیلہ سے کہ ہم نے زیرِ حدیث[۱۲۶] ذکر کیں واضح و آشکار ہے ''ـــــ

[الامن و العلیٰ ص۲۱۹ ، فتاوی رضویه مترجم ۵۸۸/۳۰]

[اسے کچھ ہم ''مشیت واختیارِ حضور کی شان'' کے عنوان سے ابھی لا رہے ہیں]

ـــــ'' اس مشیتِ مبارکہ عطائیہ کے باعث صحابۂ کرام نامِ الٰہی عَزَّ جَلَالُہٗ کے ساتھ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ پاک ملا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا "— [الامن و العلیٰ ص۲۲۰ ، فتاوی رضویہ مترجم ۵۹۰/۳۰]

...... صحابۂ کرام مشیتِ الٰہی کے تابع ہوکر حضور کے لیے مشیت مانتے تھے عام طور پر اسے بولتے تھے۔ اللّٰہ ورسول سے محبت اور حضور خلیفۃ اللہ الاعظم جَلَّ جَلَالُہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے نامِ پاک سے برکت لینے اور وسیلہ بنانے کا جذبہ صحابۂ کرام کو مشیتِ الٰہی کے ساتھ مشیتِ حضور کا تذکرہ کرنے پر ابھارتا تھا۔ اور اس سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو نہیں روکا ، بلکہ اس حق اور سچ معنی اور حق اور سچ جذبہ کے لیے صحابہ کو دوسرا کلمہ تعلیم فرمایا جس سے یہودی اور یہودی مزاج لوگوں کی دہن دوزی ہوجائے[1] ...... فرمایا

قُوْلُوْا ما شاء اللّٰہ ثم شاء محمد.	یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

[الامن والعلیٰ ص۲۱۴ ، ابنِ ماجہ ۲۱۱۸ ، مسند احمد ۲۳۹۸۴

مصنف ابنِ ابی شَیْبَہ ۲۶۶۹۰ ، الاسماء و الصفات للبَیْہَقِی ۲۹۱]

چنانچہ —" حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابنِ ماجہ نے **بہ سندِ حسن** اس طرح مطولاً روایت کی

ان رجلا من المسلمین رای فی النوم انه لقی رجلا من اهل الکتاب	اہلِ اسلام میں سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا تم بہت خوب لوگ ہو

[1] اقتباس بالاختصار و التسہیل الامن و العلیٰ ص۲۱۷ ، ۲۲۰ ، ۲۲۲۔

فقال نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون تقولون ماشاء اللّٰہ و شاء محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذکر ذلک للنبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اما واللّٰہ ان کنت لاعرفھا لکم **قولوا ما شاء اللّٰہ** ثم شاء **محمد** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم. [ابنِ ماجہ ۲۱۱۸]	اگر شرک نہ کرتے تم کہتے ہو جو چاہے اللّٰہ اور چاہیں محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن مسلم نے یہ خواب حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی فرمایا سنتے ہو خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گذرتا تھا **یوں کہا کرو جو چاہے اللّٰہ پھر جو چاہیں محمد** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث ابنِ ابی شَیبَہ و طَبَرَانِی و بَیہَقِی وغیرہم نے بھی روایت کی۔ "—

[الامن والعلیٰ ص۲۱۴ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۵۸۳]

رہا صرف ما شاء اللّٰہ کہنے کو فرمانا تو یہ مذکور بالا **حدیثِ حَسَن** ابنِ ماجہ وغیرہ کے منافی نہیں جس میں ارشاد فرمایا کہ یوں کہو ما شاء اللّٰہ ثم شاء محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم۔ چنانچہ علامہ طِیبِی [م ۷۴۳ھ] نے فرمایا :

—" انہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الموحّدین ومشیتہ مغمورۃ فی مشیۃ اللّٰہ تعالیٰ ومضمحلّۃ فیھا. [شرح الطِّیبِی علی المشکوٰۃ ۱۰/۳۰۹۵]	نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سردارِ مُوَحِّدِین ہیں اور حضور کی مشیت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت میں مستغرق وگم ہے۔

تقریر اس کی یہ ہے کہ عطف واؤ سے ہو خواہ ثُمَّ خواہ کسی حرف سے معطوف و

معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثُمَّ بوجہِ افادۂ فصل وتراخی زیادہ مفیدِ مغایرت ہے ، اور سید المُوَحِّدِین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم نے اپنے لیے کوئی مشیت جداگانہ اپنے رب عَزَّ وَ جَلَّ کی مشیت سے رکھی ہی نہیں ، اُن کی مشیت بعینہٖ خدا کی مشیت ہے اور مشیتِ خدا بعینہٖ اُن کی مشیت ، اور عطف کرکے کہیے تو دوئی سمجھی جائے گی کہ اللّٰہ کی مشیت اور ہے اور رسول کی مشیت اور ، لہذا یہاں عطف کے لیے ارشاد نہ فرمایا ، فقط مشیة اللّٰــه وحده کا ذکر بتایا ، کہ اس میں خود ہی مشیة الرسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کا ذکر آجائے گا۔ جَلَّ جَلَالُہٗ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم۔ ”ــــ مختصراً [الامن والعلیٰ ص۲۲۳ ، فتاوی رضویہ مترجم ۵۹۳/۳۰ ، ۵۹۴]

مشیت و اختیارِ حضور کی شان

ــــ ” طَبَرَانی معجم کبیر میں **بسندِ حسن** سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم امر الشمس فتأخرت ساعة من نہار. [المعجم الاوسط ۴۰۳۹]

سیدِ عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ فوراً ٹھہر گیا۔

اقول :- اس حدیثِ حسن کا واقعہ اس حدیثِ صحیح کے واقعۂ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجهه الکریم نے نمازِ عصر کہ خدمت گذاریِ محبوبِ باری صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قضا

ہوئی تھی ادا فرمائی۔ امامِ اجل طَحَاوِی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی **تصحیح** کی۔

الحمد لِلّٰہ اسے خلافتِ رب العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السموت و الارض میں اُن کا حکم جاری ہے ، تمام مخلوقِ الٰہی کو اُن کے لیے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے ، وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب اُن کا ہے۔

وہ محبوبِ اجل واکرم وخلیفۃ اللّٰہ الاعظم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دودھ پیتے تھے گہوارہ میں چاند اُن کی غلامی بجالاتا جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا۔

حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما عمِ مکرمِ سیدِ اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا

رأیتک فی المَهْد تناغِی القمر و تشیر الیہ باصبعک فحیث اشرت الیہ مال. [خصائصِ کبریٰ ۱/۱۳۴ باب منازعتہ للقمر ، بحوالہ البَیْهَقِی و الصابُونِی]

میں نے حضور کو دیکھا کہ **حضور** گہوارے میں **چاند سے باتیں** فرماتے جس طرف انگشتِ مبارک سے اشارہ کرتے چاند اُسی طرف جھک جاتا۔

سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انی کنت **اُحَدِّثُه** و یُحَدِّثُنِی و یُلْهِیْنِی عن البُکاء و **اَسْمَعُ** وَجْبَتَہ حین یسجُد تحت العرش. [خصائصِ کبریٰ ۱/۱۳۴ ، بحوالہ البیهقی و الصابونی]

ہاں میں اُس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا **میں اُس کے گرنے کا دھماکہ سنتا** تھا جب وہ زیرِ عرش سجدے میں گرتا۔

البَیْھَقِی فی الدلائل [۴۱/۲] ، و الامام شیخ الاسلام ابو عُثمٰن اسماعیل بن عبد الرحمن الصابُونِی فی المأتین ، و الخطیب و ابن عَسَاکِر [۳٦۰/۴] فی تاریخی بغداد و دمشق.

امام شیخ الاسلام صَابُونِی فرماتے ہیں

فی المعجزات حسن یہ **حدیث** معجزات میں **حسن** ہے۔ "ـــ

[الامن و العلیٰ ص۱۴۰ ، ۱۴۱ ، فتاوی رضویه مترجم ۴۸۵/۳۰ ، ۴۸٦]

جیسا کہ امام جلال الدین سُیُوطِی نے خصائصِ کبریٰ [۱۳۴/۱] میں امام صابُونِی [م ۴۴۹ھ] سے یہ تحسینِ حدیث نقل فرمائی۔

ـــ" اللہ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ کی بےشمار رحمتیں امامِ ربانی احمد بن محمد خطیب قَسْطَلَانِی پر کہ مواھبِ لدنیه و منح محمدیه [۵٦/۱] میں فرماتے ہیں

ھو صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم خزانة السر و موضع نفوذ الامر فلا ینفُذ امر الا منه و لا یُنقَل خیر الا عنه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم.

الا بابی من کان مَلِکا و سیدا و آدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لا یکون خلافه ولیس لذلک الامر فی الکون صارف

یعنی نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم خزانۂ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ، خبردار ہو میرے باپ قربان اُن پر جو بادشاہ و سردار ہیں اُس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب و گِل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اُس کا خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی اُن

کے حکم کو پھیرنے والا نہیں۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

اقـــول:- اور ہاں کیونکر کوئی اُن کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا لا راد لقضائه و لا معقب لحكمه. یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری [۴۷۸۸] و مسلم [۱۴۶۴] و سنن نَسَائِی [۳۱۹۹] وغیرہا میں **حدیثِ صحیح** جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں

مـــا اری ربک الا میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی

یُسارع فی هواک. خواہش میں جلدی وشتابی کرتا ہوا۔ "__

[الامن و العلیٰ ص۱۴۲، ۱۴۳ ۔ فتاوی رضویه مترجم ۳۰/۴۸۸]

یہ ہے مشیت واختیارِ حضور کی شان۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم. صحابۂ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین اسے جانتے تھے اس لیے مشیتِ الٰہی سبحانه و تعالیٰ کے ساتھ مشیتِ حضور کے ذکر سے تبرک وتوسل چاہتے تھے اور میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم نے اپنے عُشّاقانِ بارگاہ حضراتِ صحابہ کو اس سے روکا نہیں البتہ **اس نیک مقصد کے لیے** بہتر کلمہ تعلیم فرمادیا۔ فالحمد للّٰہ.

☆

گمراہوں نے حدیثِ بخاری [۳۴۴۵] کا ترجمہ پیش کیا کہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : میری شان کو اُس طرح مت بڑھا دینا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو (تعریف میں مبالغہ کرتے ہوئے اُنہیں اُن کے مقام سے ہی) بڑھا دیا تھا میں تو اُس کا بندہ ہوں پس مجھے اللہ جل جلالہ کا بندہ اور اُس کا رسول ﷺ ہی کہنا

ظلمتِ گمراہاں

پھر کہا

مندرجہ بالا حدیث کے تحت ہمیں رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے بچنے کے لیے نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰہ کے خودساختہ عقیدے سے توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ ایسا عقیدہ عیسائیوں کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل جلالہ کا بیٹا قرار دینے کے شرک سے مختلف نہیں ، جبکہ نہ تو اللّٰہ جل جلالہ سے کوئی نکلا ہے اور نہ ہی اللّٰہ جل جلالہ کسی سے نکلا ہے۔ [سورۃ الاخلاص آیت نمبر۳]

[پرچۂ گمراہاں ص۳]

یہ بکواس اُس دشمنی کا نتیجہ ہے جو وہابیہ کے دلوں کو اللّٰہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ گمراہانِ گمراہ گر مقلدینِ نجدی و دہلوی و غیر مقلدو دیوبند بارگاہِ محبوبِ ربِ ذو الجلال میں صرف وہ بات مانیں گے جسے اپنے اور دوسروں میں مشاہدہ کر رہے ہیں اُس محبوبِ اعظم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کے ربِّ بے نیاز سے جو نسبت ہے اُسے اپنے اوپر قیاس کریں گے اور ان کی بودی عقلوں میں نہیں آیا تو انکار کر دیں گے۔

اچھا ذرا بتائیں تو

وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ج [پ ۹ ایت ۱۷ الانفال] اے محبوب وہ خاک جوتم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللّٰہ نے پھینکی۔

اس پھینکنے کی حقیقت گمراہ جانتے ہیں؟...... کیا اسے ویسا ہی پھینکنا مانتے ہیں جیسا اپنا اِن کا اُن کا پھینکنا رات دن مشاہدہ کرتے ہیں؟..... اگرنہیں تو کیا اس ارشادِ الٰہی

﴿اللّٰهُ رَمٰی﴾ اللّٰہ نے پھینکی

کے منکر ہیں؟...... اسے نہیں مانتے ہیں؟...... اس سے کفروانکار کرتے ہیں؟...... اور جب کچھ نہیں تو حقیقت جانے بغیر مانتے ہیں۔ اتنا یقیناً جانتے ہیں کہ وہ پھینکنا مخلوق کے پھینکنے جیسا نہیں ، پھر کیسا ہے؟...... یہ نہیں معلوم ، مگر مانتے ہیں کہ وہ پھینکنا ہے اور حق ہے۔

اپنے ہی ترجمۂ حدیثِ مسلم [۳۳۶۸] و تِرمِذی [۳۵۴۰] کو دیکھیں نا گمراہ کہ

ـــ اللّٰہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ''اے ابنِ آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ کر کے آئے پھر تو اس حال میں مجھ سے ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا ہو تو میں اُسی قدر مغفرت وبخشش لے کر تجھ سے ملاقات کروں گا ـــ [پرچہ ص۱]

کیا اس ملاقات کرنے کی حقیقت گمراہ جانتے ہیں؟...... کیا اسے مخلوق کی سی ملاقات مانتے ہیں؟...... یا کہ مخلوق کی سی ملاقات سے اللّٰہ کو پاک وبرتر جانتے ہیں؟...... تو کیا اس وجہ سے ملاقات ہی کے سرے سے منکر ہیں؟.... اگرنہیں تو حقیقت نہیں جانتے پھر بھی مانتے ہیں۔

اور دیکھو! قرآنِ کریم فرماتا ہے

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو

بَاقٍ ؕ [پ ۱۴ آیت ۹۶ النحل] اللّٰہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اس ''پاس'' کی حقیقت گمراہ جانتے ہیں؟..... نہیں ، پھر بھی مانتے ہیں۔

بے شمار مقامات ہیں کتابِ مجید اور حدیثِ مُنیف کے جہاں حقیقت نہیں جانتے مگر مانتے ہیں۔

تو نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰه میں کیا ہو جاتا ہے؟...... یہاں عقل کیوں اوندھی ہو جاتی ہے؟...... کہ اس کا مخلوق جیسا معنی بارگاہِ الٰہی کے لائق نہ دیکھا تو سرے سے منکر ہو گئے؟...... یہاں گمراہوں کی عقل سیدھی راہ کیوں نہیں چلتی کہ اس کی حقیقت اللّٰہ و رسول جانیں ، ہمیں نہیں معلوم ، مگر ہم مانتے ہیں ، اور اتنا یقیناً جانتے ہیں کہ نورِ الٰہی سُبْحَانَهٗ سے نورِ حضور کا پیدا ہونا ایسا نہیں جیسا ایک مخلوق سے دوسری مخلوق کا پیدا ہونا ہوتا ہے ، یہ وہاں ہرگز نہیں ، اور نہ ہو سکتا ہے ، اور اس کی آیتِ اخلاص ۳ میں اللّٰہ تعالیٰ نے نفی فرمائی کہ

لَمْ يَلِدْ ۵ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۙ نہ اُس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

ارے عام مخلوق میں تو آدمی حقیقت جانتا ہی نہیں پھر بھی مانتا ہے۔ جان سے آدمی زندہ ہے ، اور جان کیا ہے؟...... نہیں معلوم۔ جو رات دن چیزوں کی حقیقت کا سراغ لگانے میں ڈوبے ہیں سائنسدان وہ تک تو کسی چیز کی حقیقت جاننے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ حالانکہ اُن کا دعویٰ کرنا کچھ بعید نہ تھا ، اور وہ براہِ کذب و زُور دعویٰ کر دیتے

تو احمقانِ دنیا اُس پر ایمان بھی لے آتے ، مگر آئے دن ایک نت نئی تحقیق سامنے آتی ہے پہلی تحقیق کو جھٹلاتی ہے ، نیز بنانے چلتے ہیں کچھ اور بن جاتا ہے کچھ ، تو ایسے میں وہ دعویٰ کیا کریں؟...... کیا دعویٰ کرکے ذلت ورسوائی کی خاک سر پر ڈالیں۔

یہ سب عبرت کے لیے کچھ کم نہیں بشرطیکہ آدمی عبرت لینا چاہے۔

خیر یہ دیکھیں گمراہ اپنے خودساختہ کا خودساختہ ہونا۔

__" امام اجلّ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امامِ ابجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذالاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبد الرزاق ابو بکر بن ہَمَّام نے اپنی مصنَّف میں حضرتِ سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی

قال قلت یا رسول اللّٰہ بابی انت و امی اَخبِرنِی عن اول شیٔ خلَقہ اللّٰہ تعالیٰ قبل الاشیاء ، قال یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ. [الحدیث]	وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللّٰہ میرے ماں باپ حضور پر قربان مجھے بتادیجیے کہ سب سے پہلے اللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ نے کیا چیز بنائی؟...... فرمایا: اے جابر بیشک بالیقین اللّٰہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ [الخ]

یہ حدیث امام بَیْہَقِی [م ۴۵۸ھ] نے بھی **دلائل النبوۃ** میں بِنَحْوِہٖ [اسی طرح] روایت کی اجلّہ **ائمۂ دین** مثل امام قَسْطَلَانی [م ۹۲۳ھ] **مواھبِ لدنیۃ** [۱/۷۱ ، ۷۲] اور امام ابنِ حجر مکی [م ۹۷۴ھ] **افضل القریٰ** [ص۹۳] اور علامہ فَاسِی [م ۱۰۲۱ھ] **مطالع المسرات** [ص۲۲۱] اور علامہ زُرْقَانی [م ۱۱۲۲ھ] **شرحِ مواھب** [۱/۸۹ ، ۹۰] اور علامہ دِیَار بَکْرِی [م ۹۸۲ھ] **خمیس** [۱/۱۹ ، ۲۰] اور شیخِ محقق دھلوی [م ۱۰۵۲ھ] **مدارج** [۲/۲] وغیرہا میں **اس حدیث** سے **استناد** اور اس پر تعویل و **اعتماد** فرماتے ہیں ، بالجملہ وہ **تَلَقِّیِ امت بالقبول** کا منصبِ جلیل پائے ہوئے ہے [یعنی امت نے اسے قبولیت کے ہاتھوں سے لیا ہے] تو بلاشبہ حدیث **حسن صالح مقبول معتمد** ہے۔

تلقیِ علماء بالقبول [علمائے دین کا کسی **حدیثِ** پاک کو قبولیت کے ساتھ لینا] وہ شئِ عظیم ہے [وہ بڑی بات وہ اہم چیز ہے] جس کے بعد ملاحظۂ سند [سند دیکھنے] کی حاجت نہیں رہتی ، بلکہ **سند ضعیف** بھی ہو تو **حرج نہیں** کرتی۔

کما بیناہ فی مُنِیْرُ الْعَیْنِ فِی حُکْمِ تَقْبِیْلِ الْاِبْھَامَیْنِ۔ ”—	جیسا کہ منیر العین میں ہم نے بیان کیا[1]

ملخصاً [فتاوی رضویہ مترجم ۶۵۸/۳۰ ، ۶۵۹]

—” علامہ عارف باللّٰہ سیدی عبد الغنی نَابُلُسی قُدِّسَ سِرُّہُ الْقُدُسِیّ [م ۱۱۴۳ھ] نے

---

[1] یہ بیان بقدرِ کافی رسالۂ مذکورہ فتاویٰ رضویہ [۴۵۰/۲ ، ۴۵۱ ، مترجم ۴۷۵/۵ تا ۴۷۷] سے ص۹ ، ۱۰ میں گذرا۔

..... حدیقۂ ندیه [۲/۳۷۵] میں ..... **اس حدیث کی تصحیح** فرمائی [اسے صحیح قرار دیا] علاوہ بریں یہ معنی قدیماً وحدیثاً تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء و اولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور و **ملقّٰی بالقبول** رہنا خود **صحتِ حدیث** کی **دلیلِ کافی** ہے۔''

[ایضاً ۳۰/٦٦١ ، ٦٥٩]

یہ گذشتہ سینکڑوں برس پر پھیلے ہوئے امتِ مرحومہ کے ستون جو نُوُرٌ مِنْ نُّوُرِ اللّٰہ کی حدیثِ پاک کو دلیل مانتے اس پر اعتماد کرتے اسے مقبول رکھتے بلکہ صحیح قرار دیتے اور اُس کے مطابق عقیدہ رکھتے چلے آئے یہ گمراہوں کے نزدیک نُوُرٌ مِنْ نُّوُرِ اللّٰہ کا عقیدہ گڑھنے اور اپنے دل سے تراش لینے والے ہیں؟......

اگر ہاں تو یہی تلقّیِ علماء بالقبول تو صحیحین کو[ب] یا صحاحِ ستہ ثمانیہ کو حاصل ہے ، یہاں وہ ائمہ وعرفاء گڑھنے تراشنے والے کیوں نہیں ٹھہرے؟.....

ب نزهة النظر للامام العَسْقَلانی میں ہے

تَلَقّی العلماء بالقبول لکتابیهما مما لم یبلغ حد التواتر الا ان هذا یختص بما لم ینتقده من الحفاظ مما فی الکتابین. ملخصاً [نزهة النظر ص۱۸ ، ۱۹ ، ۳۰]	صحیحین کی احادیثِ غیر متواتر کو **تلقّیِ علماء بالقبول** حاصل ہے ، اُن احادیث کو چھوڑ کر جن میں حُفّاظِ محدثین میں سے کسی نے کوئی خلل بتایا ہے۔

اور مقدمه امام نَوَوِی شرحِ صحیح مسلم میں ہے

قال الشیخ ابو عمرو بن الصلاح رحمه اللّٰه : جمیع ما حکم مسلم رحمه الله	محدث شیخ ابوعمرو ابن صلاح رحمہ اللّٰہ تعالیٰ نے کہا : وہ تمام احادیث جنہیں امام ←

اور یہ اعتراض کہ

نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا

یہ آج نہیں پہلے ہی وہابیہ کر چکے ہیں [جیسا کہ صلات الصفا فی نور المصطفیٰ ، فتاوی رضویہ مترجم ۳۰/۲۶۲ میں منقول ہے] کیونکہ نورٌ من نور اللّٰہ میں اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہے عظیم و یکتا و یگانہ عظمت ، اور وہابیہ کو اُس محبوبِ ربِّ ذو الجلال سے دشمنی ہے ، تو عظمت اور وہ بھی ایسی عظیم انہیں کیسے گوارا ہو؟..... اور دل میں محبت نہیں کہ بغیر حقیقت جانے بھی عقل کو اللّٰہ و رسول جَلَّ وَ عَلَا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کے ارشاد کے سامنے سرخمیدہ کر دیں ، تو اب سوائے نقص و خلل و اعتراض کے سوجھائی کیا دے گا؟.....

دل میں اللّٰہ و رسول پر سچا ایمان ہو سچی محبت ہو سچی تعظیم ہو اللّٰہ کے نیک و

← بصحته فی هذا الکتاب فهو مقطوع بصحته ، و هکذا ما حکم البخاری بصحته فی کتابه و ذلک لان الامة **تَلَقَّتْ** ذلک بالقبول. فما اخَذ علی البخاری و مسلم و قدَح فیه معتمد من الحفاظ فهو مستثنی مما ذکرناه.

مختصراً

[مقدمة شرح مسلم للامام النَوَوِی ص۱۹ ، ۲۰]

مسلم رحمه اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صحیح مانا اُن کا صحیح ہونا یقینی ہے ، یونہی امام بخاری نے جن احادیث کو صحیح مانا۔ کیونکہ اسے **تَلَقِّیِ علماء بالقبول** حاصل ہے علمائے امت نے ان حضرات کے صحیح فرمانے کو قبولیت کے ہاتھوں سے لیا ہے ، اُن احادیث کو چھوڑ کر جن پر کسی معتمد محدّث نے تنقید کر دی ہے۔

برگزیدہ بندوں اُس کے پیارے محبوب کے سچے نائبوں سچے وارثوں کا واقعی ادب ہو احترام ہو تو عقل کو یہ رہنمائی ملے کہ

—" نہ رب العزة جَلَّ وَ عَلَا نے نہ اُس کے رسولِ اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نورِ مُطَّہّرِ سیدِ انور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کیونکر بنایا؟..... نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے .....

ہاں عینِ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللّٰہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کے لیے مادہ ہے ، جیسے مٹی سے انسان پیدا ہوا۔ یا عیاذاً باللّٰہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہو گیا۔

اللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شئ میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔

حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شئ کو جزءِ ذاتِ الٰہی ، خواہ کسی مخلوق کو عین و نفسِ ذاتِ الٰہی ماننا **کفر** ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنی تو اللّٰہ و رسول جانیں۔ جَلَّ وَ عَلَا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم "— [ایضاً ۶۶۱/۳۰ ، ۶۶۲]

—" زیادہ سے زیادہ **بغرضِ توضیح** ایک کمال ناقص مثال [بہت ناقص مثال] .... آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے ، کہ نورِ شمس نے جس پر تجلّی کی وہ روشن ہو گیا ، اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا۔ مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں ، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا۔ ....

مثال سمجھانے کو ہوتی ہے ، نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآنِ عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ [پ ۱۸ ایت ۳۵ النور]

[کیا یہاں برابری ہوگئی؟..... ہرگز نہیں] کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِ جلیل ''۔

ملخصاً [فتاوی رضویہ مترجم ۶۶۸/۳۰ ، ۶۶۱ ، ۶۶۲]

ظلمتِ گمراہاں

گمراہوں نے حضرت سید احمد کبیر رِفاعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے لیے تربتِ اطہر سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ انور کو باہر نکالنے کے واقعہ کو جھٹلایا اور اسے کہا جھوٹا واقعہ [پرچۂ گمراہاں ص ۷]

نیز کہا امت میں پھیلا کر گمراہی کا دروازہ کھول دیا [ایضاً ص ۷]

اقول :- اس جھٹلانے کی بنیاد کیا ہے؟..... اگر ''سند'' تو ہم دکھا چکے کہ سند کا صحیح و صالح ومقبول ومعتمد ہونا بخاری ومسلم میں منحصر نہیں۔

جیسا کہ ''صحیح وضعیف'' کے عنوان میں خصوصاً ص۲۵ تا ۲۸ نیز ابھی ۲۰۰ میں گذرا۔

یہ واقعہ امام جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱ھ] نے ''تنویر الحَلَک فی امکان رویة النبی و المَلَک'' [الحاوی للفتاوی ۲۶۱/۲] میں اوراُن سے امام اہلسنّت نے فتاوی رضویہ [مترجم ۳۷۰/۲۸] میں بیان فرمایا۔

اوراگر وہ زعم ہے کہ محبوبانِ خدا گمراہوں کے نزدیک کفارومشرکین کے باطل معبودوں کی طرح من دون اللّٰہ ہیں نفع نقصان کے مالک نہیں تو اس زعم کوبھی جلاکر خاکستر کرچکے۔

اوراگر حیاتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی میں گمراہوں کوشبہ ہے تو **اول** تو یہ حیاتِ مبارکہ اہلسنّت کاعقیدہ ہے جس کامخالف گمراہ بددین ہے۔

پھر حدیث سے بھی ثابت ہے۔

_" تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو طریانِ موت ہوکر معاً حیاتِ حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس تصدیقِ وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ابدیتِ ذات حاصل ہے۔ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنّ اللّٰہ حرَّم علی الارض اَن تاکُل اجسادَ الانبیاء فنبیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرزَق.

بیشک اللّٰہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کاجسم کھانا حرام کیاہے۔ تواللّٰہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِم وَسَلَّم

رواہ احمد [۱۶۱۶۲] وابوداؤد [۱۰۴۷] وابن ماجۃ [۱۰۸۵] عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ "_

اسے امام احمد ، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے روایت کیا۔

[فتاوی رضویہ ۵۱/۱۱ ، نیز ۳۵۶/۴ ، مترجم ۲۰۲/۲۹ ، ۹۰۷/۹]

امام ابو نُعَیم [م ۴۳۰ھ] دلائل النبوۃ [۵۶۷/۲ ، رقم ۵۱۰] میں حضرتِ سعیدبن

مسیّب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں

لقد رأیتنی لیالی الحرۃ و ما فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم غیری و ما یاتی وقت صلوٰۃ الا سمعت الاذان من القبر.

جنگِ حرہ کے زمانے میں جبکہ مسجدِ نبوی شریف میں میرے سوا کوئی نہ تھا بیشک میں نے یہ دیکھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو قبرِ انور سے اذان کی آواز سنتا۔

امام **محدث** شمس الدین محمد بن عبد الرحمن **سَخَاوِی** [م ۹۰۲ھ] فرماتے ہیں

و نحن نومن و نصدق بانہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ و ان جسَدہ الشریف لا تأکلہ الارض و الاجماع علی ھذا. [القول البدیع للعلامۃ السخاوی ص۲۴۳]

ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ **نبی** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں **زندہ** ہیں روزی پاتے ہیں اور حضور کے جسمِ پاک کو زمین نہیں کھائے گی ، اور یہ **عقیدہ اجماعی ہے**۔

یہی **اجماع** و **ایمان** امام **محدث** احمد بن حجر ہَیْثَمِی [م ۹۷۴ھ] نے الدر المنضود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود [ص۱۵۸] میں بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ محقق عبد الحق **محدث دہلوی** [م ۱۰۵۲ھ] نے فرمایا

حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔ [اشعۃ اللمعات ۱/ ۵۰۷]

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام **زندہ** ہیں اس پر **اجماع و اتفاق** ہے کسی عالمِ دین کو اس سے خلاف نہیں ہے۔

امام حافظ **محدث** بدر الدین محمود عَینِی [م ۸۵۵ھ] فرماتے ہیں

من انکر الحیاۃ فی القبر و ھم المعتزلۃ و من نحا نحوھم الخ.

[عمدۃ القاری ۱۶/ ۲۵۷]

جو لوگ انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ و السلام کے اپنے مزاراتِ طیبہ میں زندہ ہونے کے **منکر** ہیں اور وہ **معتزلہ** اور اُن جیسے لوگ ہیں الخ۔

اُن کے غلاموں کے لیے اپنے مرتبہ کے لائق حیات ثابت ہے

__ " ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایتِ امام احمد منقول اور اسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور **بشرطِ** بخاری و مسلم **صحیح** کہا کہ فرماتیں

کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ، و انی واضع ثوبی ، و اقول انما ھو زوجی و ابی ، فلما دُفِن عمر فواللّٰہ ما دخلتہ الا و انا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر. [المستدرک علی الصحیحین ۴۴۰۲ _ مشکوٰۃ المصابیح ۱۷۷]

میں اُس مکانِ جنت آستان میں جہاں حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزارِ پاک ہے یونہی بے لحاظِ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علی زوجھا ثم ابیھا ثم علیھا و بارک و سلم. جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین.

فرمایئے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟.....

اور دفنِ فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشأ تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللّٰہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔ "۔

[فتاوی رضویہ ۴/۲۵۸ ، مترجم ۹/۷۱۳]

۔ "امام عارف باللّٰہ استاد ابو القاسم قُشَیْرِی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنے رسالہ میں **بسندِ خود** حضرت ولیِ مشہور سیدنا ابو سعید خَرَّاز قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْمُمْتَاز سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اُس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا

یا ابا سعید اما علِمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا و انما ینتقلون من دار الی دار.	اے ابوسعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللّٰہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

وہی جنابِ مستطاب حضرتِ ابراھیم بن شیبان قُدِّسَ سِرُّہٗ سے راوی میرا ایک مرید جوان مر گیا مجھے سخت صدمہ ہوا۔ نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جانِ پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

اس قسم کی **صدہا روایات کلماتِ ائمۂ کرام** میں مذکور۔

وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ [پ ۱۸ ایت ۴۰ النور] "۔	اور جسے اللّٰہ نور نہ دے اُس کے لیے کہیں نور نہیں۔

مختصراً [فتاوی رضویہ ۴/۲۷۹ ، مترجم ۹/۷۴۶ ، ۷۴۷]

دیکھو! اُس پیارے محبوبِ رب العلمین سید الانبیاء و المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ و

سلم علیہ و علیھم اجمعین کے غلام یہ شان رکھتے ہیں ، اور گمراہوں کو خود اُس بارگاہِ ارفع واقدس میں حیرت ہے۔

پھر گمراہ کیا جانیں افضلیت اور ہے اور کسی چیز کا غلبہ اور ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا

نصیبہ کرے محبوبانِ خدا کی قدر اُن کا ادب دے اور

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا اے ایمان والو اللّٰہ سے ڈرو اور

مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ [پ ۱۱ اٰیت ۱۱۹ التوبۃ] سچوں کے ساتھ ہو۔

سے حصہ دے اپنا ڈر اور اپنے نیک بندوں کی محبت سے بہرہ ور کرے تو آدمی اُس ادب اُس محبت سے یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ

وصالِ اقدسِ حضو سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امیرالمومنین فاروقِ اعظم نیز اور بھی بہت صحابہ پر جو اثر ہوا صحابہ نے برملا دیکھا ، اور افضل الاولیاء اول الخلفاء سیدنا صدیقِ اکبر پر ویسا اثر نہ دیکھا ، حالانکہ ادب محبت فکر غم وفاء ہر چیز میں وہی دیگر صحابہ حتی کہ حضرتِ فاروق پر بھی بالا تھے مگر اُن کے دیگر اوصاف پر وفاء کا غلبہ ہوا کہ جذبۂ وفاء سے امتِ حضور کی نگہبانی پر نظریں گاڑ دیں۔ اوروں میں ایسا نہیں کہ وفا نہیں مگر محبت کا غلبہ ہوا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پر ادب کا غلبہ تھا ، جیسا کہ عموماً حضراتِ صحابہ پر یہی غلبہ تھا ، پھر ام المومنین کو بعدِ وصال بھی حضوریِ بارگاہ کا شرف تربتِ اطہر کا جوار

میسر تھا یہ اُن کے روحانی سکون کے لیے کافی ہوا۔

حضرتِ سید کبیر رِفاعِی پر محبت کا غلبہ تھا ، پھر ہمہ وقت اپنے جسم سے حضوریِ بارگاہ میسر نہ تھی ، اُن کی محبت نے غلبہ کیا اور شوقِ دست بوسی کو انتہا پر پہنچایا ، کریمِ اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ کریمی نے جلوہ کیا اور انہیں شادکام فرمادیا ، اس میں کیا استبعاد ہے؟......

گمراہ کہتے ہیں

> حتی کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجتہادی غلطی کے باعث سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کا فیصلہ کیا تب بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک باہر نہیں نکالا۔
>
> [پرچۂ گمراہاں ص ۷]

اقول :- آدمی بہت کچھ کرسکتا ہے اور نہیں کرتا اس سے وہ عاجز نہیں مانا جاتا۔ اپنی فرصت اور حاجت کے بہت اوقات میں کھانا خود بنا سکتا ہے مگر نہیں بناتا ، یونہی فرصت و حاجت کے بہت اوقات میں دو تین کلومیٹر پیدل چل سکتا ہے مگر نہیں چلتا ، اس سے اُس کے ہاتھ پیر اس کام سے مفلوج نہیں مانے جاتے۔

سعادت یاوری کرے تو آدمی اس مثال سے سمجھ سکتا ہے کہ ایک ام المومنین کی اجتہادی خطاء پر کیا تمام مجتہدینِ امت کی اجتہادی خطاء پر میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے دستگیری اور رہنمائی ہوسکتی تھی اور ہوسکتی ہے مگر ع

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

اُن کا رب جانتا ہے اور اُس کی عطاء سے وہ جانتے ہیں کہ اجتہاد میں باوجودیکہ کبھی خطاء ہورہی ہے پھر بھی مجتہدین کی اور عامّۂ امت کی کیا بھلائی ہے اُن کے رب نے اجتہاد پر اہلِ اجتہاد کے لیے کیسی عظیم بے بہا دولت ونعمت اور عامّۂ امت کے لیے کیسا اجر اور کیسی سہولت رکھی ہے۔

جیسے ہوتو یہ بھی سکتا تھا کہ قرآنِ عظیم کی طرح حدیثِ پاک کو بھی اللّٰہ رب العزۃ یونہی محفوظ فرما دیتا کہ کوئی غلط و باطل روایت کی آمیزش کسی کتابِ حدیث میں مسلمانوں کے بیچ پھیلنے کی گنجائش ہی نہیں پاتی۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس سے قدرتِ الٰہیہ پر معاذ اللہ عجز کی تہمت کوئی بے ایمان ہی لگائے گا۔

ایمان والے جانتے ہیں مانتے ہیں کہ یہ میرے رب کی مرضی پر ہے۔ اور جو نظام حدیثِ پاک کے لیے اُس نے رکھا وہ جانتا ہے اور اُس کی عطاء سے اُس کے پیارے محبوب کہ اُس نے حدیث کی تلاش وجستجو میں شہروں کی خاک چھاننے علمائے دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے حدیث کی صحتِ متن کو سمجھنے ناسخ ومنسوخ کا علم حاصل کرنے وغیرہ صدہا دشوار سے دشوار امور میں محدّثین کے لیے کیا اجر و ثواب رکھا ہے۔

آدمی کی اگر شامت نہ آئی ہو اور ہلدی کی گانٹھ پاکر پنساری بننے کا سودا سر میں نہ سمایا ہو اپنے بھلے کی فکر برے کا ڈر ہو تو ادب کے دائرے میں رہے اور صحابہ سے لیکر آج تک کے سوادِ اعظم کے اساطین کی اتباع کو مضبوطی سے تھامے اور سچے اہلسنّت سوادِ

اعظمِ امت میں جینے مرنے کی فکر میں لگے۔ اورتوفیق اللہ کےاختیار میں ہے۔

الغرض قبرِانور سے میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے کسی امتی کے لیے دستِ اقدس باہرفرمانا یہ محال بالذات نہیں کہ ہو ہی نہ سکے اور تحتِ قدرتِ الٰہی نہ ہو ، اور نہ اس کا محال بالغیر ہونا ہمیں معلوم کہ تحتِ قدرتِ الٰہی ماننے کے باوجود ہم کہہ سکیں کہ ایسا ہوگا نہیں ، بلکہ محالِ عادی ہے ، اور محالِ عادی کا معجزہ وکرامت کے ذریعے ظہور ہوسکتا ہے ، اورمعجزہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطاء سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مرضی پر ہے

[جیسا کہ سیدنا امام غزَالی سے علامہ زُرقانی نے نقل فرمایا اور قرآنِ کریم کی آیات سے تکمیلاتِ الاستمداد میں شاہزادۂ امام نے دکھایا جو ص۵۷ تا ۷۹ میں گذرا نیز بعدِ وصال بھی یہ دروازہ کھلا ہونا صحیح حدیثِ بخاری کے اطلاق اور بخاری و مسلم و مسنداحمد وغیرہ کی صحیح حدیثوں کےارشادات سے ص۸۱ تا ۹۰ میں گذرا]

جنگِ خندق کے موقعہ پر میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ جابر کے ایک صاع جَو اور ایک بکری کے بچے سے اپنے ہزار صحابہ کو جو سخت بھوک کی حالت میں تھے شکم سیر فرمادیا اور کھانا جتنا کا اُتنا ہی رہا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیثِ پاک [۴۱۰۱ ، ۴۱۰۲ ـ فتح ۳۶۳/۹ ، ۳۶۴] میں ہے۔

مگر اپنے صحابہ کی بھوک کے ہرموقعہ پر ایسا نہیں فرمایا۔ تو کیا نہیں فرمانا جنگِ خندق کے موقعہ پر ایسا فرمانے کو رد کردے گا؟..... اور غلط ٹھہرادے گا؟..... ہرگز

نہیں۔ اُن کی مرضی ہے جب چاہیں کرم فرمائیں معجزہ دکھائیں نہ چاہیں نہ دکھائیں ، شانِ کرم دوسرے طرز پر جلوہ کرے اور یہ لحاظ فرمائیں کہ صبر و رضا و زیادتِی شوق و شدتِ تڑپ سے امت اعلیٰ قربِ خداوندی کے مرتبہ کو پہنچے اور بالا ثوابِ آخرت پائے۔ یا جو بھی مصلحت ہو میرا رب بہتر جانتا ہے اور اُس کے بتائے سے اُس کے پیارے محبوب۔ جَلَّ وَ عَلَا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و علی آله و صحبه و بارک و سلم.

سمجھتے ہو کہ یہ شمعِ حق شمعِ اسلام شمعِ سنیت قلم کی جولانیوں اور منھ کی چرب زبانیوں سے روشن ہے؟..... نہیں بلکہ دل کی آہوں سے روشن ہے۔ اہلِ حق کی زبان دیکھتے ہو قلم دیکھتے ہو آہیں نہیں دیکھتے ، الفاظ دیکھتے ہو اُن میں نہاں انوار نہیں دیکھتے ، اپنے اوپر اُنہیں قیاس کرتے ہو مہلکے میں گرتے ہو۔

☆

گمراہ گناہوں کی آزادی دے رہے ہیں

گمراہ ترجمۂ حدیث پیش کرتے ہیں

> سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللّٰہ جل جلاله ارشاد فرماتا ہے: اے ابنِ آدم اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ کر کے آئے پھر تو اس حال میں مجھ سے ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا ہو تو میں اُسی قدر مغفرت و بخشش لے کر تجھ سے ملاقات کروں گا۔ [مسلم ۶۸۳۳ ۔ ترمذی ۳۵۴۰]

اقول :- گمراہوں کا اسے پیش کرنا جاہلوں کو آزادی کا پروانہ دے کر گناہوں پر

جری کر کے اپنی گمراہی کے جال میں پھانسنا اور اپنے ساتھ اُنہیں جہنم کا ایندھن بنانا ہے۔ کیونکہ

اولاً :- حدیثِ بالا میں جو مغفرت کی بشارت ہے ظاہراً وہ بلا عذاب ہے اور اُس بندۂ مومن کے لیے ہے جو بارگاہِ الٰہی میں رجوع لایا گڑگڑایا اور رحمت و مغفرت کی امید لیے آیا۔ چنانچہ تِرمِذی نے انہی سیدنا انس بن مالک سے اور احمد و دارِمی نے انہی سیدنا ابوذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے [جیسا کہ مرقاۃ ۶۹/۳ اور اشعۃ اللمعات ۲۵۷/۲ میں ہے] جو روایت کی وہ یوں شروع ہے

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : قال اللّٰہ تعالیٰ : یا ابن آدم انک ما دعوتنی و رجوتنی غفرت لک علی ما کان فیک و لا ابالی ، یا ابن آدم لو بلَغتُ ذنوبک عَنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک و لا ابالی ، یا ابن آدم انک لو لقِیتنی بقُراب الارض خطایا ثم لقیتنی لاتشرک بی شیئا لاتیتک بقُرابھا مغفرۃ.

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا : اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! جب تک تو مجھ سے دعاء کرے گا اور امید رکھے گا تو تجھ میں جو گناہ بھی ہوں سب پر میں اپنی مغفرت کا پردہ ڈال دوں گا اور مجھے کچھ پروانہیں۔ اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہوں کے ڈھیر آسمان کے بادل تک پہنچ گئے پھر مجھ سے مغفرت کا طالب ہوا تو تجھے بخش دوں گا اور مجھے کچھ پروانہیں۔ اے ابنِ آدم اگر تونے زمین بھر گناہ کیے پھر اس حال میں میری بارگاہ میں آیا کہ میرے ساتھ

قال الترمذی : هذا حدیث حسن غریب.

[تِرمِذی ۳۵۴۰ ـ مسند احمد ۲۱۴۷۲ ـ مشکوٰۃ ۲۳۳۶ ـ دارِمی ۲۸۳۰]

کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو تو میں تجھے زمین بھر مغفرت عطاء کروں گا۔

امام ترمذی نے کہا : یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے کلمۂ حدیث مَا دَعَوْتَنِی کی ترجمانی میں فرمایا

مادامیکہ دعاکنی مرا بآمرزیدن الخ

[اشعة اللمعات ۲/۲۵۷]

جب تک تو مجھ سے بخشش کی دعاء کرے گا معافی مانگے گا الخ۔

ثانیاً :- گمراہوں کے مزعومہ شرک یعنی نیک بندگانِ خدا سے نداء وفریادِ غائبانہ سے جو بچے اُس کے لیے مغفرت کی بشارت کا تو اس حدیث میں ہرگز پتہ نہیں ہے ، اور نہ ہوسکتا ہے۔ رہا واقعی شرک یعنی غیرِ خدا کو معاذ اللّٰہ معبود ماننا جو صرف اس سے بچ گیا اُس کے لیے بھی یہ **مغفرت کی بشارت** نہیں ہے ، **بلکہ** اُس کے لیے ہے جو **کفر سے بچا**ع اور ایمان سلامت لے کر دنیا سے گیا ، چنانچہ شیخ محقق عبد الحق **محدث دہلوی** قُدِّسَ سِرُّہٗ اس حدیث کے کلمہ ''ثُمَّ لَقِيْتَنِیْ لا تشرک بی شیئا'' کی ترجمانی میں فرماتے ہیں

پستر پیش می آئی مرا در حالیکہ شریک نگردانی بہ من چیزے را و **کفر نمی ورزی**

پھر مجھ سے اس حال میں ملا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور میرے

ع شرک بھی کفر ہے ، کفر کی بدترقسم ہے ، مگر ہر کفر شرک نہیں ، جیسا کہ امام قُرطُبِی و امام عَسقَلانِی کی عبارات سے آرہا ہے۔

بمن لَاتیتُک بقُرابھا مغفرۃ ہرآئینہ می آیم من ترا نزدیک بہ پرے زمین از روئے آمرزیدن یعنی ہر مقدار کہ گناہ کنی تو بیامرزم **بشرطِ ایمان** بمن۔

ساتھ **کفر نہ اختیار کرتا** ہو تو میں زمین بھر مغفرت تجھے عطاء فرماؤں گا یعنی جتنے بھی تو نے گناہ کیے سب بخش دوں گا بشرطیکہ تو **مجھ پر ایمان رکھتا** ہو۔

[یہ مزید آگے آرہا ہے]

یہ ہے حدیثِ پاک کا مطلب۔ مگر گمراہوں کو حدیثِ پاک کی واقعی مراد سے کیا سروکار؟..... اپنا جادو چل جانے سے مطلب ہے۔ اللہ پاک اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین.

گمراہوں کی انتہائی ظلمت

گمراہ وہ آیات واحادیث پیش کرتے ہیں جن میں شرک کی مذمت اور شرک سے بچنے کی ہدایت اور جو شرک سے بچے اُس کے لیے شفاعت ومغفرت کی بشارت بیان فرمائی گئی ہے ، اوراس پر شروع میں عنوان دیتے اورآخر میں نتیجہ بتاتے ہیں کہ

> واحد نا قابلِ معافی جرم کون سا ہے؟ شرک ہی وہ سنگین خطرناک بھیانک نا قابلِ معافی جرم ہے جو انسان کو ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم کرواکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بنادے گا۔ جو بھی انسان اپنے آپ کو ہر حال میں شرک سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوگیا تو اُس کے باقی گناہ معاف ہونے کی امید اس کائنات کے اکیلے مالک اللّٰہ جل جلالہ نے خود دلادی ہے۔

[پرچۂ گمراہاں ص۱۱]

اقـول :- تو کفر گمراہوں کے نزدیک قابلِ معافی ہے ، کیونکہ شرک بمعنئ اصلی

سے کفر عام ہے ، جیسے گناہ عام ہے ، تو وہ کفر جو شرک نہ ہو وہ گمراہوں کے قول ''باقی گناہ'' کے تحت ہوا ، حالانکہ اجماعِ امت ہے کہ جس نے **کفر کیا** اگرچہ **شرک نہیں** کیا تو بھی اُس کی **بخشش نہیں**۔

چنانچہ گمراہوں نے جو آیات پیش کیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ	اللّٰہ اسے نہیں بخشتا کہ کوئی اس کا
وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ	شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے
یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ	جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا
فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیۡدًا ○	ہے اور جو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائے وہ
[پ ۵ ایت ۱۱۶ النساء]	دور کی گمراہی میں پڑا۔

اس کے بارے میں امام ابنِ حجر عَسۡقَلانی نے فرمایا

و المراد **بالشرک** فی هذه الاية **الکفر** لان من جحد نبوة محمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مثلاً کان کافرا و لو لم یجعل مع اللّٰه الها آخر و المغفرة منتفية عنه **بلاخلاف**.	اس آیتِ کریمہ میں **شرک** سے **کفر مراد** ہے کیونکہ مثال کے طور پر کوئی شخص حضور محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار کرے اگرچہ شرک نہ کرے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرائے تو بھی وہ کافر ہے اور اُس کے لیے **بخشش نہیں** ہے اس پر **اجماعِ امت** ہے۔
[فتح الباری ۱/۱۸۰]	

اور ارشادِ حدیثِ پاک

اتانی جبریل ـ علیه السلام ـ فبشرنی انه من مات من امتک لایشرک باللّٰه شیئا دخل الجنة.

[مسلم شریف ۱۵۳]

میرے پاس جبریل آئے اور بشارت دی کہ حضور کی امت میں جو اس حال میں انتقال کرے کہ اللّٰہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔

اس کے تحت امام ابو العباس احمد قُرطُبِی [م ۶۵۶ھ] نے بتایا کہ لا یشرک الخ سے مراد ہے ''مسلمان'' جو کفر سے اپنے آپ کو بچا کر دنیا سے گیا اُس کے لیے بخشش و جنت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

معناه بحكم اصل الوضع الا يتخذ معه شريكا فی الالوهية و لا فی الخلق ، لكن هذا القول قد صار بحكم العرف عبارة عن الايمان الشرعی ، الا تری ان من وحّد اللّٰه تعالیٰ و لم يؤمن بالنبی صلی اللّٰه عليه وسلم كان من الكافرين **بالاجماع القطعی**.

[المفهم لما اشكل من تلخيص صحيح مسلم ۱/۲۹۱ ، ۲۹۲]

لا یشرک باللّٰه کا اصل معنیٰ وضعی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ ٹھہرائے اور خالق نہ ٹھہرائے۔ **لیکن** شرک نہ کرنے کا مسلمانوں کے عرف میں معنی ہوگیا ہے: وہ ایمان رکھنا جسے شرع نے ایمان مانا ہے۔ دیکھتے نہیں جو توحید کو مانے عبادت کے لائق صرف اللّٰہ تعالیٰ کو جانے اور نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اس پر **اجماعِ قطعی** ہے۔

یعنی تو اُس کے لیے جنت نہیں ہے۔

جیسے ارشادِ قرآنِ مجید

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَ بِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ○ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ ؕ

[پ ۱۰ ایت ۶۵ ، ۶۶ التوبة]

اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللّٰه اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

یہاں قرآنِ کریم نے ان کے کافر ہونے کی وجہ ان کے توہین کرنے کو قرار دیا شرک کرنے یعنی اللّٰه کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہرانے کو نہیں۔

تاہم جو کافر ہوں مشرک نہیں اُن کے لیے بھی بخشش نہیں بلکہ ہمیشگی کی جہنم ہے ، جیسے مشرکوں کے لیے بخشش نہیں بلکہ ہمیشگی کی جہنم ہے۔ جیسا کہ **قرآنِ عظیم** کی **متعدد آیات** نے **کافر** کے لیے مطلقاً **جہنم کی ہمیشگی** بیان فرمائی ، اور امت کا اس پر **اجماع** ہے۔

گمراہ اگر کفرِ غیر شرک کے لیے معافی مانتے ہیں تو قرآنِ کریم کے مخالف اجماعِ امت کے مخالف اور قطعاً کافر مرتد ہیں۔ اور اگر ارشادِ قرآنِ کریم و اجماعِ امت کو تسلیم کرتے اور ان آیات میں شرک سے کفر مراد ہونا مانتے ہیں تو وہابیۂ نجدیہ و غیر مقلدین جو تقویۃ الایمانی جیسی توہینوں کفریوں کے مرتکب ہیں اور ظاہراً قرآنِ عظیم کے حکمِ بالا میں داخل ہیں گمراہ ان کی حمایت میں حکمِ بالائے قرآنی کی مخالفت کرتے ہیں تو انہی جیسے کافر ہیں۔

اوراگر وہابیۂ دیوبندیہ جو تحذیری براہینی اور حفظ الایمانی جیسی توہین وانکارِضروریاتِ دین کے مرتکب ہیں ان کے بارے میں یہ گمراہ جانتے بوجھتے حکمِ قرآنِ عظیم و اجماعِ امت کے مخالف ہیں اور انہیں کافرنہیں مانتے تو پھر خود قطعاً کافر مرتد ہیں۔

و العیاذ باللّٰہ تعالیٰ.

اللّٰہ ایمان والوں کا والی اپنے حبیب رؤف رحیم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلم کے صدقہ ہر باطل سرکش معاند سے اپنی پناہ میں رکھے ایمان پر دنیا سے اٹھائے اور **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کے زمرہ میں حشر فرمائے۔ آمین و الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ المصطفیٰ نبی الرحمۃ صاحب الشفاعۃ و علی آلہ و صحبہ و حزبہ و ابنہ الکریم الغوث الاعظم الجیلانی اجمعین.

فقط

اسرار احمد نوری

نوری دارالافتاء

دارالعلوم نوری نوری نگر۳۱۹ گدرہوا بلرامپور یو پی پن۲۷۱۲۰۱

۹/ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ روزِ جان افروز وایمان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۵/ نومبر ۲۰۲۱ء

دفعِ ظلمت از الہامِ خواصِ امت

بقلمِ فیض رقم

فقیہِ عصر حضرت علامہ مولٰینا شاہ **محمد کوثر حسن** صاحب قبلہ قادری رضوی

مَتَّعَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ وَالْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ المختار و علی آلہ و اصحابہ الاطہار

صحیح مسلم میں حضرتِ اسامہ بن زید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ایک سَرِیّہ [جنگ] پر بھیجا ہم صبح کو اچانک قبیلۂ جُہَنیہ کی شاخ حُرَقات پر حملہ آور ہوئے میں ایک شخص کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ میں نے اُسے نیزہ سے قتل کر دیا اب میرے دل میں اس سے تشویش ہوئی بارگاہِ رسالت میں ماجریٰ عرض کیا فرمایا میرے آقا صَلَّی اللّٰـہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ((کیا اُس نے لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور تو نے اُسے قتل کر دیا)) میں نے عرض کی یارسول اللہ اُس نے ہتھیار سے ڈر کر کہا تھا فرمایا ((تو نے اُس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اُس نے دل سے کہا ہے یا نہیں))۔ الحدیث.

[صحیح مسلم بشرح النووی ۲/۹۹ ، باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللّٰہ]

امام نَوَوی نے ارشادِ اقدس کی شرح میں کہا :

و معناہ انک انما کلفت بالعمل | معنیٰ یہ ہے کہ جو ظاہر ہے اور جو زبان سے

بالظاهر و ما ينطق به اللسان و اما القلب فليس لک طريق الى معرفة ما فيه.

فانكر عليه امتناعه من العمل بما ظهر و قال افلا شَقَقْتَ عن قلبه لِتَنْظُرَ هل قالها القلب و اعتقدها و كانت فيه ام لم تكن فيه بل جرت على اللسان فحَسْبُ ، يعنى و انت لست بقادر على هذا فاقتصر على اللسان فحسب يعنى و لا تطلُب غيره.

[صحیح مسلم بشرح النووی ۲/۱۰۴]

نکل رہا ہے اسی پر عمل درآمد کے تم مکلّف ہو۔ رہا دل تو دل میں کیا ہے اسے جاننے کا تمہارے پاس ذریعہ نہیں۔

اس لیے زبان سے جو ظاہر تھا اُس پر کاربندی نہ کرنے کا رد فرمایا اور ارشاد ہوا اَفَلَا شَقَقْتَ تونے اُس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ اُس نے وہ دل سے کہا ہے اور مانا ہے اور اُس کے دل میں بھی وہ ہے یا دل میں نہیں ہے صرف زبان سے بول دیا ہے۔ یعنی یہ تمہارے بس میں نہیں ہے لہذا جو زبان سے ظاہر ہے اُسی پر کاربندی کرو دوسرے تجسس میں نہ پڑو۔

کیا اس حدیثِ پاک کا یہ مطلب ہے؟..... کہ نیک بندگانِ خدا کے لیے الہام سے جان لینے کا منصب نہیں ، ورنہ حضرتِ اسامہ سے ایسا ارشاد نہ فرمایا جاتا۔

اقول :-

اولاً :- یہ ارشاد خاص حضرتِ اسامہ کے لیے تو ہے نہیں ، بلکہ عام ہے امت کے لیے ہے ، ورنہ اس ارشاد سے امت کے لیے منصبِ الہام نہ ہونے کا مطلب نہیں نکلے گا۔ اور جب امت کے لیے ہے تو عامّۂ امت وہی ہیں جن کے لیے

منصبِ **الہام نہیں** ، تو **عامّۂ امت** کے لیے یہ ارشاد ہوا۔

ثانیاً :- جس معاملہ میں میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا ہے وہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس میں امت کے لیے الہام پر مدار ہو۔ جو آدمی اسلام کا اقرار کرے وہ شرعاً مسلمان قرار پاتا ہے ، اُس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے۔ اور جو کفر ظاہر کرے کفر بکے وہ شرعاً کافر قرار پاتا ہے اُس پر کافر کے احکام جاری ہوں گے۔ یہی شرع کا حکم ہے۔

تو حضرتِ اسامہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اگر الہام سے جان لیں کہ اُس نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا ہے تو بھی اُسے قتل کرنے کا اُنہیں شرعاً اختیار نہیں۔

چنانچہ عقائدِ نسفی میں علامہ نجم الدین عمر نسفی [م ۵۳۷ھ] نے جہاں فرمایا

و الالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشئ عند اهل الحق.	الہام اہلِ حق کے نزدیک ایسا ذریعہ نہیں جس سے کسی چیز کی واقعیت معلوم ہو جائے۔

اس پر علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۱ھ] نے فرمایا

ثم الظاهر أنه أراد أن الالهام ليس سببا يحصُل به العلم لعامّة الخلق و **يصلُح للالزام على الغير**. [شرح عقائد نسفی ص۴۳]	**ظاہر مرادِ** مصنف یہ ہے کہ **الہام** ایسا ذریعہ نہیں جس سے **عامّۂ امت** کو علم حاصل ہو اور صاحبِ الہام کے علاوہ **دوسرے کے ذمّہ بھی اس سے کچھ لازم آسکے۔**

جبکہ مثال کے طور پر خبرِ متواتر کو لے لو یہ ایسا ذریعہ ہے جس سے دوسرے

پر بھی کچھ لازم آتا ہے یعنی جس تک خبرِ متواتر پہنچے۔ مثلاً رویتِ ہلالِ رمضان کی خبرِ متواتر جسے پہنچی اُس پر روزہ لازم۔ الہام ایسا ذریعہ نہیں ، لہذا جن خاصانِ خدا کے لیے منصبِ الہام ثابت ہے وہ بھی ہزارہا موقعوں پر ذریعۂ ظاہری ہی کو استعمال فرماتے ہیں ، کیونکہ جانتے ہیں کہ وہ یہاں ذریعۂ ظاہری کے مکلّف ہیں۔

خلیفۂ راشد سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے اپنے لشکر کو نہاوند میں دیکھ لیا اور دشمن کے وار سے بچالیا۔

[دلائل النبوۃ للامام البیہقی ۶/۳۷۰ ، شرحِ عقائد بیان کراماتِ اولیاء ـ الفرائد ص۱۵۱]

مگر انہی خلیفۂ راشد نے دیگر موقعوں پر **نظر** و **رائے** و **استدلال** و **اجتہاد** کا **ذریعۂ ظاہری** استعمال فرمایا۔

خلیفۂ راشدِ اول افضل البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء حضرتِ عتیق صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ...... شکمِ مادر میں کیا ہے؟...... اسے جان لیا اور وقتِ وصال اپنی ایک صاحبزادی کی خبر دی جو آپ کے وصال کے بعد پیدا ہوئیں۔

[اسے احدائمۂ اربعہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین نے مؤطا [۲/۷۵۱] میں روایت کیا]

مگر حضرتِ صدیق **ہر موقعہ پر الہام کو** ذریعہ بنانے کے درپے نہ ہوئے۔

یونہی کفر کے سبب قتل کے مستحق اور اسلام کے سبب محفوظیِ جان و مال کے مستحق ہونے کا مدار اس پر ہے کہ ذریعۂ ظاہری سے کسی کا کفر یا اسلام معلوم ہو۔

الحاصل ارشادِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عامۂ امت کشف والہام جیسے باطنی ذریعہ سے جاننے پر قادر نہیں اور خاصّانِ امت اگر قادر ہیں تو اس پر بنائے احکامِ کفر واسلام نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں کہ ان کے لیے منصبِ الہام ہی نہیں ، کیونکہ یہ تو حدیثِ پاک سے ثابت ہے ، اور علمائے امت اسلافِ اہلسنّت نے اسے مقبول رکھا ہے۔

الہام کی حقّانیت

اہلِ حق کے نزدیک الہام حق ہے اور الہام سے علمِ یقینی ہوتا ہے۔ **علامہ محقق سعد الدین تفتازانی** [م۷۹۱ھ] قُدِّسَ سِرُّہٗ عبارتِ بالا کے بعد فرماتے ہیں

و الا فلا شک أنه قد یحصُل به العلم. و قد وَرَدَ القولُ به فی الخبَر نحو قوله "اَلْهَمَنِیْ رَبِّیْ" و حُکِی عن کثیر من السَّلَف.

ورنہ کوئی شک نہیں کہ الہام ایسا ذریعہ ہے جس سے علمِ یقینی حاصل ہوتا ہے۔ اور بیشک حدیثِ پاک میں الہام کے ذریعۂ علم ہونے کا مقبول ہونا آیا ہے ، جیسے [بارگاہِ رسالت میں] صحابی کا عرض کرنا کہ اَلْهَمَنِیْ رَبِّیْ : مجھے میرے رب نے الہام فرمایا۔ اور کثیر سلفِ صالحین و اولیائے اخیارِ ماضیین سے الہام منقول ہے۔

[شرح عقائد نسفی ص۴۳]

یہ علامہ تفتازانی نے الہام کی حقانیت کو احادیث سے ثابت اور کثیر اسلاف سے منقول فرمایا ، اور مثال میں یہ روایت پیش کی

اَلْهَمَنِی رَبِّی میرے رب نے مجھے الہام فرمایا

یہ بارگاہِ رسالت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سیدنا ابوذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی عرض تھی جسے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول [۴۰/۳] میں روایت کیا۔

پھر امام جلال الدین سیوطی [م ۹۱۱ھ] نے تخریج احادیث شرح العقائد میں فرمایا

......" یہ اُس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے جو **بخاری** نے حضرتِ ابوھریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ سے روایت کی کہ **فرمایا** میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّم نے

لقد کان فیمن قبلکم من الاُمَم **مُحَدَّثون** فان یکن فی امتی احد فانه عمر. [رقم ۳۴۶۹]

بیشک تم سے پہلی امتوں میں **مُحَدَّثِین** ہوئے ہیں اگر میری امت میں کوئی [**مُحَدَّث**] ہے تو وہ عمر ہے۔

[بعدِ تخریج فرماتے ہیں] مُحَدَّثُون کا معنی ہے : **مُلْهَمُوْن** یعنی جنہیں الہام ہوتا ہے۔ "......

یہی حدیثِ پاکِ بخاری اس مقام پر **سند** میں امام زکریا انصاری [م ۹۲۶ھ] نے فتح الالٰہ [قلمی ص۱۸] میں ، اور علامہ ابن الغرس [م۸۹۴ھ] نے اپنی شرح [قلمی ص۹۴] میں پیش فرمائی ، نیز علامہ ابنِ ابی شریف [م۹۰۶ھ] نے بھی ، اور پھر فرمایا : **مسند امام احمد** [۲۴۲۸۵] اور **صحیح مسلم** [۲۳۹۸] میں بھی یہ حدیثِ پاک اسی معنی کے ساتھ مروی ہے۔

نیز **روایتِ مؤطا** کو بھی پیش فرمایا جسے طبقات ابنِ سعد کے ساتھ امام

اہلسنّت نے وہابیہ کی ناک خاک میں رگڑنے کو دولتِ مکیہ [۳۴۸ تا ۳۵۱] میں پیش کیا ، نیز اپنے فتاوی میں فرمایا

اگر .... حضرت مخدوم [یعنی شیخ سعد خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قُدِّسَ سِرُّہُ۔ سوال فتاوی رضویہ ۱۹/۳ ۷۱] قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَکْتُوم نے بربنائے کشف والہام یہ مخاطبہ ذکر فرمایا تو بحمد اللّٰہ ہم غلامانِ بارگاہِ اولیاء اُن میں سے نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں۔ احتمالِ خطاء کشفِ مبتدین و اوساط میں ہوتا ہے۔ **اکابر واصلین** نَفَعَنَا اللّٰہ تعالیٰ ببرَکاتھم فی الدنیا والآخرۃ والدین **کا کشفِ متین و الہامِ مبین حق و صحیح ہوتا ہے۔** مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قُدِّسَ سِرُّہُ [م۱۲۲۵ھ] فواتح [۴۱۱/۲] میں فرماتے ہیں

ان تأمّلتَ فی مقامات الاولیاء ومواجیدھم و اذواقھم ، کمقامات الشیخ محی الدین ، و قطب الوقت السید محی الملة و الدین السید عبدالقادر الجیلانی الذی قَدَمُه علی رقاب کل ولی ، و الشیخ سَهْلُ بْنُ عبدِ اللّٰہ التَستری ، و الشیخ ابی مَدْیَن الغَرْبی ، و الشیخ ابی

اگر تم اولیائے کرام کے مقامات اُن کے مواجیدواذواق میں غور کرو جیسے مقامات شیخ محی الدین اور قطبِ وقت سید محی الملة والدین السیّد عبد القادر جیلانی جن کا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے اور شیخ سھل بن عبد اللّٰہ تستری اور شیخ ابو مدین مغربی اور شیخ بایزید بسطامی اور سید الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ ابو بکر شبلی اور شیخ عبد اللّٰہ انصاری اور شیخ

یزید البسطامی ، و سید الطائفة جنید البغدادی ، والشیخ ابی بکر الشبلی ، و الشیخ عبد اللّٰہ الانصاری ، و الشیخ احمد النامقی الجامی ، وغیرھم ، قدس اسرارھم ، علِمتَ علمَ یقینٍ ان ما یُلهَمون به لایَتطرق الیه احتمال وشبهة ، بل ھو حق حق حق ، مطابق لما فی نفس الامر ، و یکون مع خلق علمٍ ضَروری انه من اللّٰه تعالی.

لکن لا ینالون هذا الوِعاء من العلم الا بالمدد المحمدی ، وتاییدُه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بالذات من غیر وسیلة.

مختصراً

احمد نامقی جامی وغیرہ قُدِّسَ اَسۡرَارُھُمۡ تو تمہیں علمِ یقین ہوجائے گا کہ ان **حضراتِ قدسی صفات** کو جو **الہام ہوتا ہے اُس میں نہ کسی شک وشبہہ کا گذر نہ خلاف احتمال کی مجال ، بلکہ وہ حق ہوتا ہے حق حق واقع کے عین مطابق** ، اور اُس کے ساتھ ہی اللّٰہ پاک یہ علمِ ضروری [بدیہی] اُن کے قلوب میں پیدا فرماتا ہے کہ یہ [جواُن کے دل میں آیا] اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لیکن وہ حضرات یہ ظرفِ علم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی تائید و مدد ہی سے پاتے ہیں۔

جبکہ خود حضور کی تائید اللّٰہ پاک کی طرف سے براہِ راست بغیر کسی دوسرے کے وسیلے کے ہوتی ہے۔

[فتاوی رضویہ ۲۱/۳ ، مترجم ۳۹۱/۸ ، ۳۹۲]

اللّٰہ تعالیٰ اہلسنّت کے ان بلند ستونوں اور روشن مناروں پر اپنی رضا کی تجلی فرمائے

اور اسلام و مسلمین کی طرف سے بہتر جزاء دے۔

خواہش کے بندوں کی نظر میں یہ بے شمار اسلافِ اہلسنّت کیا ہیں؟.....

ابنِ قیم جیسے اِکا دُکا اور اُس کی تقلید سے نجدی وہابی اذہان ہیں جو محبوبانِ خدا حضراتِ اولیاء واصفیاء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین و نَفَعَنَا بِبَرَکاتِھِم فی الدین و الدنیا و الآخرة کے لیے منصبِ الہام و فریادرسی وغیرہ نہیں مانتے۔ ان کے سوا تو عامۂ امتِ مرحومہ زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے مانتی چلی آ رہی ہے۔

مگر ہے یہ کہ خواہش کے بندوں کو اپنے جن فاسق فاجر ظالم کافر آقاؤں سے ملتا ہے اُن کا وہ گن گاتے اور اعتراف کرتے ہیں۔

اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ کے نیک بندوں سے انہیں کچھ ملتا دکھائی نہیں دیتا اس لیے یہاں بے باک ہو کر انکار کرتے ہیں۔

لیکن

دہریوں کو کیا جواب دیں گے؟.....

دہریے بھی تو کہتے ہیں کہ اللّٰہ سے انہیں دانہ پانی دوا شفاء کچھ ملتا دکھائی نہیں دیتا تو وہ کیوں مانیں؟.....

کیا خواہش کے بندے

﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ : بے دیکھے ایمان لائیں [کنز الایمان]

کو یہودی ترکہ سے

﴿اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً﴾ : ہمیں اللہ کو علانیہ (ظاہر کر کے) دکھا دو۔

[کنز الایمان پ ٦ آیت ١٥٣ النساء]

کیا چاہتے ہیں؟..... کیا نہیں جانتے ہیں؟..... نہیں نہیں ، جانتے ہیں مگر اندھیری ڈالتے ہیں اور دانستہ اس حق و حقیقت سے اندھے بنتے ہیں کہ یہ دارالامتحان ہے آزمائش کا گھر ہے بے دیکھے ایمان لانے کا بندوں سے مطالبہ ہے ، اور کیا حق ہے؟..... کیا باطل ہے؟..... کیا ماننا ہے؟..... اور کس سے بچنا ہے؟..... اس پر کتاب و سنت و سوادِ اعظمِ اہلسنّت اور عقلِ صحیح سے روشن دلیلیں قائم ہیں ، اور ان چاروں اصول کی اصل توحید و رسالت کی حقانیت کے لیے عالَمِ فانی میں گردشِ لیل ونہار و نظمِ مستحکم و تقلبِ احوال سے عقلمندوں کے لیے بیشمار نشانیاں ہیں۔

جیسا کہ قرآنِ کریم میں [۲/۱٦۴ ، ۳/۱۹۰ ، ۱۰/٦ وغیرہ] کئی آیتوں میں ارشاد ہے۔ خوشخبری ہے اُسے عیشِ جاودانی کی جس نے ان نشانیوں سے سبق لیا اور **سوادِ اعظمِ اہلسنّت** کی ٹھنڈی نورانی چھاؤں میں آ گیا۔ اور منکروں کو صدائے عام ہے کہ

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

و اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم و له الحمد و علی حبیبه و ذَوِیه الصلوٰۃ و التسلیم الی الابَد.

فقط

کتبه الفقیر **محمد کوثر حسن** السنّی الحنفی القادری الرضوی غُفِرَلَهٗ

یکم محرم الحرام ۱۴۴۳ھ روز چہارشنبہ ۱۱/ اگست ۲۰۲۱ء

دیگر مطبوعات نوری دار الافتاء

- حسام الحرمین مع تابش شمشیر حرمین
- تحقیق جمیل در لزوم کفر اسمٰعیل
- اعلام بہ لزوم والتزام
- تعاقب فلاسفہ (ترجمہ وتحشیہ تہافت الفلاسفہ)
- لمعات نور
- کشف نوری از کفر کف لسان ادیبی
- نور ارشاد برائے دفع ظلمت اختلاط
- درس اسلاف برائے دفع اعتساف
- نوری مقال در امر ہلال
- عقیدۂ اہلِ سنت درشانِ حضراتِ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما
- لمعات بر سوالات
- اقتصاد: در بارہ نیاز خلص عباد بہ بارگاہ بے نیاز
- ذیل لمعات مع لمعات بر سوالات
- کشف وحید از حقیقت تقلید مع حجت الٰہیہ بر ظلمات واہیہ
- برق اہلسنت بر مطالعہ دیوبندیت
- مسلک اسلاف اہل سنت در بارہ عصمت اجتہاد انبیاء وعظمت اہل بیت وصحابہ علیہم الصلاۃ والسلام والثناء

عنقریب منظر عام پر آنے والی تحقیقی کتاب

ایضاح مقاصد در شرح عقائد: علم کلام کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفیہ کی دسیوں قدیم شروح وحواشی ومتعلقات کا خلاصہ، تحقیقات رضویہ کے افاداتِ جامعہ نافعہ سے آراستہ، اور شبہات فلاسفہ وفرق ضالہ کی عقدہ کشا سب سے منفرد اور جامع اردو شرح۔

کتاب ملنے کے مزید پتے

- مکتبہ امام اعظم 2/425-اردو مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی 9958423551
- مکتبۂ رضا 52 ڈونٹاڈ اسٹریٹ کھڑک ممبئی 9 8097697172
- اشہر اکیڈمی، مصطفیٰ شریف خان صاحب، ناگپور مہاراشٹر 9370541312
- جامعہ عائشہ فیضان غریب نواز (مولانا شہزاد رضوی) آزاد نگر اندور (ایم۔پی) 9907578672
- مدرسہ جامعہ مغیثیہ رضویہ، احمد نگر، آگر روڈ، اجین، ایم۔پی 450046 9644015222
- مدنی کتاب گھر ہندوستانی مسجد کے پاس منڈی بازار برہان پور (ایم۔پی) 7415664638

Rs. 200/-

ملنے کے پتے

NOORI DARUL IFTA
Darul Uloom Noori (Noori Nagar)
319,Gadrahwa, Balrampur, U.P. Pin-271201
Mob.:9838599786, www.noori.co.in
E-mail: reza.kashif786@gmail.com

DARUL QAZA WAL IFTA
AHLE SUNNAT WAL JAMA'AT
Meena Bazar, Khairati Road, Kunda
Pratab Garh, U.P., Pin-230204, (INDIA)
Mob.: 8173896786